

اِنَّ مِنْ شِعْرِ كَحْمَةِ اَنْ تَمْلِكَ بَيْنَ السُّخْرَا

صنمخانه عشق

سنہ ۱۳۳۹ھ

تصنیف لطیف استاد الاساتذہ ملک اشرف منقش فی امیر محمد امیر مینائی کمنوی

استاد نواب غلام اشیاں دلی ریاست لاریو

باہتمام

جناب مولوی محمود احمد صاحب انور مینائی

سنہ ۱۳۳۹ھ

امیر المظاہر حبیب آباد دکن مین طبع ہوا



اللہ عزوجل

یہ آفتاب ہے گرم جسکی کہر مانی کا
 بیکارنا ہے یہ انداز و ناز تو بہ شکن
 رانہ فی بھر کے سین کیوں نہ جان میں سپر
 دکھا کے تیغ و زنا آشنائی یہ کہتا ہے
 دراز عسکر ہو مشاطہ تصور کی
 فقیر اسکی کلی کا ہون میں عجیب ہے
 پسند ہے اسے چو گشت برفی سداً عزیز
 یہ کسی راہ میں کوئے گئے گھر سے فخر
 حیاتو یک ہے ستر ہزار پروں میں
 سحر ہا ہے جسے خسر و فخر تو ناہد
 برائی کچھ نہیں دشوار با تم تک اس کے
 چلون جو دیکھو میں تو گر بسبب پندار

کہ ذرہ ذرہ ہے ایمنہ خود دہائی کا
 کہ آئے وہ جسے دہائی پڑا سائی کا
 چلن اسی سے تو سیکھا ہے دل مانی کا
 یہ گھاٹ ہو مرے دیا محو آشنائی کا
 مزہ وصال کا دیتا ہے غم حیدائی کا
 جو تاج شاہ ہو کا سر مرئی گدائی کا
 ستارہ امج پہ ہے داغ حبیبائی کا
 طریق پوچھتے ہیں آگے دہائی کا
 گر ہے شوق اُسے عالم آشنائی کا
 کرشمہ وہ بھی ہے ایک کی خوش آدائی کا
 لگا یمن زینہ جو قرار اوسائی کا
 تو غل جہنم میں ہو اشد کی دہائی کا

طریق عشق میں گم ہو کے پہنچے منزل پر
روطلب میں ادب ہی سے فراموشی ہے
خدا خدا ہو کرے اور خودی کا دم بھی جبر
جو بندہ ہے تو مزہ بندگی میں پیدا کر

نیا یہ راستہ سوچا بہین رسائی کا
مزد کلیم سے پوچھو پرسند پانی کا
بڑا فریبی ہے تجھوتا ہے وہ خدا کی کا
بہین وہ بندہ جسے ذوق ہو طائی کا

بشر سے جو الہی ایسا کیسے ممکن

سیاڑا تھاے کہاں جو صلیہ رانی کا

سکر راج جب سے دین مصطفیٰ کا ہو گیا
جب سے دل دیوانہ محبوب خدا کا ہو گیا
عشر میں نیچے لوائے حور کے پائی جنگ
چارہ سازی و حقیقت کی تو نام پاک نے
اول بعثت میں ختم الانبیاء یا لقب
جب پے گلگشت باغون میں مدینہ کے چلی
یا دل میں پھر بنے دی دل کی لذت بھگو
موم پھر گویا اس خستہ سیلانی نے کیا
شریعت دیدار نے اجمعی و دواوی وقتین
طوق دین مصطفیٰ کا جسکی گردن میں پڑا
جزو ایمان کیلئے کیا رتبہ بڑایا آپ نے
چار بارش چھکومت کی کیا جسدن جلوں
جو دھوون کا چاند دکھلا کر یہ کہتا ہے خاک
رحمت حق کیوں جو نازل محب پر کہو کے
روح نے جلوہ جو دکھا آپ کا فیض عشق

قلقل ساری خدا کی میں خدا کا ہو گیا
مصطفیٰ اُسکے ہوئے وہ مصطفیٰ کا ہو گیا
خلیعت سایہ اُس ذلالت رسا کا ہو گیا
نام اطہار کا ہوا شہسودا کا ہو گیا
رتبہ حاصل ابتدا میں انتہا کا ہو گیا
پھولوں کی ڈالی دین حسن صبا کا ہو گیا
زیر قائل میں اغتراب جہت کا ہو گیا
حلقہ اخلاص تکمیل نقشب پا کا ہو گیا
خوب بیڑا پارائیس صو آشنا کا ہو گیا
قید سے آزاد وہ بندہ خدا کا ہو گیا
چشم حوران جنان میں گھر حیا کا ہو گیا
حاکم آج و آتش و خاک وہو کا ہو گیا
لوشیبہ پاک کا ستیحت کا ہو گیا
آتش ہے آشنا جو آشنا کا ہو گیا
آشیانہ اُس گرفتار بے بلا کا ہو گیا

خاتہ جب ہو گیا بالآخر تو سمجھا میں
انتہا پر آست عاصی کی جب آئین کپی
دونوں خسار دیکھی دست بین ہوا ہونوں بچہ

ختم مجھ پر لطف ختم الانبیا کا ہو گیا
بول بالا ان غریبوں کی دعا کا ہو گیا
سرو شمس الضعیفی بدر اللہ ہے کا ہو گیا

نفت میں بچنے جو لکھا ایک پر چوچی امیر
نگہنی دولت وہ نصف کیسیا کا ہو گیا

حسنِ خلق کا ازل کے دن سے میں یوں تھا
دل کا جاگم جان کا لاناک غم جانا نہ تھا
بے تعلق کیا ہمیں اُس کے تصور نے کیا
باغِ عالم کا تاشا با عطفِ غفلت ہوا
شکر صد شکر اُس حسین کے نو سے رخنِ قبول
اس قدر اُس کے تصور نے تاشا ہے مجھے
کیا ہوا انکار اگر اسرارِ ہستی پر ہوا
گلِ سراپا گوشِ بخت کیوں نہ سننے کوئے
دار پر چڑھ کر انا لقی جو کہا منصور نے
ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو غباب
سُن لیے دو حرف جسے ہو گیا سرِ شمش
و عطف کی مجلس میں بھی آئے تو یوں تانِ عشق
جنگستے سلی و دشمن کے دیکھنے تھے شہر میں
دس ہوتا کسطحِ خلوت کہاں تھی رات کو
مزارِ عالم میں مجھسا سوختہ قسمت کہاں
دیر کی کتیر کر اتنی زائے شیخِ حرم

لا مکان کہے ہیں جسکو وہ مرا کشتا نہ تھا
سیہانِ جسکو میں سمجھا تھا وہ صاحبِ نہ تھا
جب مجھ کا یا سرِ گریبان اپنا خلوتِ شاہ نہ تھا
دیکھتا آنکھوں کا کانون کے یوں فساد تھا
خیمِ رخ پر چکے جبریل امین پرواہ نہ تھا
غیب ہو تا ہے کہ سخی میں بھی تھا یا نہ تھا
یہ کمالِ شوق تھا وہ نازِ مشوقانہ تھا
چہچہ بیل کے گلشن میں تلا نسا نہ تھا
وہ بھی اک تیرا کر شہرِ ہنس مرانہ تھا
اور وہاں اک چھڑی اک نازِ مشوقانہ تھا
پیشِ غم فسون سار کا انسون مرا افسانہ تھا
مے کی بوتل تھی نل میں ہاتھ میں چلا نہ تھا
بلکے جنگل میں سا مجنون بڑا دیوانہ تھا
چیل تھے ترس کے لکھے شمع تھی پرواہ نہ تھا
بس گیا قسمت کا میری کمیت میں بڑا نہ تھا
آج کعبہ بگیا کل بسکوی بھی تنہا نہ تھا

آزاد کیا اُسے سو بار پہنچے لے امیر
آشنا سے آشنا بیگانے سے بیگانہ تھا

میں بڑا مست ہوں جنت مر کا خانہ تھا
موسم گل میں چین کیسا پری سیخا تھا
پھول بھی تھے پھل بھی تمنا میں پکچا تھا
ہائے کیا دن تھے کہ دور باد و پیا نہ تھا
دلیگی تصور کو سولی ادب کے ترک پر
میں تڑپ کر کہیں لگا آواز بردار سی میں طغ
پھول جس گھر میں چنے جاتی تھے اپنے زمین پھل
راؤاد مر بست میں چن و چمن بر طوت
نہند کے جھوٹے چلنے کو کہیں پہنچا م فرج
حسن خطا بننے کیسا بچے دھوکا دیا
آج جس دل کا کوئی کا کہ نہیں کل تک یہی
بیٹھے بیٹھے حکم شے بیٹھے وہ قتل عام کا
کہتے ہیں فرنا دوشیرین کا کٹا گل چننے وال
گور میں اگر ہوا کوئی نہ نظر بہت کا شریک
پوچھتا ہے تیرا ہے غم اسکا مرے سینے میں اب
حال یہ سب کئے وہ بولے کہ جی دیکھنے لگا
ترپے بیٹھی میں شمعیں تیری مٹل کی رہیں
دلی لکھ میں تیر تیر اور دلیاں تھیں آہیں درد خیز

خور ساقی چشمہ کو خر مرا پیسا نہ تھا
پھول جو تھا وہ کسی محبوب کا پیانا تھا
آج ہے دیراں کہیں آباد مسرہ دیا نہ تھا
بادشاہوں کا جلوہ نما وہ نہ تھا نہ تھا
تھا انا معنی حق مگر اک حرف گستاخا تھا
لگ کے خنجر پیرنا تو باز معشوق نہ تھا
آج وہ اتم سڑے گل جو عشرت خبا تھا
ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا
تیغ قاتل کی زبان پر کون سا افسانہ تھا
میں نہ بھگا کچھ یہ سبزو سبزہ بیگانہ تھا
تھکا آئینہ تھا زلف پری کا شاہ تھا
جب کہا یہ کیا تو ہوسے ناز مسخو کا نہ تھا
خاک پتھر تھا خرہ بھیکا سا اک افسانہ تھا
جو بیگانہ تھا جھپکنے ہی پاک بیگانہ تھا
کیا ہوا وہ جو بیان دل نام اک دیوانہ تھا
ہائے کس گہنہ کو کس سید رو کا افسانہ تھا
گو یہ دن سے پنکیا جلتا ہر اک پروانہ تھا
وصل کی شب اُس طرف انسون دھڑلہ تھا

جلد ہم کو دیکھتے ہی میں نے پہچانا امیر

میرے ہی منجانیے کا چھوٹا سا اک ہمارا تھا

دروانیے سے ہر گھر تک سارا ظہور تیرا
شہر ہے افسانہ آداب دور دور تیرا
انکا کہان ٹھکانا جب ہر ظہور تیرا
اب بھی جو توند دیکھے تو ہے قصور تیرا
تجربہ میں ظہور سیدانجہ میں ظہور تیرا
پردہ نیچ میں ہوا غافل شعور تیرا
غائب جو آپ سے ہو پائے حضور تیرا
ایسی کو ان میں نگہ بین و یک بین جو نور تیرا
رکھا ہے نام پہننے دار السرور تیرا

آنکھوں میں نور تیرا اول میں سدور تیرا
جنت میں بھی ہے چراغے رنگ جو تیرا
تو مہر ہے لگے سب قطرے شبنم
لئے چشم شوق وہ تو ہر رنگ میں ہے ظاہر
میں آئندہ ہوں تیرا آئندہ ہے میرا
دو ہوش مشن ہو کر جا بزم معرفت میں
ہے بخیر ہی جس سے ہوا ہے فرنگ گل
خوشیدہ و سب میں جلوے ترے میں لگن
لے دل جو اسکے علم کو بخیرین جگہ ملی ہے

کس نادان ایسا راضی امیدوار ہے تو
دل بیکے بھروسے گا وہ اب حضور تیرا

میں رک نا چیز نہ اورا سے دعویٰ خدایکا
ستارا جنگیا آخروہ صبح آشنایکا
کہ اک پیوند ہے پیرا ہن رو و جدایکا
الہی ہودہ چھڑا تیری انگشت عنایکا
ابسرتا بیٹھ جانا ہے محیط آشنایکا
اسے ہر لگ سے تو ہونکہ ہے پردہ جدایکا
ہوا ہے حکم رحمت کو یہ کس کی پیشوایکا
سکھائے ہن چلن تیرو نکو اپنے دلربایکا
رسائی نے دیا کیا داغ ہو کو نار سالیکا

انہ شوق اصل کا موقع مذوق آشنائی کا
پڑا صد شکر جو داغ اپنے سینے میں جدایکا
درازی و میان میں آتی ہے کتب قیامت کا
سبے جو وج اپنے بحر خون میں جلتے اے قاتل
نورید بس طاعت کے لیے ہے صد معرفت
جلا آکیوں ہے یہاں محکوم شوق دل بزم کا
الہی کون ہے مگر مکی آمد ہے قیامت میں
بدت دل کو بنا کے ہن جو کچھ سمجھے تو کہہ دوں
بے چارے ایک بچہ دہو ہے پہنچے نہ طلب کو

قدم تیرا جہان بڑتا ہے بوندی کی آتی ہے
شبِ صلتِ نزاکت انکی شوقِ وصل سے بولی
وفا منظور اسکو بھی نہیں ہے اسکی فرقت میں
تحسینِ کمر آئے غافلے میں ہو چاروں طرف دیکھو
ہٹ کر سیر میں کالی بلائیں بوسے لیتی ہیں
سر کے پاؤں پر رکھے بناؤ جن بیتِ جستجو
بہت ہی بھر گیا ہے عمر کا بیانا تب چھلکا
تقص میں ہوں مگر سارا میں آنکھوں کے آگے ہے
نہیں ممکن ہے سونا بھر میں نیندا نہیں سکتی

ترے نقش قدم میں رنگ ہے پائے خائیکا
+ ترس کھا بچھ پالم وقت ہے بیدست پا لیکا
سبق پر مٹنے جلی ہے عمر اس سے یوفا لیکا
کہو جی اب بھی کچھ رمان نکلا خود منا لیکا
انہیں باتوں سے نہ کالاکو شہنائی جدا لیکا
مزد ہے خاک چھریا سے بت چھبیا لیکا
چرخ اک جھلکا تاسا ہے جزم آشنا لیکا
رہائی کے بلابرات تصور ہے ریا لیکا
طلایہ پھر رہا ہے آنکھ میں طوق طلا لیکا

امیر خسرو جان آفت میں ہر واحدِ صفدر
کر داما داسکی وقت ہے مسکاشانی کا

ترے بندوں سے کرتے ہیں بیست غمی خدایکا
دکھایا مہر نے جلوہ جوان کو خود منا لیکا
چلتی ہے جوشِ گل میں اس خیرتِ مزا لیکا
نئی رچ آئے مقتل میں دکھائی تمنا لیکا
نیا انسانہ کبدا عطف و شاد گرم ہو مجلس
نہ پہنچے لئے بے بال دہری کو شلِ گل لیکا
خدا کی شان ہے ترسا کرین ہم دیکھنے نامے
رکویا حسرتِ پاؤں میں جھکو لہو برسوں
+ نزاکت دیکھنا رنگِ حنا سے وہ کہتا ہے
کہا جب وصل میں میں ناک آنکھوں کے آگے ہیں

تاشاد دیکھتا ہوں تیری مشاں کہ لیکا
تو بوسے چوہے تو ہی مرے رنگ طلا لیکا
کہان دیکھا بچکنا اسے اس نازک کھل لیکا
لگا لایا گلین پر اوڑھ نہ کی ادا لیکا
قیامت تو پرانا حال ہے روئے جدا لیکا
چمن سے بچو بہم بھول داغ نارسا لیکا
مزد آئینہ لوتے یاد تیری خود منا لیکا
تصور رنگ لایا کیا ترے پاسے خائیکا
+ کہ تجسیر خون ہے ظالم مری نازک کھل لیکا
تو بوسے ان ابی رمان باقی ہے لایا لیکا

کیا سوائے عالم چپکے پرے میں مجھ کو تھے
کہیں کا لاٹوا غور شید مجھ پر بھی نہ ہو جائے
اُسے دیکھا جوتے تزع میں اُسید بول نہی
ہزار آئینے تین دو برہنہ کھین شکو میں ہم
کنت بہت ہے غل مہر دل ہے بادشاہ اپنا
یکو کوک ملک کیا جانیں کہ میں جو معلم ہوں
سیکھتی نہ پہنچا یا ہے جگہ مل نہیں سک
ہو اٹھارہ پیندو کی جبین پر دیکھ کر ٹپکا

تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا
ہیا ہے پھل کر کا جل مری شام جدائی کا
کہ دیکھو تو کتنے ولادہ آیا میری آئی کا
پسند آئین ہم کو پیشوہ خود شامی کا
ہلال سائے ناخن نہیں کا سہ گدا کی کا
پڑا ہے چہرہ نیکی پر پردہ بدمنائی کا
اگر مرا نگھوں میں سرے کی بدولت ہونے لائی کا
کہ ہے کار کو بھی داغ اُسکے در کی جہائی کا

امیر اک بات بھی واعظ نہیں کہتا خدا گفتی
خدا جانے بگا کرتا ہے کیا جموٹا خدا کی کا

لے ہے آفتاب حشر بھی کا سہ گدا کی کا
پیشکوہ بیوفائی کا یہ رونام کج ادائی کا
بڑا ہوتا ہے اس عمر رمان کی بیوفائی کا
خدا نے ان تھون کو کچھ نئی طینت عیادت کی
کتر واکا اسی کے تاج نہائے سلاطین کے
ہو آئینہ اداسے دل دیم اپنا تو سمجھے ہم
کرے کوئی جہان میں مجھ سے بڑ کر بندگی نری
بختری جلیج کرے جس کی باز دہستی میں
چھن کر حلقہ گیسو میں میرے دل کو کتھ میں
ہو اے مانگے ہوس میں نے پھر لکھا تو دو روکے
اکیلہ کو تکیے میں سلا کر حلقہ بے یارو

ستارہ خوب ہی چمکا ترے رنگ طلائی کا
سزا ہے دل لگانے کی غزوہ ہے آشنائی کا
نہ رانیں دہل کی دیکھیں دن ہنسے جدائی کا
خیر انجانا ہے کچھ جو سہ بیوفائی کا
کوئی نکر ڈا جو ہاتھ آیا مرے دلق گدا کی کا
دو ورق ہاتھ آیا یہ کت سب آشنائی کا
عجب کیا ہے اے بیکار خانہ ہے خدائی کا
غریب ان جو فرد شون سے نہ کھا گئے نہ نائی کا
ہی زندان میں رہتا ہے گنہگار آشنائی کا
نہیں چمکتا ہے پر جانا ہے جب کا گدا کی کا
بڑا بکو بھر دسا تھا قہاری آشنائی کا

ترقی پر کسی کی شوخیان ہیں خیر و یارب
 حیا کو چھیڑتی ہیں شوخیان چلتی چھست
 و دس مرگ آتی مجھ سے ہم خوش ہونے کو
 پڑی ہیں حسرتیں مردہ جلاویز انکوائی
 یہاں آتی ہے آفت عصمت کا وہ فاش ہوا ہے
 گرے سجدہ میں جیجکت پر لگی جو ملی گوت
 مجھے لے بہتین جیتف سے پکڑ نہیں آتا
 یکس میدانے دست نگاہیں خواب میں بچا

حیا کی جان کا دشمن ہے پکا خود مانی کا
 کہ ایک شمس ہے ابشتا ہر یہ وہ پار سانی کا
 ہوا مشاطی پیشہ مری مشام جہانی کا
 ذرا ہم بھی تو دیکھیں کس قدرت آرا نی کا
 جنون کا ماتھ ہے ایج اور دامن پار سانی کا
 بڑا لیلیکے ہوتے ہم نے توجہ جیہ سانی کا
 نگاہیں حریف کرتی ہیں تحفظاتی طلائی کا
 کہ فرادی ہے اب بکشتیں اس نازک کلائی کا

امیر اس غرق و غمار کو تم رہیں سنے کر دو
 ابھی قمر پر نہیں بھیتا ہے جام پار سانی کا

ان توغ حسینوں چہ جہاں حسین ہوتا
 پیکر وصل کے وعدے بھی حاصل نہیں ہوتا
 گردن میں بل سے جدا ہو گئی کب کی
 دنیا میں پر زاد دے غلامین حورین
 بے مل تو ہو سے سیکڑوں ہی سرور پ کر
 و حبا نہیں دیتا ہے لہو حسرت ل کا
 دل مجھ سے لیا ہے تو ذرا بولے ہنسی
 دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے
 کہتے ہیں ہم گشتے میں تمن پناہ دیکھیں
 اسکو تو کہتا نہیں کچھ حضرت سے نامح
 یہاں میں انھیں غیر کے چھین ہی کر دے

پل اور جا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا
 خوش و خوشی سے بھی مراد دل نہیں ہوتا
 گردن سے جدا خیر قاتل نہیں ہوتا
 بندوں سے وہ اپنے کبھی غافل نہیں ہوتا
 شمشاد امرے قاتل کا گردل نہیں ہوتا
 اس خون سے تر دامن قاتل نہیں ہوتا
 جنگی میں مسکنے کے لئے دل نہیں ہوتا
 عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا
 اچھی کبی مشور قوں کے کیا دل نہیں ہوتا
 چو بکو ہو پاک ایسی وہ عاقل نہیں ہوتا
 آنا بھی توجہ سے بخش دل نہیں ہوتا

مگر کشمکشوں نے وہ مزاحم کو دیا ہے
عاشق کے پہل جانے کو اتنا بھی ہے کافی
کہتے ہیں دم فرج وہ رنگ کر کوئی پوچھے
فریاد کروں دل کے ستارے کی آہی سے
آنکھوں کو کچے کوئی تو بھجاتی ہے جی پر
فریاد بھی کرتا ہوں تو اللہ سے اپنے
انہاں کسی کان کی حبسلی کا اڑا لے
مرنے کی ہون بڑے ہوئی شوق کو مرنے
وہ لاریوں کو آئین حسین چار طرف سے
جس بزم میں دو تیرے آٹھایے تھے ہین پردہ
کہتے ہیں کھل دیکھتے تیرے چہرے میں جو عاشق

اب نہ بھی کسی جانب منزل نہیں ہوتا
غم دل کا تو ہوتا ہے اگر دل نہیں ہوتا
اس ناز سے ناراض تو بس نہیں ہوتا
راضی گرا سپر بھی مراد دل نہیں ہوتا
اُس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا
اُس در کے سوا میں کہیں سائل نہیں ہوتا
یہ حسنِ ترپ میں تری ازل نہیں ہوتا
سب کہتے ہیں مشکل مجھے مشکل نہیں ہوتا
پرہائے ستم ایک طرف دل نہیں ہوتا
پردانہ وہاں ستم ہے ماکہ نہیں ہوتا
ہوتا ہے کہاں درد اگر دل نہیں ہوتا

یہ شہدہ نہیں ہے کہ امیر اسکو جوہر تو
حاصل بھی ہوتا ہے کہ حاصل نہیں ہوتا

خضر وہ مقصود اگر دل نہیں ہوتا
بزموں سے ترپا ہوں میں بس نہیں ہوتا
جھٹکے دیے سوابت کے کڑی بھی گھٹائے
زخموں کی ہنسی پر بھی نہیں آتی ہے غمِ غریب
آتا ہے جو کچھ سزا میں وہ کہہ جاتا ہے واعظ
کیا سحر ہے اُس جت کی نظر میں بھی الہی
کک رک کے تو خود پھیرتے ہیں خلقِ پختر
آہیے کو بھی روک دیا ہے کہ نہ آئے

منزل کا پتا سیکڑوں منزل نہیں ہوتا
آنا سامرا کام بھی تب تک نہیں ہوتا
گیسو سے کسی طرح حُسد دل نہیں ہوتا
پورا کوئی دارا سے مرے قاتل نہیں ہوتا
اور اُس پر یہ طرہ ہے کہ قاتل نہیں ہوتا
جب تک وہ رادھائے یہاں دل نہیں ہوتا
اور مجھ سے شکایت ہے کہ بس نہیں ہوتا
اب آپ بھی وہ اپنے مقابل نہیں ہوتا

راحت کا ٹھکانا نہیں اسکی کوئی پہلو
 آواز بھی ہوا سے ہے تو آواز سے اور بھی
 دریا سے محبت سے جہاں ترین وہ جا نہیں
 ترانے لگا دیا وہ پڑا آگے بگر پڑا
 جو لطف ہے آواز محبت میں وہ مجھ کو
 بولے چشت پارا ترانے کو جو چو چب
 وہ ہم میں کر زندہ ہیں اور اس کو سچے میں پہنچے
 جب درد محبت میں ولادت ہے تو یارب
 شرم اسکی بجھے مانع دیدار نہیں ہے
 مگر شے بھی ہے گل خون میں ڈوبا بھی لیکن
 مسرت سے ادھر اور ادھر دیکھ رہا ہے

ایس بھی کجنت مراد دل نہیں ہوتا
 ایسی سے الگ پردہ کھل نہیں ہوتا
 ہوتا ہے خدا جانے کہ ساحل نہیں ہوتا
 بچپن ہے وہ کیا جانے اور دل نہیں ہوتا
 عین کی بھی کرے پیر تو حاصل نہیں ہوتا
 دریا سے محبت کا تو ساحل نہیں ہوتا
 بے موت کوئی خدا میں داخل نہیں ہوتا
 ہر عضو میں ہر جہ میں کیوں دل نہیں ہوتا
 نازک سایہ پردہ ہے کہ حاکم نہیں ہوتا
 اسکی دل عاشق کے مقابل نہیں ہوتا
 بھوکا ترے دیدار کا سائل نہیں ہوتا

تم اور کوئی کامیہ اسکو سکھاؤ

سزا پانے ترے بچنے کے لئے دل نہیں ہوتا

عشقم نہیں جی جن سے بخلا دل گیا -
 بولے وہ سینے پر میرے رکھکے ہاتھ -
 اے نگاہ یاس تیرا جو برا -
 تیغ قاتل ہے اسے باوہار -
 کو چہ لگیو نہ ہاتھ آیا مجھے -
 مٹ گیا کامل کا کل اصلاح میں -
 آہنی دم پر جہان بگڑے حضور -
 مرے لئے کچھ عزت میں کیے -

دل گئے تم مجھ کو سب کچھ مل گیا -
 کہیے اب تو انتظار سب مل گیا -
 گھر تک نہ تا ہوا قاتل گیا -
 جب جلی وہ غنچہ دل کھل گیا -
 کالے کسوں سیکڑوں منزل گیا -
 معصوم عارض کا لفظ چل گیا -
 بے ہوئے آہنے دل ہل گیا -
 بیٹے بیٹے سیکڑوں منزل گیا -

برہن کرت مجھے تو لے منہ
جمع ہن سینے میں پیکان تر کے
جنے جوا نگا خدا سے دل گیا
سیکڑوں دل ہن اگر اک دل گیا

حل مرے مشکلا شائے کی امیر
یکے کیسی ہی کوئی مشکل گیا

دارغ غم نیم روز ازل ہی دل گیا
کوچہ غافل میں اپنا دل گیا
خواب میں آنکھیں جڑ لوں ٹھن
اٹھکے جا بیٹھا جوائے کے پاس میں
سکڑا نے من کھلا کیا وہ دہن
بڈیوں کی چاٹ پاتے ہی ہوا
آئی جب مہرا میں خوش حشو کی یاد
بیونکہ تھی کہن نہ رہنے کو شمع
مانگنے پر ہوس کے کالی زبان
اُس کا ترغیر تے ہی آنکھیں میر میں
کیا بلا بھکھو بلا کر خاک میں

تن میں جان آنے سے پہلو دل گیا
خاک میں لٹے کارستہ دل گیا
بولے آفت پاؤں میں بھل گیا
بولے کچھ دل بیٹھے سے دل گیا
غصے تصویر گویا بھل گیا
کیا سنگ محبوب سے دل گیا
سانے زنگر کا غم نہ بھل گیا
پیار کرنے کو سب محفل گیا
اب دعا دینے سے بھی سائل گیا
لواؤ مر غافل اوسر بس گیا
بان لقب عاشق گشتی کا دل گیا

وایے قسمت غافل آیا میں امیر
عمر مجھ پر غافل رہا غافل گیا

دامنوں کا نہ پتا ہے ٹکریا نون کا
گھر ہے اندکا گھر بے سرو سا نون کا
خاطر رنج و غم دور سے قسمت ہی نہیں
کب کسی اور کی جم سکتی ہے اس پر شری

حشر کچھ میں جسے شہر ہے عریا نون کا
پاسبا نون کا بیان کام نہ دریا نون کا
میر بان ہو کے ہوا میں انہیں بہا نون کا
تو سن ناز ہے کو کردہ تری را نون کا

گور کسری دمنہ بدلیں چو پہنچوں پہنچوں
 اگلے حکموں کی پوچھیں کہاں تک بھروسے
 کون گلی چہرہ رنگین کا نہیں دیوانہ
 قحط روزی یہ حیا میں ہے کہ کہتے ہیں بہنو
 کیا لکھیں یا کہ نامہ لکھا ہے سے بیان
 دل یہ سمجھا جو ترے بالوں کا جوڑا دیکھا
 بارش بادہ کشی مجھ کو میں تاقی واعظ
 سبزہ خطے گھاٹی ترے عارض کی پہا
 حشر میں قفل بھی عنوان نے نہ کھولا تھا بھی
 موحین دریا میں جواشتی ہوئی دیکھیں سمجھا
 سننے والوں کے نہ کھینچیں بل بڑول
 عرصہ ہستی و طول شب گور و حشر
 تیر تیر لگتا ہے کما غبار خاک
 درجہ ان کے نکل کر میں پناہ زمان میں
 عشق رخسار میں اقبال کندہ پایا
 دل مواب صبر گیسو شبنم میں مثال
 تو ذکر بال و برائے جو بنا یا ہے چنور
 بسلوں کی دم فصاحت ہے مدارات فرد
 آنکھ قاتل کی نہ کیونکر مرے زخموں پہ ہوتر
 آدمی غیروں کے اغوا نے نہ کھا اُن کو
 بخودی آغوش پر گرم یہ مجھے رکھتی ہے

تم میان سوتے ہو کیا حال چو ایا نون کا
 ڈھیر سقون کا ہے انبار ہے پرانا نون کا
 باغ غنچہ ہے ترے چاک گریبا نون کا
 رمضان خوب مہینا ہے مسلمانوں کا
 ناسلہ خاندہ کا غد میں ہے میدا نون کا
 ہے غنچے میں یہ کچھو پڑ پڑ نون کا
 خرچ کیا ہو ہے ان خلق کے دربانوں کا
 تھا جو لالے کا جس کیت ہوا اب انون کا
 جا پڑا غلام میں ڈاکا مرے ارمانوں کا
 یہ بھی مجمع ہے ترے چاک گریبا نون کا
 دام صیاد کا لچتا ہے تری تانوں کا
 بعد ہے جندہ و رب میں ابھی میدا نون کا
 خاؤ دل میں ہجوم آج ہے مہا نون کا
 گرد معلق ہے تمام ہے دربانوں کا
 آئینہ دست نگر ہے ترے حیرانوں کا
 خون ہو جائے گا دوچار مسلمانوں کا
 ہے ہوا خواہ ہا تیرے گس دانوں کا
 یار بیٹا تری تنواریں ہو پانوں کا
 زہرہ پانی ہوا جاتا ہے نمکدانوں کا
 کھیل سدا ہے بگاڑا زمین شیطانوں کا
 دس کو غیب را کھو ہوں خواب گلبانوں کا

میرے اعضا نہ چھنایا اور مجھے عصیان	شکوہ آنکھوں کا کروں یا میں گلو کا نون کا
قدروان چاہیے دیوان ہمارا ہے امیر	منتخب مصحفی و تیسرے دیوان نون کا
<p>تاریخ دین کبھی دولت پہ نہ شبیدا ہوگا یہی کا ہش ہے تو کیسا تن اعتراف کا پتا سورفت کے لئے ہے ترک تعلق لازم مرگ کے بعد ہے بیدار دلوں کو آدم نکڑے نکڑے نہیں بوجہ مرادول ساتی بھنے اندیشہ پیری میں جوانی کا فی دل کی آغا و محبت میں دس جھوٹوڑا یونانی سے تہا ری رہی ہر دم ہے خیال یہ نہ لگا کہ جگر دست کی خالی دیکھوں شاہ کو چھوڑا کے کیوں دشت میں جی بجائیں کیا بوالا ش جہ میری جو وہ ہنستا آیا</p>	<p>بیر و شیر خدا کیا سب دنیا ہوگا آج سے مٹے کر کل پر عفت ہوگا خوب سمجھے گا وہ تہب کو جو تنہا ہوگا نسید بھر کر دی سوسے گا جو جاگا ہوگا کوئی شیشہ کسی سجانے میں ٹوٹا ہوگا رات بھر خوف نہ صبح کو اب کیا ہوگا بڑھتے بڑھتے یہی قطرہ کبھی دریا ہوگا تم جو پٹے ہوئے کون کسی کا ہوگا دل بھر آئے گا نئی نئے سے جو مینا ہوگا خاک اڑاتے جدھر آجائیں گے صحرایا ہوگا چھپ کے اغیار سے تنہا فی ہن یا ہوگا</p>
عشق نرکان میں کہاں صورتِ رام امیر	نہیں آواز جتنی بستر پہ جو کا شا ہوگا
<p>کی جو کچھ عشق نے تاثیر تماشا ہوگا ہر ساقی کی کدورت ہے جو میرے دل تک جانے سے تمل مجھے کر کے نہ عزم کر قاتل تو ہی بگڑا شہ سے چٹ کے شوکانا لان قیس پیلے کے قصور میں ہے پیلے کیسی</p>	<p>تیری صورت پہ مری شکل کا دھوکا ہوگا جاسے سے درد سے بہر نہ یہ مینا ہوگا عقا جو ہونا وہ ہوا روئے سواب کیا ہوگا اسے جس قافلے کا قاصد روتا ہوگا پنہری دل کا سودا کبھی دیکھا ہوگا</p>

بے سبب زلزلہ عالم میں نہیں آتا ہے
 ہجر ساقی میں ہے دل چو کہون کیا گلگشت
 و کہو سے درد جدا ہونہ دل مخزون سے
 جوش سودا کے گھٹانے کی نہ کر کوئے قیس
 وہ جہان آج پر آیا یہ چمک اُٹھتے زمین
 گنج قارون بھی ملا کجک جو اسے حرص ہو گیا

کوئی بیابان نہ خاک تراشت ہوگا
 سبز و زریں کعبہ پارِ برف میں ہوگا
 اور اُٹھے گا یہ بیمار جو تنہا ہوگا
 بڑے کچے آخر کو بھی فتنہ ایسے ہوگا
 مہرِ فتنہ کے مقدمہ کا ستارا ہوگا
 عمرِ مفلس کی طسوجِ مرنے والا ہوگا

عشق اسکے لبِ شیریں سخن دکھتا ہوں امیر

درد بھی ہوگا مرے دل میں تو میٹھا ہوگا

سرد آہ میں جب کسی کے کینِ وطن یاد آ گیا
 جس جگہ دو گز زمین پانی نہ تھدی سمجھا میں گواہ
 تن سے باہر کے دھیان آیا عدم کا روح کو
 نزع میں سنگین ولی کا حال شیریں پر کھلا
 گو دہن بھی ہم نہ بھولے صحبتِ حجاب کو
 کھینچ کر چادر جو پھر تڑپت پر میری ڈال دی
 جامہٴ صد پارہ گل جب نظر آیا مجھے
 رہ گیا اپنے گلے میں ڈاکر با نہیں غریب

چار چوہے کے جب چلے تھنڈے چمن یاد آ گیا
 جب نبی دوجادین دیکھیں کفن یاد آ گیا
 قید سے چھٹ کر ماسنہ کو وطن یاد آ گیا
 موت کی سختی اُٹھائی کو حاکم یاد آ گیا
 گوشہٴ خلوت میں لطفِ انجمن یاد آ گیا
 سچ بتا کیا جھکولے دردِ کفن یاد آ گیا
 سو جگہ سے چاک چنا پیر ہن یاد آ گیا
 عید کے دن جسکو غربت میں وطن یاد آ گیا

شاعر دن میں بھی سخن سازی بے حد پڑا کر

رہ گئے نہ کھول کر جب درد ہن یاد آ گیا

دورِ دُکھ کے تو جو مری جان ہوگا
 ہشتا جام سے جہن لبِ جہان ہوگا
 نگاہِ خفا سے محبت جو نہایان ہوگا

آئندہ ایک طرف عکس بھی حیران ہوگا
 ساقیا روح چہرِ شہد کی احسان ہوگا
 درد پہلو کی طرح داغ بھی پہنان ہوگا

ہوں وہ دیوانہ مرے ہاتھ میں روزِ محشر
 غنچہ رنگ کو تو سو بار سٹ گفٹہ دیکھا
 اے جوانی یہ تیرے دم کے ہیں سارے جھاڑو
 خواہشِ میل تو کیونکر کہوں لیکن واضح
 اک پری رونے ہماری یہ بنائی صورت
 دستِ وحشت تو سلامت کر رہو نہ وہ
 زلفِ شانے سے یہ کہتی ہے نہ سرِ چڑھ آنا
 آگِ دل میں جو لگی تھی وہ بجھائی نہ گئی
 جان دیکر جو ملے ہوئے جان تو ہو گفٹ
 اے دل دورِ گزشتہ میں بڑا ہوں تنہا
 میرے اور غیر کے متعل میں کھینچے جوہر
 رات دن گیسو محبوب کا رہتا ہے خیال
 میں دمِ فک جو آغاز یہ جستا دی کے
 اور تیرے جانے کا دیدار سے شوقِ دیدار

غرض نادرِ اعمال گریبان ہوگا
 غنچہ مول بھی الٹی کبھی خندان ہوگا
 تونہ ہوگی تونہ یہ دل نہ یہ ارمان ہوگا
 دیکھ لینے کا تو حضرت کو بھی لوان ہوگا
 سیکڑوں پرین میں کیا حالِ سلیمان ہوگا
 اک جھنگے میں نہ دامن نہ گریبان ہوگا
 بیچ کچھ ایسے پڑینگے کہ پریشان ہوگا
 اور کیا تجھ سے چلے دینے گران ہوگا
 دل نہیں ہے کسی عشق کا جوارِ زان ہوگا
 اس طرح کا بیکو خالی کبھی میدان ہوگا
 امتحانِ عشق دہوس کا سرِ میدان ہوگا
 خواب آنکھوں میں مری کے چشمان ہوگا
 خاکِ الموت کو بھی موت کا ارمان ہوگا
 یہ وہ نعمت ہے کہ سیر اس میں نہ بہان ہوگا

اپنے مرنے کا تو کچھ کم نہیں یہ علم ہے امیر
 چارہ گفٹ میں جیب دہ بشتیمان ہوگا

یہ نہ تھا تو کاشخ پھر مجھے اختیار ہوتا
 وہ سیرِ مزار ہوتا میں تیرے مزار ہوتا
 مرانہ کیون اثر نہ مجھے کیون خوار ہوتا
 جو میں تو تیرا توڑ سکتا تو شرابِ خود ہوتا
 کہیں پا کے آکر کچھ جو آسید دلا ہوتا

مرے بس میں یا تو ارب و دو کم شمار ہوتا
 پس مرگ کاش یوں ہی مجھے دل پار ہوتا
 ترا میکہ سلامت ترے حم کی خیر ساقی
 مرے اتفاق کا باعث تو ہے میری نجاتی
 میں ہوں نہ ادا دیا کہ جاک یاں و تی

دہن پوچھتا ہے جھکوئی پہل اس چمن میں
وہ مزا دیا ترپ نے کہ یہ آندو ہے یارب
وہم نہ بھی جو دہوت بجھے آکے نہ دکھاتا
نہ ملک سوال کرتے نہ لحد فشار دیتی
جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی
زمین نہاں سے نکلو سچا کہو لا کھلا کہہ دو
دل دا غدار ہوتا تو گھگھے کا مار ہوتا
مرے دو دن پہلوؤں میں دل بیکرا ہوتا
تو خدا کے منہ سے اتنا نہ میں شہر مسر ہوتا
سرباؤ کو سے قاتل جو مرا مزار ہوتا
دہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا
اسے کیا گروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

سہری خاک بھی لحد میں نہ رہی مایہ زانی
اب نہیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا

کہا دھرتی دا ہوتا تو اوہر سے پیار ہوتا
تو شکر جو نے والا یہی جان شمار ہوتا
کوئی دل کو پید کر تا کوئی دل کے پار ہوتا
کہ وہ کہ نہیں ہی جتے جو میں جیتا ہوتا
جگر اُس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا
میں پٹ کے روٹو لیتا جو کہیں مزار ہوتا
نہ لپٹتیں نہ لائیں تو وہ دل کے پار ہوتا
یہ دل ہے دشمن جان ہی دو سدا ہوتا
اک کلاؤں میں گھرے تو گھگھے میں مار ہوتا
وہ دھرتی کیا نہ لگا جو میں جیتا ہوتا
یہ ترا شکر ہوتا وہ مرا شکر ہوتا
کوئی بول چمن لیتا جگھے میں مار ہوتا
تھیں میری شمعوں کا بھی نہیں اعتبار ہوتا

نئی چمن چٹین تاشل جو کبھی دو چار ہوتا
ترے عکس کا جو فائل کبھی تجھ پہ وار ہوتا
رہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے
اتھراں قدر تو ہوتا مرے ہوشے کاٹن پر
ترے ناوک او اسے کبھی ہاتا نہ ہمت
مرے دل کو یوں مٹا کر نشان تک نہ کھا
ترے تیر کی خطا کیا میری حسرتوں نے روکا
میں جیوں تو کسا ہو کر نہیں کوئی دوست نہ
مرے بھون میں جوتے تو نے دل گل کھلا کر
ترے نئے دل کو کیو نہ کر کہاں میں دکھاتا
مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا
سچہ آتے ہو جگر بڑا کے اپنا گہٹ
وہم غصے کا کہنا کہ یہ کا ہے کا ہے روزا

میں نشا رنجہ ہوتا تو قریب جان نکلتا

میں ترسا نکار ہوتا وہ مرا شکار

غیر مصل تو جو چیز دہرا کیہ سر چکا
ترے آنے کا بھی تو اسے انتظار دیتا

موت بان کس گیا ہے کسی کلمہ دار کا
کچھ تو سبب ہے گردِ غم میں دنیا دار کا
کیا دل جلا رہا ہے پس مرگ ہے دعا
جبکہ ملا کے خاک میں خوش ہو رہے ہو تم
گردِ نقش ہے جو نہ مکہ زالت نقاب
بھولن کا فنا ہے کاتری ہے یہ ہلات
آئین دویا نہ آئین ترس کھائین یا نہ کھائین
پھر بیٹھے بیٹھے وعدہ وصل اُسے کر لیا
دکھو زبیکسی سا نہیں کوئی بعد مرگ
روشن تو انگو اتی ہے میا ختم ہنسی
ایسا مزا ملا ہے تڑپ میں کہ ہے دعا
برگ لگے بچھن کے تم تھے جو سیر کو
وہ شوخ اپنی راہ ہے یہ اپنی راہ ہے
ساتی کے ہاتھ سے جو گرا جام کہہ اٹھا

اچھل رنگ رہا ہے عروس بیدار کا
اس پر پڑا ہے صبر کی بیقرار کا
نشتا رہے چہ سراغ الہی مزار کا
تکیوں میں دیکھو رقص بھی اُنکے عیار کا
خفا خفا غبار ہے یہ رو انتظار کا
ہر شاخ گل ہے پاؤں عروس بیدار کا
کب اختیار کرے بے اختیار کا
پہر اٹھ کھڑا ہوا وہی روگ انتظار کا
پروانہ ہو گئی مرے شمع مزار کا
اچھا ہے جو ڈگر تھے بے اختیار کا
بڑھ جائے اور طول شب انتظار کا
کیا آڑ چلا ہے رنگ عروس بیدار کا
کتاب کا دل رہا ہے نہ دل اختیار کا
ٹوٹا وہ دل کہیں کسی اسیدِ دل کا

ہمارے جو حسرت و ارمان کی پٹری بھاڑ
ملاوت اٹھا اسی سرِ غریبِ تقدیر کا

تارک پیٹ ہے پھول چراغِ مزار کا
جو بن خزان نے چھین لیا ہے بیدار کا

جھوٹا ادھر نہ آئے نیم بیدار کا
سالم ہی ہے بن سے تار کر بھی یار کا

یار بے مثل سے کبھی داغ آرزو
شاخون سے برگ گل نہیں جڑتے ہیں ٹانہیں
شبشون نے چمکیوں کی شہائی پر کاک کون
میری گلی بھانے کو آتا ہے بار بار
ہر گل سے لالہ زار میں یہ پوچھتا ہوں میں
اس پار سے فشار دیا گور تنگ نے
آسوار اور بدان میں اور تنگ کا دل
گردن نے لیکے اسکو ستاروں میں کو کیا
ہلچ نہیں ہوا سے چین میں یہ ڈالساں
پھولوں سے فرش خاک پہ تار کی چٹنگ لگو
آئندہ دیکھتے ہی وہ خود لوٹ ہو گئے
لپٹا میں خواب میں بھی تو بول لگ لگ

غٹا ہوا چراغ شب استغفار کا
زیور اترتا ہے عروس بس بیدار کا
سیٹھانے کو ارادہ ہے کس باؤ خود کا
ممنون ہوں میں گریہ ہے اختیار کا
تو ہی چاہتا دے دل واعدا کا
یا آگیا مزہ مجھے آنسو شیش پار کا
نارادہ حواں ہے سمندر کے پار کا
ادبچا ہوا جو ذرہ ہمارے غبار کا
مٹ جاتے ہیں بھول عروس بیمار کا
دھاکا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے حار کا
آخر پڑا ہی صبر دل بیتہ دار کا
مر سجا جائے بھول کوئی میرے ہار کا

آٹھ ہے نزع میں دھڑانے سو ایامیر
مٹا ہے سدا دل آسیدوار کا

جہاں یار کو کہتے ہو تم کہ ان دیکھا
وہی چراغ وہی گل وہی قمر وہی برق
دکائی آئے نے اُنکو عکس کی تصویر
نہیں ہے دختر ز ساجی کوئی متن پرست
کہیں تو دیکھ چکے ہیں یسین سے دل کو
مٹا ہے جن کو دولت کو زندگانی کو
بھنسی جو دام میں طیل تو کن نکا ہوں سے

کسی دم پوچھ میں اُوں بھی کہاں دیکھا
مئے لباس میں دیکھا سے جہاں دیکھا
تو ہنسکے بولے کہ تو نے مجھے کہاں دیکھا
نیک پڑی یہ جہاں کوئی نوجوان دیکھا
اگر یہ یاد نہیں ہے تمہیں کہاں دیکھا
جہاں میں نہ کوئی بارے خزان دیکھا
کبھی چین کو کبھی سوئے تیان دیکھا

ہوئی جو مسجح تو اُجڑا ہوا مکان دیکھا
خزان میں حالیہ جن تو نے باغبان دیکھا
نکا ہوا جو کہیں کوئی کا روان دیکھا
جو کچھ سنا تھا وہ آنکھوں سے ہیراں دیکھا
بڑے مکان سے آگے تو لامکان دیکھا

شب وصال وہ سلطان وہ روشنی وہ نشاط
پہرہ سار میں جو نکالا ہمیں تو کسب یا مال
ترسے وصال کی فرقت میں ہسکولیاؤں
کہیں گے وقت ملاقات اُسے اتنی بات
دکھائی تر کر بعلن نے شان بے رنگی

گیلی چترن میں آنکھوں میں کیا جگر میں چھین
امیر راج عجب نوک کا جواں دیکھا

انہوں آپ میں خواب فراموش نقش پا
فریاد کر اُسے لب خاموش نقش پا
اب تک سیطرہ میں لگے گوش نقش پا
کچھ تم سے کہتے ہیں لب خاموش نقش پا
آنکھیں کھلی ہیں خدب و گوش نقش پا
تھا اک تبسم لب خاموش نقش پا
جب نقش پا کو چھوڑ گئے ہوش نقش پا
آواز پاؤں نہ سنے گوش نقش پا
چٹکے سے جو تم میں لب خاموش نقش پا
چھاپے دوا لے گرمی آغوش نقش پا
ٹپتے ہیں رخسار لب خاموش نقش پا

وہ پاؤں تھے جو شاید آغوش نقش پا
سکے وہ پاؤں ہو کے جو ہوش نقش پا
کیا جانے آئی شہر خموشان سے کیا خبر
بیدار جانے والو غمبہ جاؤ دم تو لو
حیرت کی ہے نگاہ نہ سنا نہ ہو کس
ہم بے زبان خاک نشینوں کا عیش کیا
کیا وہ چلنے والوں کا غربت میں کس
لے دل چل کے ساتھ وہ بے پاؤں بطن
ڈرتے ہیں پاؤں رکھتے کو ایسا نہ کہیں
نازک بیت میں پاؤں نہ رکھ اس طرح قدم
کہا چین سے ہیں خواب میں سو گار خاک

اُس گرم رو کی شومی رشتہ سے امیر
اُڑتے ہیں رنگ رنج کی طرح ہوش نقش پا

جز خاک کچھ نہیں ہے خود ہوش نقش پا

کہ نہ کہ ہے نذر اتن تو سوس نقش پا

سوئے ہیں دونوں پاؤں ہم آغوشِ نقش پا
 ڈر ہے کہ پیشِ جاے کہیں دوشِ نقش پا
 اس شوقِ بینِ کشا وہ ہے آغوشِ نقش پا
 یاں کثر متبہجہ وہاں جو ششِ نقش پا
 چھلکے کہیں نہاؤں سرِ چرخِ نقش پا
 افسرِ طلب نہیں سردِ بوشِ نقش پا
 کیا رہتا ہے پر صفا کو ششِ نقش پا
 سا غریب ہے دستِ حقِ نوشِ نقش پا
 آغوشِ حور ہے بجے آغوشِ نقش پا

رشتہ جنوں میں اب وہ کہاں جسِ نقش پا
 وہ تیز رو ہے نارنگن دوشِ نقش پا
 رکھدین وہ آگے پاؤں بردوشِ نقش پا
 نسبت ہے علاءِ عشق سے راہِ حرم کو کیا
 اس سے پہلے نازدیکھے رکھ راہ میں قدم
 رقص سے ترے خاکِ نقشین کو کام کیا
 بیٹھا ہے داسے میں ہدایت کیواسطے
 دورِ غرامِ ناز ہے کس مسِ حسن کا
 یہ تو کہاں نصیب کہ اچھا آئینِ دو قدم

دعوت کی جلوہ گاہ ہے یہ شیفِ خاکِ امیر

میں ایک چشمِ دگر بوسہ دوشِ نقش پا

بید و مر کیاں کو تو درد ہو گیا
 تالے جو گرم میں نے کیے سو ہو گیا
 کاغذ کا پھول ہر گہ گل درد ہو گیا
 اتنا سا بوسے غنچہ کا سبز درد ہو گیا
 یہ درد آشنا ہر تن درد ہو گیا
 دنیا پر لات مار کے پا مرد ہو گیا
 دیوان کا ہر ایک ورق درد ہو گیا
 برج سے سبے جنگ ڈاگر درد ہو گیا

پہلو سے تو آشنا کہ میں سر ہو گیا
 ہنگامہ جفا سے ناک گرد ہو گیا
 کترا جو اپنے دستِ نگارین جو ہار سے
 ہنگامہ سیرِ باغِ جود و شوقِ ہنس پل
 دل کو ہار سے اب کسی پہلو نہیں قرار
 سر سے آشنا کے ہاتھ ہوا سرفراز میں
 یکسانیِ جمال کا لکھا جو میں درج
 مجھ کہاں ہے کوئی نہا میں خاکسار

عالم کی سیرِ آٹھ پہر ہے نصیبِ امیر

خلوت میں جیسے کہ میں جہان گرد ہو گیا

اکھڑا کھڑا نہ کوئی جسے رنگ نہ تھا
 نادان ہو دھوکا ہے تھیں لہذا نہ سا کا
 غاڑی نہیں لوٹ ہے گا لو نہ تھا ہرے
 بھڑست کو گلشن کی ہوا اس سنائی
 ایسا تری رحمت پہ بھروسہ ہے کہ تجھے
 اندر سے شبِ غم کی سیاہی کہ سحر بھی
 کیا جانتے کیا ہے ترے بیدار کی حالت
 گلزار میں پہلو نہ بہت لالہ و گل پر
 کیا خوف ہے آدمی کی طرح گئے جو دولت
 دعوہ ہو کر اصل کا آئے وہ پئے قتل
 کی آڑ سے مغلان کی نگہ خیر ہو یا رب
 دم توڑا ہے ترا بیمار محبت
 باغم میں جو کھانا ہے اس شوق کا جوڑا
 پریش کو کھیرن کی جا آئینگی حورین
 خوش ہوں کہ ترے کوچے کی من خاک ہو ہون
 کیا کیا ہے شبِ وصل گہرا بی حسرت
 دل چاہی کیے جیتے ہیں بوسے مژدہ دار
 کچھ خند نے کچھ غصے نے شوق کی گنگ کی
 رونے سے ترپنے سے مجھ پر خود ہی شوق
 اندر سے اس گل کی کلائی کی نزاکت
 مست ہوں سے پہنچو کیا کرتی ہے غزے

نہ دیکھے اٹھی تھی قصا کس کی ادا کا
 سیاہ ہے بڑوسہ پہ تھا ہے یہ خدا کا
 ہاتھوں پہ بھی ٹوٹا ہوا ہے رنگ خدا کا
 آنکھیں نکل آئیں کوئی انگور جو نہ کا
 احسان اٹھا یا نہیں جانتا ہے دعا کا
 پڑھتی ہوئی آتی ہے غسلِ قبلہ کا
 عیسیٰ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہے وقت دعا کا
 مرغانِ چمن یہ کوئی جھوٹکا ہے ہوا کا
 دودان بھی نیلا ہو گلیمِ فقر کا
 ہے حسن کے مشرب میں وفا نام خدا کا
 غم نے جبر کے سے مجھ جاک کی ادا کا
 یہ کوسنے کا وقت ہے ظالم کو دعا کا
 آؤ جلتا ہے رنگ اور مری بزمِ عرا کا
 کشتہ ہوں میں اک صاحبِ صیت کی جیا کا
 بے انگے خاک کا ہے جو سرکندہ پا کا
 چو کی ہے نزاکت کی تو پہرہ ہے جیا کا
 ان ننھے سے تیروں میں بھی ہر توڑ ملا کا
 منگل سے شبِ وصل اک پروہ جیا کا
 کیوں ساتھ چھڑاتی ہے قدیمی رفت کا
 بل کھا گئی جب بوجھ پڑا رنگ خدا کا
 کیا بھی ہے اندازِ قصا تیسری ادا کا

کیا اجائیے آجائے گا کس روز وہ جلاو
 بازو پہ مین اپنے دل بیمار کے باز خون
 اندر ہی اس ایرہ و مرقان سے بجائے

انسان کو معلوم نہیں وقت نقصا کا
 تنوید جو ہاتھ آئے مزارِ شہید کا
 یہ قہر کی تلوار وہ نادک سے بلا کا

مشتاقِ امیرِ اتر گئے دینا سے ہزاروں
 پردہِ رخ محبوب سے آشنا نہ کیا کا

ایک دل ہدم سے پہلو سے کیا جا کر
 سب کرشمے مجھے جوانی کے جوانی کیا گئی
 درد باقی غم سلاست سے گرا بل کبان
 آنے والا جانے والا بگیسی میں کون تھا
 آنکھوں کیا ہے مونی ہے سحر سے اعجاز سے
 مگر کیا میں جب تو ظالم نے کہا اس میں
 درد باقی دلخ باقی دل ہی پہلو میں نہیں
 جھوٹے وعدوں کو راحت کا سہارا بھی کیا
 بے تحفہ نشے نے تو آنکھوں کو دیا
 شربتِ دیدار سے نسکین سی کچھ ہو گئی
 آیت لا تقنطوا اتری تو عامی بول آئے
 مجھ کو گھوٹوں میں جو دیکھا چیر کر کھینے لگے
 نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے رتی قسم
 جب تاک تم مجھے شہید دل تھا آنکھوں سے بھرا
 مرگ دشمن پرکٹ اندس تم ملتے تو ہو
 شیخ جی میں اور شب بھر دھبہ رز سے اعلیٰ

سب ترچے تھکانے کا مزا جا کر
 وہ سنگین مٹ گئیں وہ دلوں کا جا کر
 اے وہ علم دوست وہ درد آشنا جا کر
 ہاں گراگ دم غریب آسا رہا جا کر
 اک لگاؤ ٹھٹھ میں سا رہا جا کر
 ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزا جا کر
 رہ گئے نا آشنا سب آشنا جا کر
 واسے قسمت یاس کا بھی آشنا جا کر
 پر وہ شہید سیلنگا ہون کا مزا جا کر
 دیکھ لینے سے دوا کا درد کیا جا کر
 آج شب ازیشہ کروڑ جہاز جا کر
 کیوں میان کیا ڈھنڈا پھر تو کرکجا جا کر
 خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جا کر
 تم گلے سے لگنے سا رہا جا کر
 پھر لوگے ہاتھ تو رنگب عا جا کر
 وہ قدس چوچکا دوا تھا جا کر

آئے تھے ہاتھ میں رنگب حنا جاتا رہا
 اب تو میری یو فانی کا گلا حب تا رہا
 آپ جیتے تو دل سے مدد مانجا رہا
 ہائے آب و ہوا کا وہ جہاں حب تا رہا
 براہوں بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا
 ٹائے و نازوں کا پالا دل مرا جاتا رہا
 کیا لہذا آنکھوں کا بھی اوجھیا جاتا رہا
 ڈرتوں کا ایک طرف خوف خدا جاتا رہا

شوخیوں ملک میں ہیں جتنا وہاں کا ہونگ
 ہائے وہ صبح شب میل کا کنا شرم سے
 بجز وہی کا ہونگ ہر دم کھا اٹھل سے
 دل وہی اچھین دہی لیکن جانی وہ کہاں
 ترے دشمن ہوگ دشمن بکا کرین جانی بھی شے
 میں نے چھاتی سے لگا کر حشور کھا عمر بھر
 گھورتے دیکھا جو بچھنوں میں جھلا کر کہا
 کیا بڑی شے ہے جانی مائیں ہی کا گھلا کر

کھو گیا دل کھو گیا رہبت تو کیا ہوتا اسی
 جانے دو اک یو فانا رہا جاتا رہا

مگر جو کسی کو دیا سے گیا
 خدا بھک لایا خدا سے گیا
 اشدوں میں دل کو اڑا لے گیا
 لگاوت سے بھک لگا لے گیا
 کہا دل نے وہ لیگا لے گیا
 کہ ہاتھوں سے دل کو بٹھا لے گیا
 ترپنے کا بھی وہ مرا لے گیا
 کنکھیدوں سے وہ دیکھے جا لے گیا
 جنوں آکے سیکو چھڑا لے گیا
 بنار اپنے دل کا نھا لے گیا

غنی ساتھ دینا سے کیا لے گیا
 بڑی پیچ و پر پیچ سختی راو دیر
 تری آنکھ کا تل وہ بادی ہے چور
 عجب تک عز دہی چالاک تھا
 کیا غم نے تاراج جب صبر کو
 گیا سامنے یا سکے میں تو یوں
 گیا دل تو طاقت بھی جاتی رہی
 بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر
 بہت تھے اسیران زندان بخش
 وہ جب تک رہا مجھ پر سا گیا

سب پار تھا سختی سے اسی

مرے امتحان کیوں نہ آئے گئے

پیش کو مری کون مرے مگر نہیں آتا
تم لاکھ تسم کھاتے ہو مٹنے کی عدد سے
قاتل ہی کے کھنچنے کی شکایت نہیں ہر دم
مین واسطے دیتا ہوں وہ خط لے نہیں جاتا
ڈرتا ہے کہیں آپ نہ پڑ جائے بلا میں
غیر دن نے برا جھگو کب ہو تو کب اہر
ناک کی خطا سے نہ کما مذاکر کی تقصیر
جو مجھے گزرتی ہے کبھی دیکھ لے ظالم
پھول اُسے کھلائے کہ جو یہ نہ کہو تم
دو دانوں پر افکون ہی کے دون فاختہ دل
کہتے ہیں یہ اچھی ہے تڑپ دل کی تباہی
جنگالی میں چلن رنج روشن کی شمایین
سلیمان کے ہیں چپ لٹ تو اکھاڑ ہیں کٹ ل
چوٹ اس نگہ ناز کی کسا تا نہیں لامع
دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پر رقت
غیروں سے اشارے مرے آگے سر محفل
کب آکھ اٹھا تا ہوں کہ آتے نہیں تیر
غرض کہ وہ دہر زن حد سے ہیں حد سے

تو نہیں آتے ہیں کہ چنگ نہیں آتا
ایمان سے کبدون مجھے باور نہیں آتا
غضب بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا
کا صد کو ذرا غائب بھی نہیں آتا
کوچے میں ترے قند محشر نہیں آتا
باور انہیں آیا ہو یہ صبر باور نہیں آتا
لے حاضر دل وقت برابر نہیں آتا
چہرہ دیکھوں کہ رونا تھے کیونکر نہیں آتا
اشد کے گھر سے ہیں زیر نہیں آتا
افس ہے اتنا بھی میسر نہیں آتا
سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا
آتا بھی ہے باہر تو وہ باہر نہیں آتا
منق اس میں بھی بال باہر نہیں آتا
یہ صید کبھی تیر کی نور نہیں آتا
بدل یہ تڑپ کہ کبھی صبر نہیں آتا
پہر آپ کہیں گے کہ مجھے شر نہیں آتا
کب بیٹھے اٹھا ہوں کہ چکر نہیں آتا
اہر بھی کبھی باور میں گھر نہیں آتا

ہم جکی ہوساں میں امیر آپ سے باہر
دو پر وہ نشین مگر سے بھی باہر نہیں آتا

کچھ ٹھکانا ہے نا توانی کا
 داغ دل میں جو ہے جوانی کا
 جانتا ہوں کہ خود نما ہو تم
 اور اے پیر چرخ کیا کو سون
 راہ میں دہانچے ملے تو ہوا
 حلقہ چشم وقت نرانا نہیں
 جو شش فصل بہار میں لے گل
 نازا لکے بھی اٹھ نہیں سکتے
 اس طرف بھی نگاہ لطف کبھی
 مرگ جسکو جان میں کہتے رہن
 شل شبنم ہادی قسمت میں
 رخ تما کس طرح میں دیکھ سکوں
 اے غم یار میں نہیں ثنا
 مہکرایا مجھے تو یہ سمجھا
 بہر نام کس در آئینہ
 چمکین باکین کو دیتا ہے
 گل کے سجھا یہ میں کہ دیدہ تر
 چوہ مومین کا بھی چاند صدف تھا
 نہ اٹھا غلشی میں دست سوال
 پورا پورا شبیہ دوست میں
 کیوں پیری میں داغ دل جو عزیز

نہ اٹھا ہر جہہ زندگانی کا
 گل ہے یہ شمع زندگانی کا
 پروہ کب تک یہ کفن ترا نی کا
 صبر تجہہ مری جوانی کا
 سامنا مرگ ناگہبانی کا
 ہے یہ چمکاتری نشانی کا
 رنگ ہے تیری نوجوانی کا
 زور ہے اب یہ نا توانی کا
 صد قرآنے نوجوان جوانی کا
 نام ہے میری زندگانی کا
 ایک دانہ ہے وہ بھی پانی کا
 زلف ہے لام کن ترا نی کا
 نام مٹا ہے نا توانی کا
 اکٹھے چمکا دیا نشانی کا
 چمک رہے اب زندگانی کا
 جو بن ابھسا ہوا جوانی کا
 چہر ہے شمع زندگانی کا
 ہاے عالم تری جوانی کا
 ہے یا احسان نا توانی کا
 رنگ ہے تیری نوجوانی کا
 چول ہے بارغ نوجوانی کا

دل بچوں سے اٹھانیں سکتا
منتظر حشر میں ہے دامن تر
رہ گیا ہے فراق میں مجھ کو
دل تو میں تندرک چکا ہے جان

شکر کرتا ہوں ناتوانی کا
میرے شکر کی مہربانی کا
آسمان پر ناگہانی کا
اب سب کیا ہے مہربانی کا

زمینیت کا اعتبار کیا ہے امیر

آدمی کیسے پانی کا

گھر میں تمہارے خیر سے جایا نہ جائیگا
دل گیسوؤں میں ہم سے چھپایا نہ جائیگا
بہ خود نہ کرو سال میں لے جلوہ صنم
کہتا ہے دل چسپاؤں گا میں خوبانہ عشق
تکواراں سے کج نہیں کشتی نہ کج سے
جب دیکھ لو گئے اس بری میری شکل تم
لاکھوں کو خاک میں تو ملا دیجھا آسمان
چہرہ چھپالیں آنکھ چڑالیں حیات سے وہ
لاؤں میں ان سے دل میں کو نہ کمال ہو
پینائے جنکو پھولوں کے ہار آنے بعد مرگ
ترباد ہے ہر دل سے شاؤں جو داغ عشق

آغوش نور میں کبھی سایا نہ جائیگا
اس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائیگا
ہوں ناتوان پھر آپ میں آیا نہ جائیگا
آنکھیں یہ کہتی ہیں کہ چھپایا نہ جائیگا
کیا شرم نہ آنکھ میں بھی لگایا نہ جائیگا
پھر تم سے میرے دلوں دکھایا نہ جائیگا
ظالم سے دو دلوں کو دیا نہ جائیگا
جو بن اجمار پر ہے چھپایا نہ جائیگا
یہاں خاک میں تو ملا یا نہ جائیگا
دو پھولوں سے کفن بھی بایا نہ جائیگا
مسجد کا ہے چراغ بجھایا نہ جائیگا

وہ چھپاس جن میں مراد ہے اسی امیر

بادیہا سے بھی کھلایا نہ جائیگا

دل میں خیال ان آنکھوں کا لایا نہ جائیگا
آہوں سے سوز عشق سٹایا نہ جائیگا

بے خانہ کمر خدا کا بنایا نہ جائیگا
آدمی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

یہ حیر و مشام غم ہے کہ کہتا ہے سادہ بھی
 گریں ہی جنانین تو ظالم جزا کے دن
 کیون بایں توڑتی ہے مے دل کا آس
 و حشت میں تھک کے نچرے یہ ہر دے کہا
 جگر بھی سے پاد سے مجھے سا قیاس
 دکھلا کے سبکو دست خانئی وہ کہتے رین
 روؤں گا درد دل سے کبھی مین جو باغ مین
 دوزخ نے جگہ دیکھ کے داک سے یہ کہا
 سونگسار لاکھ ہوں غمناک اس پاس
 بھر دیکھ کو قبر مین رہنے سے اسے کریم
 تیرے ہزار غم سے مین قاتل اٹھاؤ ٹھکانا

اب مجھ سے پاس آپ کے کیا نہ جائیگا
 آڑے مری وفا سے بھی آیا نہ جائیگا
 یہ گھر اُڑ گیا تو بسا یا نہ جائیگا
 مجھ سے تو ساتھ آپ کے آیا نہ جائیگا
 ہوں ناتوان جب اُم ٹھایا نہ جائیگا
 عاشق کا یہ ٹھوہرے چسپا یا نہ جائیگا
 پھولوں کو پھر صبا سے حسنا یا نہ جائیگا
 مجھے تو یہ عزیز مہلا یا نہ جائیگا
 دل مین جو درد ہے وہ بٹا یا نہ جائیگا
 یہ مرنے کیجو مجھ سے دکھ یا نہ جائیگا
 خنجر کا تیرے نازا ٹھا یا نہ جائیگا

دینار یا رکات اٹھے گا مزا میسر

جب تک دوئی کا پردہ اٹھایا نہ جائیگا

کھولے ہوئے جوڑا مجھے ایجان نہیں دیکھا
 وہ خدا ہوں جسے کبھی دانا نہیں دیکھا
 کیا کہتے ہو بس دیکھ لیا حال تنہا
 دانا دست جنون دیکھیں تو ہم نے کبھی انگ
 بیفائدہ تم کیسے چھتے ہو میرے کو دل سے
 ہر باد کیا مجھ کو ہوا آپ بھی بر باد
 کیا خرق ہے دکھلا کے دوزخ چھین مجھ کو
 دل لینے مین ہر طفل حسین جو تارے استاد

اس باغ مین سنبھل کر دیشان نہیں دیکھا
 وہ بھول ہوں مین جس نے گریبا نہیں دیکھا
 دیکھو گے ابھی تم نے مر جان نہیں دیکھا
 آغوش مین ملن کے گریبان نہیں دیکھا
 اس مگر سے نکلتے ہوئے مہان نہیں دیکھا
 نادان کوئی تجھسا دل نادان نہیں دیکھا
 اب بھی نہیں دیکھا تو کہہ دانا نہیں دیکھا
 اس مین تو نادان کو بھی نادان نہیں دیکھا

تیرنگہ یار نے بھی رخ نہ کیا ہائے
وہ دل تھا ہمارا تری تیغ نظر نے
ہے محفل دینا بھی عجب درد کی محفل
دیکھا تو مرے حال کو ستور مرتدہ تم نے
جان آنکھوں سے دہان سے نکلتے ہو دیکھے
آنکھوں نے جو دیکھا اُسے تو دل یہ بکاڑ

اچڑے ہوئے دل کا کوئی خواہاں نہیں دیکھا
سکوار کے منہ پر بھی ہرسان نہیں دیکھا
وہ آنکھ نہ دیکھی جسے گریبان نہیں دیکھا
پرویکھنے کی طرح مر سجان نہیں دیکھا
برول سے نکلتے ہوئے ارمان نہیں دیکھا
مین نے ابھی اے جلوہ جاناں نہیں دیکھا

افسردہ امیر اپنی تباہی سے ہے تو کیوں
کیا حوصلہ کلب علی خان نہیں دیکھا

میں کبھی وقت پر منتقل سے نکل جاؤنگا
لاکھ دنیا میں بھینسوں چال و دھل جاؤنگا
اس سزا میں میں مسافر نہیں رہنے آیا
خبر آئی کہ وہ آتا ہے عیادت کے لیے
سوچتا ہے مری تب دیکھنے فرقت میں طبیب
ہوں شک سوج کرے گا مجھے کیا تیرہ کوئی
مستی آن آنکھوں میں آتی ہے تو کہتا ہر جواب
بارغ عالم میں ہوں گویا شجر آتش باز
سامنے سے جو وہ سر کریں گے تو ہوگی یہ تڑپ
دیکھنے سے مجھے رخسار چراہر ہے کیا
مر کے بھی دل سے شے کار حسرت کا خیال
جوش و خروش میں مجھے تیرہ کی زندان نکرو
آتش عشق مجھے ہر گنتی عذار حسنین

کچھ زمانہ نہیں کروں جو بدل جاؤنگا
کہ میں اس بھول بھلیاں سے نکل جاؤنگا
رہ گیا تھک کے اگر آج توکل جاؤنگا
اب کچھ امید پڑی ہے کہ سبھل جاؤنگا
نبض کو ہاتھ لگاؤں گا تو جھل جاؤنگا
مثل آواز سوس سے نکل جاؤنگا
دیکھ تو آئی تو میں گھر سے نکل جاؤنگا
اور بھی چوں بھلون گا جو میں جل جاؤنگا
تکس آئید صفت تکر سے نکل جاؤنگا
دو گھڑی دیکھنے چوں کو ہیل جاؤنگا
ساتھ لیکر میں ہی حسین عسل جاؤنگا
سیل ہوں توڑ کے دیوار نکل جاؤنگا
دل میں سمجھا تھا وہ کا کہیں جل جاؤنگا

قدروان مستغنی و حضرت سودا تھے امیر
لیکے تربت یہ انہیں کی یہ غزل جاؤنگا

دو قدم میں میں دو عالم سے نکل جاؤنگا
تھوک کر میں تو ہوں مسل انگل جاؤنگا
کوئی جہاں ہوں برس کر جو نکل جاؤنگا
تو اٹھانا مجھے میں گر کے محسوس جاؤنگا
تیرے آغوش کے پانی میں نہ نکل جاؤنگا
میں پتنگے کی طرح وصل میں نکل جاؤنگا
ہاں اگر تو نے سمجھا لا تو سنبھل جاؤنگا
میں سیجنت و حوان بن کے نکل جاؤنگا
کچھ ترا وعدہ نہیں ہوگا میں نکل جاؤنگا
قید رہنے کا نہیں صاف نکل جاؤنگا
ڈر رہا ہے کہ نہ سنبھلون گھال جاؤنگا
رنگِ رخ میں نہیں تر اک بدل جاؤنگا

چال و دشت کی کسی روز جو نکل جاؤنگا
جوہری ہو کہ نہ کوئی سخن کا پس مرگ
اب میں گراں تر سے کہ ہے جو آیا آیا
کو سے جانان میں یہ کہتا ہے مراد دل مجھے
مجھے کہتا ہے شب وصل یہ جو بن اُنکا
پھونکنے آئی ہے کون آتشِ الفت بجو
عشِ سنبھلنے نہیں دیتا مجھے اے شوقِ وصل
جو تک دیگی جو مجھے آگ میں قسمت میری
آج ہر لمحہ دیتے ہی بنے گا ارجان
نور شمعِ قافوس ہوں میں زیرِ فاک
چکنی چکنی تری باتیں نہیں سنا صبح
دعا وصل یہ چاہی جو قسم جس کے کہا

وصل میں اُس سے مرا وصل کہتا ہے امیر

کیا میں اراں عدو ہوں کہ نکل جاؤنگا

سمندر سے دھم سوار آ کر لینا
کہہ رہا گئی ہے ذرا خبر لینا
بچے جو تیغ سے تم جیوں پہ لہر لینا
لگا دو ناغہ جنازے کو پھر سنو لینا
بلا میں اسکی مجھے سر سے تا کر لینا

حرمِ کوہِ قاف کی راہ گر لینا
جگر سے اٹھتے ہیں شعلے کہ لہو اچھوہم
یہ جگو دیکھ کے بکون کو حکم اید ہے
یڑ ہے دیر سے نئی خراب ہوتی ہے
لنگ لکشی ہے وہ لنگ لکشی جیڑ پڑن

<p>حسین شراب جو دین پیکے تو بکر لینا کہان چک کے یہ کجی گری خبر لینا شب فراق میں کرو شاہ مرا دھر لینا برات جاتی ہے کس کی فدا خبر لینا</p>	<p>منے اڑا کر در توبہ باز سے فراہ وہ شکر کے مہ چھیننے کو گھنٹو دین کہا سب سے گری گزشتہ کم نہیں بول تشیہ ناز کا تابوت اٹھا تو سر لیا</p>	<p>✓</p>
<p>امیر جاتے ہو تجھ نے کی زیارت کو پڑے گاراہ میں کبہ سلام کر لینا</p>		
<p>خدا سے کام پڑا ہے بتو خبر لینا جو دیر راہ میں آئے طواف کر لینا ہے من بیکت چہری فدا خبر لینا کہا اتنا سے کہ بڑھ کر ذرا خبر لینا جودل پر قبضہ مرا ہو تو جگر لینا اگر سب نہ سکون میں مری خبر لینا ابھی تو رات ہی سادی پڑی خبر لینا مری طرف سے بھی خنجر کو پیار کر لینا یہ کس نے پر سے سے جھانکا ذرا خبر لینا</p>	<p>دم اخیر ہے لازم نظر ارہ کر لینا چلا تو ہے طرف کعبہ یکہ اے حاجی چکار تے من یہ کشتے تمہارے قتل میں مرض غم کی حیات کو جب ہو وہ سوا یہ تیر غم سے کہتی ہے تیغ نازا سکی ہجوم ہو گا بیت جلوہ گاؤں حشر میں بار نہ تو زنا سے لے ل غلیظی میں دم گلے سق قتل کے دن عضو کھنکھتا ہے چمک کے ہر سے عالم پر گڑی عیسیٰ</p>	<p>✓</p>
<p>ترپ کے منہ سے کلیجہا گل پڑے نہ امیر سیت جو درد اٹھے دل پر ہاتھ دھر لینا</p>		
<p>درد اٹھ اٹھکے بتا کرے مکانا دل کا کیا ساق تھا جوانی میں زما نا دل کا جی جگڑا ہی دکھڑا ہے پیمانہ دل کا لذت نیش گھٹاتا ہے بڑھانا دل کا</p>	<p>ناوک ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا لوٹ جاتے تھے حسین دیکھ کنا دل کا کہتے ہیں کیا میں کہوں میں کنا دل کا آخر میں کہنے سے رک جاتا ہے قاتل میرا</p>	<p>✓</p>

دے دیکھا اُسے اور اُسے دیکھ لیا
 آج اس شوق سے پیکان مری دھن آیا
 اُسے وہ پہلی طغات میں میرا گنا
 عشق میں صبر کیا کیا حب کیا کیا کیا
 بچے بیٹھے رہو تو یوں پہ پڑا رہے دو
 تیس کم خوف تعارف و تنگ حوصلہ تھا
 سینہ چھلنی کیے دیتی ہیں بھگیاں اُنکی
 یوں نہ تہ آجیگا یہ مال کبھی وزو حنا
 حاصل آو کی پہلو سے صدا آتی ہے
 گناہ سے کہتے ہیں اُنکو اُسے اُسکو
 جی گئے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے
 حسرت نہ دے کا اندھے وقت میں جویم
 دل مرانے دیکھا دی مجھے شہی خالی
 اُسے وہ دیکھ کے ابھرا ہوا جوہن اُن کا
 شرب عشق میں کسی ہیں الٹی باتیں
 تیرے تیرا کہ وہ کہا کرتے ہیں
 دل جو دین اُن سے تو ہی جان یہ گرا پڑے
 کسی پہلو پہ وہ آئین گرا آئین تو سہی
 گریبان کوئے کا سرے خوب سلیقہ اُنکو
 پھر کر منہ مجھے تیرا تیرن اور کہتے ہیں
 جتنے باں توجی بھر کے نکالے گی باں

اتوار شوار ہے پہلو میں چھپا نا دل کا
 آگیا یا وہ کسی شوح پر آنا دل کا
 اور اُس کا وہ لگاؤ سے ہٹا نا دل کا
 جان جانا نہیں جہم یہ ہے جانا دل کا
 دیکھو اچھا نہیں ایمان اٹھا نا دل کا
 دل لگی جہتو سمجھتے ہیں لگا نا دل کا
 ڈھونڈتے پھرتے ہیں پھر لگا نا دل کا
 سیکھ زندہ لگا ہی سے چلنا دل کا
 اب وہ ہے رو کا گھر تھوڑا دل کا
 سامنے آہی گیا اب تو نا دل کا
 دل لگا کر جو نہیں آپ فسا نا دل کا
 کہ نہیں آپ کسی کو شے میں لگا نا دل کا
 پھر کہا دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا
 دو لون اٹھوں کو مر شکو دبا نا دل کا
 دے گئے جانے کو یہ کہیں کہتے ہیں نا دل کا
 کیوں جی تم نہیں گھتے ختم لگا نا دل کا
 اور رتا رکھتے ہیں یہ کہیں کہتے ہیں نا دل کا
 نہ نہیں بات مری میں فسا نا دل کا
 سیکھو لکھوں کی شراکت جانا دل کا
 رخ بدھکر ہم کہاتے ہیں نا دل کا
 دھل میں لوٹ لیا تھنے خزا نا دل کا

نگار سے غم سے نہ کہا نہ کیا کر
یوں آواز دینوں مستانِ ابد کا

ہرگز وصل میں اس شمع کی گہتی ہے امیر
جو جسے حکم آواز سے وراثتِ ابد کا

شرم آتی تھے خجستہ بھی جو عریان ہوتا
ابر ہی آکے مری خاک پہ گریان ہوتا
کوئی بے رحم ہی دل کا مری خود ان ہوتا
اب یہ صورت ہے کہ دہلی نہیں پہن ہوتا
جلوہ گر کفر کے آغوش میں ایساں ہوتا
برہ کے دامن سے ہم آغوش گریساں ہوتا
دل میں جو کچھ تھا سب نکھون ہو گیاں ہوتا
تیرے کبضے سے نہ پتا تو پشیمان ہوتا
اس سے احسان نہ کرتے وہ تو احسان ہوتا
صفت ان ادبوں کا شرمندہ احسان ہوتا
حشر کیا فتنہ ہے جس سے میں پریشان ہوتا
جموںک دیتا مجھے ہنسی میں تو احسان ہوتا
دل عجب گم رہا کہ ہنر نہیں ویران ہوتا
تو نہ کا فر کوئی ہوتا نہ مسلمان ہوتا
خون ناحق سے میں عمل پشیمان ہوتا

کیا میں اسے پروا نہیں مل کا ظہان ہوتا
رونے والا کوئی ہوتا تو کچھ آنسو پچھتے
دراغ ہی دیکھ کو لیتا کوئی لیتا تو سہی
حد ہی تھا دل بیمار کا غمخوارِ قدیم
حلقہ زلف میں دروغ جو جھٹاک رکھتا
لطف تھا دستِ درازی کا جب آدشتِ دل
دیکھتے چاہ سے تم پیار سے ہم تو شبِ وصل
پیکے داغ نامے گلگون مرے دشمنِ پیمان
ہو سکیا تجھ کو دیا ہے کہ خریدتا ہے غلام
ہلکے زخموں نے مزہ کچھ نہ دیا خوب ہوا
ایسے ہنر سے بیت دیکھے ہیں کس کو پہے میں
جب وہی ہر نہیں حسد میں تو دورِ حشر
ایک اور ان نکلتا ہے تو سو آتے ہیں
پوشِ بلی نگر شجہ و برہمن میں یہاں
کہہ اٹھا اس بے منصور انا لہجہ کہ داغ

گیا نہ دیتی ہے وہ رے کھٹک سلی امیر
دل کے بدلے بھی مرے سینے میں پکان ہوتا

ہم سے دلِ دردِ محبت کا دکھایا د گیا
زخم کھایا کچھ نہ کا کبھی کھایا نہ گیا

نبض کی چال سکھائی تپش دل نے بجے
 کتنا نازک متداول زار کہ چڑھ رہا
 کہیں کا جل کبھی آنکھوں میں لگا یا سر
 یہ مراد دل سے کہ جو سینہ انا نسبت زلف
 کہ ایک ملا دس نے ہر کام پہ کھائی غم
 دختہ ز شمع تھی ستون ہی کی کبھی برقی
 قیس کی خاک ڈالنے کو ہوا آندھی تھی
 جام سے وقت جہان میں پلانا کوسا
 لاش بے گود کفن یا دی غریب میں ہی
 بزمِ غم میں مجھے قسم تھی بنایا ہے چراغ
 چراغِ محکم نے شام میں دیکھ کر شش کی

عمر چلتے ہوئے گزری کہیں آیا دنگیا
 رنگ کا ہر بھی ہر گل جو اٹھایا دنگیا
 رات تھا کونسا طوطا کہ جگایا دنگیا
 دیکھو تھینے سے اک بال چھپایا دنگیا
 تیری رفتار کا انداز اڑا یا دنگیا
 چاروں پروے میں ساقی سے تھمایا دنگیا
 پروے گل نیلی کو اٹھایا دنگیا
 قدر زہر بھی ساقی سے پلایا دنگیا
 مر کے بھی غیر کا احسان اٹھایا دنگیا
 کس کا مہمان ہوا میں کہ حبس لایا دنگیا
 نام باقم تھا مگر میں کو مست لایا دنگیا

بیخ قاتل بھی ہے کیا چشم بے فیض امیر
 کوئی نظر کسی پیارے کو پلایا دنگیا

درد و غمت کے دہان سے بھی کھلا ہوتا
 کان میں جلیوں سے سخن دو بالا ہوتا
 طور پر مہیا اگر دیکھنے والا ہوتا
 جب میں کہتا ہوں نہ جھگڑا نہ گول
 اور سامانِ جنوں میں نہیں دیکھ رہیں
 ناز و ان کو گرا یا تو خاک کیا پایا
 منہ سے سرفراز تھی یہ نہیں یادہ کشی
 پھر پر آنکھیں جو کھالیں تو ہوا کھال

قید اگر عرش کی زنجیر میں نا لا ہوتا
 اشبہ ناز کو چمکا کے کھلا ہوتا
 دیکھتے برقی تجلی کو سنبھالا ہوتا
 بیخ کہتی ہے مجھے ریح میں ٹالا ہوتا
 کوئی کشتہ کوئی کانش کوئی چھالا ہوتا
 کسی گونے ہوئے جس کو سنبھالا ہوتا
 ٹوٹا ہوتا کوئی مٹی کا پیلا ہوتا
 کوئی اسان مرے دل کا کھلا ہوتا

شوق ہوتا ہے مثال کو چمکبازی سے
 ہاتھ سے یار کے شے پیتے تو ہوتا زنگناہ
 حسن بے پردہ ہر طور پکارا آکر
 دل خباب پہ سبلی کی طرح گرتی تھی
 فکریں دوزخیں جگے کھانے میں دم کو بگا
 ہول ہنس جس کے سے زخم جگر خجائے
 وادی گرم محبت میں ہر کشتہ پیاسے
 دہشت اللہ تو ہے آپ رگ گردن میں
 رگ جان آپ ہی گردن کے اچھل تو کیا
 پیاس سے تھکن میں بس کے بڑی ہیں کشتے
 کیا باجموم کے گنگور گشتا آئی ہے
 دہشت دماغ محبت سے جو ہوتا آگاہ

میں نے سرکٹ کے قفل میں اچھالا ہوتا
 کور سے بچ جاتے جھوٹا جو پیلا ہوتا
 چھپتے جب ہم کو کوئی دیکھنے والا ہوتا
 شرم نے جس میں شوخی کو سنبھالا ہوتا
 لاکھ شاہک میں کس کس کا نوا ہوتا
 کوئی خوش ہو کے اگر دیکھنے والا ہوتا
 کاش کہ جھولی سی چھال میں اچھالا ہوتا
 ہاتھ تو نے گلے میں کسے ڈالا ہوتا
 اس کے ڈوبے سے نہر کو اچھالا ہوتا
 چھینرتے خضر نائن میں جو چھالا ہوتا
 ہائے اسوقت مرا گیسو دن والا ہوتا
 جوتی ہر صول کو حسرت کہ میں لالا ہوتا

نطف حسرت کی گنگا ہون کا توجہ تھا کہ اسی
 ان گنگا ہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

آئیے اس محفل سے گھبراہٹ کا احسان رہ گیا
 قافلہ منزل پہ پہنچا ہاے لے دا نامک
 یوں تو دکھا سیکر ان فتنہ و قتل میں قدم
 بوسے کی لذت میں جو لے شکوہ دشت نام رہ گیا
 جانتے ہیں گل اسیکو ہم سیرانہ تھیں
 قالب بحدت کی کیا خاک ہو عالم میں تھیں
 دینا بس چیرائی نے پنی بانہ دی

نانو خانان کے نیچے دب کے دامن رہ گیا
 میں پریشان صورہ گردو بیا بان رہ گیا
 رہ گیا جو تکیہ اُسکے ہاتھ سیدان رہ گیا
 عیب شمع پر وہ بہت میں چہان رہ گیا
 دل میں جو داغ تھانے سے گلستان رہ گیا
 کوئی یوسف نے کیا غالی یہ زمان رہ گیا
 مرے دم نفاہ قاتل کا رمان رہ گیا

پردہ پوشی تو بہت کی زخم دامن دار نے
پردہ آتش رخ سے آئے سکو دکھلایا جمال
خکر کی جا ہے بڑی سینہ تنگانی کی امید
قلے حسرت ارٹالا جگہ شوق قتل نے
پردہ آہستہ ہوا فطر نقاب سے نہ ہٹا
ساتھ ہی گیسو کے آیا مصحف رخ کا خیال
دل جو سیرا گیا ہو کر بہو تو بہ گیا
کوچ ہے ہر منزل سبک ہو گیا بادشاہ

خشبہ قاتل گرغریان کا عسبان بگیا
رہ گیا تو اک مری آنکھوں سے چٹان بگیا
جذبہ دل سے ٹوٹ کر قاتل کا پیکان بگیا
فرج کرنے کا مرے قاتل کو ایمان بگیا
داعیہ دامن سے جو چھانا گریبان بگیا
خیر گزری جا چکا تھا آن ایمان بگیا
خک ہے انکی جگہ سپرد میں پیکان بگیا
اگیا اس گھر میں جو دور روز مہمان بگیا

آئے بیٹھے اٹکے کئے حسین لیکن امیر
شکل آیتین اس محل میں میلان بگیا

تصور میں زلفوں کے رویا کیا
وہ ہنس ہنس کے نشتر چھو یا کیا
دوان دکر کو دکھ کر وہ بہت
عجب قدرت حق کے لئے بہتیں میل
برا خواب غفلت کا ہو وقت کو ج
ہوا جب سے وہ گل حذر غریب
تصور مزہ کا تری رات عبس
ترچنے کی بیس کے دیکھی یہ سیر
رہا خواب میں ان سے شب بھروسہ
خفیہ سہرے غم نے غوطے دیے
جوانی میں بھی یان نہ آئی ہنسی

میں بالوں میں موتی سودیا کیا
میں درد کے دامن جگہ یا کیا
مجھے دو خون عالم سے کھو یا کیا
کہ مٹی کے پتلے کو گویا کیا
گئے میرے ساتھی میں سو یا کیا
مرے حق میں کانٹے ہی بو یا کیا
رگ جان میں نشتر چھو یا کیا
لہو سے دو تلواردھو یا کیا
مرے بخت جاگے میں سو یا کیا
خضر میری کشتی ڈبو یا کیا
میں اپنے لڑکپن کو رو یا کیا

اگر کچھ دن چڑھے تک مسواک

خرا دل کی غیب کا یوں بڑھ گیا

پس مرگ مٹی بھی اس نے نہ دی
اسیرِ ابر و صفت کھو گیا

یہ خانہ ہمارا ہے جلوہ کسی کا
جس دل پہ نظر کی وہ ہو کا شاہ کسی کا
جاتا ہے یہ اڑتا ہوا یہ خانہ کسی کا
دل لیے گواہ ہے یہ سیاہ کسی کا
یہ رعد ہے یا نعرہ مستانہ کسی کا
کچھ کام کراے ہمسو مردہ کسی کا
لبسِ نر ہوا جاتا ہے پرانا کسی کا
سو فیتے ہیں پھر تان نہیں ہوا کسی کا
پہلو سے مرے ہونہ جدا شاہ کسی کا
بر باد ہوا اللہ گھر ایسا نہ کسی کا
وہ جھپی ہوئی ہلکے سے پیادہ کسی کا
میں لپٹے سو اکیون کہوں ایسا نہ کسی کا
یہ آہی چھوٹا سا ہے پیادہ کسی کا
محشر میں ہے صفا اور بھی دیوانہ کسی کا
کیا جانے گھر میں مین بڑا دیوانہ کسی کا
ہو گا انہیں دیوانوں میں دیوانہ کسی کا
جو دل ہے شکستہ وہ ہے کا شاہ کسی کا
خود شیر قیامت گمراہی پرانہ کسی کا

ہر جامِ مین ہے جلوہ مستانہ کسی کا
جس آنکھ کو دیکھا ہے جلوہ خانہ کسی کا
جب دیکھتے ہیں ابرو کچھ مین کہم
ہو زلف کی لائی جو صبا میں لے یہ جانا
بدل ہے کہ یہ خانہ ہے بجلی ہے کہ ہے
نہیں بجھے اُس قافلِ عالم کی گلی مین
ساتی نہ دکھا یہ سرِ خدا سا غرِ خالی
یہ حسن کے بازار میں کیا ٹوٹ پڑی ہے
لے خالق سیدار مین سوتا ہوں خبردار
کیا تم سے کہوں دل کی خرابی کسینِ احوال
ساتی ہے جیسا جوئے ہے نگہِ خرم
فرماؤ پکی گزری جو مجھ پر نہیں گندی
اچھا اور بڑا دیتی ہے اُس حسن کی مستی
آواز پر پری سنو کی آواز کو سمجھ
نہاواں سمجھتے ہیں کہ بڑا مار رہا ہے
سستون میں کسی کے دل بخت کو ٹھونڈ
ہوئی ہے جگہ گنج کی دیرانہ ہمیشہ
غلا ہے کسی شمعِ جیوان سوز کی دہن مین

<p>سہریوں نے سہیں شوق سے گل گل لگا کر وہ خون ہے اللہ کی خدمت کا ناشا</p>	<p>مرغانِ عین کہتے ہیں افادہ کسی کا لنگ اور موتوں سے بڑا خدا گانہ کسی کا</p>
<p>بیکار امیر اپنے دل و دیدہ نہیں ہیں آئینہ کسی کا ہے یہ وہ مشائے کسی کا</p>	
<p>حیا بولی ابھرا جو جو بن کسی کا کہا میں نے حاضر ہے دل تو وہ بولے خدا مان ہوئے وہ تو بولی نزاکت بر چار وہ ہو کہ خورشیدِ محشر ترقیوں سے وہ خوش رقیبانِ بزمی چمکتی نہیں اس سے برقی ما بان انہیں پہلو گل میں دل تنگ غنچہ ادھر بھی کرم اسے نسیمِ بہاری نظر جاتے ڈرتے ہیں چین چین سے نکد خنک لے سوئے غم خونِ سیا دھکیا ہانے ہوتی ہے کسی جوانی کچھ اس درد سے عشق میں کوئی بدلا جوانی کی آمد ہے ہوا ہے غصہ</p>	<p>مشا و رنگی میں چلبلا بن کسی کا اکو احسان لین میرے دشمن کسی کا اکو مجھ سے نہ پہنچنے کا دامن کسی کا کسی سے دبے گانہ جو بن کسی کا بڑا کھلے میں کیوں ہوں دشمن کسی کا لنگتا ہے پرے سے دامن کسی کا جوانی سے اوشا ہے جو بن کسی کا ترستا ہے چلوں کو دھن کسی کا یہ چلن چھپائے ہے جو بن کسی کا بچے اس سے رنگا ہے دامن کسی کا ابھی کھینا ہے لڑکپن کسی کا اڑچھ اٹھائیں گے شیون کسی کا وہ نازوں کا بالا لڑکپن کسی کا</p>
<p>شباب آچکا اب کسے دیکھتا ہے امیرائے کے پر بار جو بن کسی کا</p>	
<p>سائب گویا بی نہیں رکھتا دہن تصویر کا ساتھ جا بیٹھا عدم تک یہ رہن تصویر کا</p>	<p>خاموشی کہتے ہیں جبکہ جو سخن تصویر کا یہ رہن تصویر کا ہو گا کفن تصویر کا</p>

مرد زلفت نے یہ صورت بدل گئی مری
حسن کھلتے ہیں حسینوں کا جسے جنتی نگاہ
نکرتے نگین کب ہوا کرتی ہی پیری میں
دیکھو جو کچھ سامنے آجے سنو کچھ نہ بول
اور سب حسن ان گلوں میں ہیں غالی نہیں
صانع قدرت کی ہے عالم میں صنعت نیا
غیر ممکن ہے کو فیض اس کے عقل میں
کم بنگا ہی سے وہ دیکھے جس کی تکی کی
جلوہ گاہ یارین ہر گاہ ہے میرے دو چار
کوئی شہرت ہون مجھ میں نہیں اور تیغ ناز
حبیب چور ایک ہی گھل اس کام مریدانہ بین

میں جو دن تو نہ نگین اہل دین تصور کا
جس قدر دیکھو ابھرتا ہے دن تصور کا
خشک ہوتا ہے کہیں غفلت کہیں تصور کا
انکھائی سے کی پیدا کر دہن تصور کا
نگ لاکھوں براہین تھا چمن تصور کا
بانگین نقاش کا ہے بانگین تصور کا
نماؤ کر کہے کہاں پیدا ہر دن تصور کا
ایک کا غدیہ آخر جا ہے بدن تصور کا
کرتی ہے نظارہ ساری انجمن تصور کا
زعم کھڑا کر کیا ہو دے گھا بدن تصور کا
کیا دل پڑا غ میرا ہے چمن تصور کا

ہو نہ وہ وحشی کہینتا ہے جب مرا نقہ صبر
چاک کر دیتا ہے اتنی پسین تصور کا

شوق خلوت میں بھی ہوا جنمیں آگاہی کا
یادوں پر تیرے ہر دم سے شیدا کی کا
یادوں صبر میں کچھ کب ترے سودا کی کا
خاک پہ غفلت چھپکا ترے سودا کی کا
ہم ترے حسن کے بازار سے چر جائیں لیکن
بے خیالی میں حیرت رگس سے کھلی
شفیق شام نہیں ہے یہ مرے اتم میں
لاکھان پر طلب مر کھڑا نہ بھی کیا

آئینہ خانہ ہے گونہ مری تنہائی کا
ہو نہ مقصود ہی پردہ ہے حسین سائی کا
دل میں لالے کے سدا داغ ہی تنہائی کا
داغ ابھل کر وہ ہوا لاکھ سرائی کا
طوٹ گیا کا ہو جو سوئی سے تاشائی کا
لگیا کہ ہے سر پہین مینائی کا
سنا کہ آیا ہے کلیجہا شب تنہائی کا
سحق ہو بہتر کب ہم تنہائی کا

رو سفیدی مجھے حال ہے کجی میں
 شوق دیدار میں مٹتی ہے جو شرف نگا
 دل کھاروسی سے کیے اللہ نے ظن
 اس رخ صاف کو دیکھو توڑ پھڑ اور فروغ
 مال جلتے ہیں غم جو دیکھ کے وہ خلق کہاں
 دست گستاخ سے کروا میں چھ کوڑ جا
 کوئی نا انہیں بھٹک جو بجز یاد خدا
 تین خرکان کا غضب ہاتھ لگایا تھے
 عین سجدے میں میسر ہے نظارہ اسکا
 معجبت مردم جس میں بیٹا نہیں دل
 شوق سے تیغ لگاؤ بچھیں بڑے ڈر

میں بھی کیا خط عمل ہوں کسی رسوائی کا
 ناتوان میں انہیں شہسب ہے توانائی کا
 بجا را کچھ جوانہ صبر اشبہ نہائی کا
 سر ہو گریہ نفس آئینہ کی مینائی کا
 رنگ ہے فلس و غم کی شناسائی کا
 لے ڈھنچا ہے یہ کوچہ تری رسوائی کا
 لا مکان گوشہ ہے خادیم می تنہائی کا
 کٹ گیا اسے نگہ چشم تماشائی کا
 چشم نیاسے کہ درخ پختی جین سائی کا
 لاکھ تصویریں ہوں پر رنج ہو تنہائی کا
 خندا زخم دھند و راز ہو رسوائی کا

پایس اس کی جو بچھے گی تو سے کوڑ سے
 غرت خالی ہے ایسا راتو تنہائی کا

دراغ و بگاڑے شوق خود آرائی کا
 جسے دیکھا ہے تجھے دکھتوڑ ہیں سب کو
 آنسو دیکھ کے آئے ہیں مرے میں ایسے
 راستی غلام الفت میں رہی ہلو پسند
 جو رہو لون کے تھامی پتھرا لے بس
 تو بھی آئے تو نہ وہاں کھڑا کر دیکھے
 چیخ اٹھا لوٹ گیا تو نہ اٹھا دی ہونقا
 لے اہل جلد خبر لے کہ ڈراتا ہے تجھے

دیکھ آئینہ ہے دشمن تری کینائی کا
 خلق ہے جمع تماشہ ہے تماضائی کا
 خود وہ سنجہ تے میں اپنے تماشائی کا
 جب کہا قصد کیا شیر کی پیرائی کا
 مگر میں صیاد کے ہے حکمہ گیرائی کا
 اور ہی رنگ ہو اب تیرے تماشائی کا
 آج ہی چھوٹ گیا تیرے تماضائی کا
 دیوین بن کے از صبر اشبہ تنہائی کا

دل مرا سینے میں کیا، بتو وہ عالم میں نہیں
 تجکو بھی جلوہ گزرا زمین رو کا تھا
 پھر تھی ہے حسرت پاؤں دو عالم میں
 اپنی جلوے کو وہ خود دیکھنے لگتا تھے بہن
 دشت میں لالہ ہے گلزار میں گل بہن میں
 دوزخ برقی تجبی نے سنبھالا اسکو

جلوے کے خیال اُس بعد ہر جانی کا
 حوصلہ دیکھ لیا اپنے تماشا فی سنا
 اک جگر باؤں ٹھہرا زمین ہر جانی کا
 واہ کیا آنکھ ہے کیا دل جو تماشا فی کا
 ہر جگر رنگ نیا ہے مے ہر جانی کا
 دھوکہ دیا جو تدم تیسے تماشا فی کا

سرخ و زرد دشت سے ہر جگر زمین امیر
 یہ بھی شاید ہے خدم اُس بے ہر جانی کا

سو تو تیر خودی پہ ہے جلوہ حبیب کا
 میاں دیکھ تو پاس ہے لازم غریب کا
 اندر سے پاس عشق میں تجکو حبیب کا
 ہوں وہ مرے ہی دم کبیر ہے دوز رنگ
 عشاق کی خزان سے ہے عشق کی بیدار
 کئے ہیں یہ بچے کو یارب دکھا دلا
 بکھے جسے تجلی فرشتہ کلیم
 ہر سرور پر غار مرق ہر گل چسینہ چاک
 ہوسے خوشی کے جانے سے باہر سے آنند

اپنی خودی پہ ہے مجھے دھوکا قریب کا
 لکھا دے شاخ گل سے قفس غریب کا
 آنسو ٹپک پڑے ہو دکھا دن قریب کا
 شہباز امر عراج بھی نسیم حبیب کا
 خازن ہے سنے گل کو ہو عندی لب کا
 اتنا سا ہو گیا ہے جو مناس غریب کا
 قدر پر وہ تھا جمال خدا کے حبیب کا
 قمری کا دل ملا ہے جگر عندی لب کا
 منہ دیکھ کر اٹھا تھا یہ کس خوش نصیب کا

اسلام اک ہی ہے سچ زبانا کا ایسے
 اسلام و کفر میں بھی ہے رشتہ قریب کا

شہر گل کو جو پہنچے تھے تھے دیکھا
 کبھی سرتی پہنچے یار کے ہاتھوں کو سفید

تو اسے چاک گریبان اُسے روئے دیکھا
 آبرو منت میں مجھوں کو ڈھرتے دیکھا

گل کو چستے نہ بیان شمع کو روتے دیکھا	ر	گھر مگر اور غریبان سے بھی بڑھ کر ہے خراب
جاگ اٹھے بخت مرے اُسکو جو سوتے دیکھا	ر	بن پڑی کیسی کہ غفلت میں لیا بوسہ رخ
شمع کو محفل مشادی میں بھی روتے دیکھا	ر	عیش میں سوختہ بچہ زین کو ہے اندوہ نصیب
کسے گل غنچہ تصویر کو ہوتے دیکھا	ر	دل تر سے عاشق حیران کا شگفتہ کیا ہو
شمع کو اشک سے دامن جو بھگوتے دیکھا	ر	ہوں وہ عاشق کہ جہاں وہم نہ تابے جنگ
سیکڑوں محفلوں میں بل بوتے دیکھا	ر	دندے سے سارے زمانے کا قراؤ نہ خال
جان کو مال کو ایمان کو کھوتے دیکھا	ر	کیا پوچھتی کا کوچہ ہے کہ اس میں سبکو

ہے مرغل کو قورنہ کا ہیشہ سے امیر
یوں ہی دو مال چو مال بھگوتے دیکھا

سند پیر لیا دیکھ کے رخ ہم نے پری کا	ر	نقاد حیان میں نقشہ جو تری جلوہ گری کا
لو جلد خبر وقت نہیں بے خبری کا	ر	آخر ہوں جن عالم سے چسپاں سحری کا
چونکہ زمانہ نہ رہا بے خبری کا	ر	بر صبح کو یہ شور ہے مرغ سحری کا
سند دیکھ رہا چون میں چسپاں سحری کا	ر	وقت نہیں آب بزم سے ہوتا ہے یہ رخصت
پردہ نہیں اٹھاتا ہے گز بنہ سحری کا	ر	دیتا ہے خبر پر غبر حجاب کا اٹھنا
بہکا ہوا رخ سنا ہے قدم کبک دہری کا	ر	سستی میں کہیں دیکھ لی اس ماہ کی رفتار
چہرہ ہے اگر حور کا جوہن ہے پری کا	ر	اس کی قدت کا تماشہ سہم ہے
لاندہ کے اکھاٹے میں یہ چہرہ سحری کا	ر	یہ خانے میں دورے گل رنگ نہیں ہے
آنا وہ دے پاؤں نسیم سحری کا	ر	یاد آتا ہے گلزار میں اس گل کا وہ سوتا
اچھا نہیں چرچا میری بے بال و پری کا	ر	دور سے یہ خبر اڑ کے نہ میا کو پہنچے
بے توہم گل نطف نہیں جاسورہری کا	ر	کچھ روز ابھی صبر کرے چہرہ دشت
سند نکلتے ہیں پردا نے چرخ سحری کا	ر	احباب دم نزع مجھے دیکھ رہے ہیں

گھبرا کے چلے آئے مے گردہ امیر آج
احسان ہوا بھپڑی بے خبری کا

عمر برق و رخسار ہے دنیا دماغ سے کوئی دل نہیں خالی ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع نشہ عیش این نصیب کسے یار با شمش کا شوق ہے اسکو دل رغبت سے کرتی ہے نفرت آلے جانے پر ہانس کے ہے دل اپنے مستون سے بھاگتی ہے دم ایک جھونکے میں ہے دوسرے دوسرے کوئی کا خر کوئی مسلمان ہے	کتنی بے اعتبار ہے دنیا کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا غرضہ کار زار ہے دنیا کس دیا غمار ہے دنیا یار و گون کی یار ہے دنیا بڑی پر ہینہ گار ہے دنیا سخت ناپا مدار ہے دنیا کس قدر ہوشیار ہے دنیا چارون کی بہار ہے دنیا محبوب نذر و ناز ہے دنیا
--	---

بدتر از اسکو سمجھو خزان سے امیر
دیکھنے کو بہار ہے دنیا

جی ہی لے گا غم حسان میرا ملکا ابوت جسے کہتے ہیں تجسس دامن ہے ترپسین حسین شرم کی بات ہے لے ذوق سخن چیز ہے یہ بھی پر ناز و دل کی ہونہار دم دست جلون میں بڑا لگ نگ لائی ہے یہ غنبار ہی چشم	مکھو کھا جائیگا کھان میرا زندگی بھر ہے گھبران میرا اتنگ ہے بھڑو گریان میرا گور دیکھے تن عریان میرا ہم رکھا ہے طمان میرا نہن کے دانہ ہو جو خندان میرا داسن گل ہے گریان میرا
---	--

دل جو ہو جائے پریشان میرا
دشتِ حسن ہے دیوان میرا
وہو گیا نامہ عصیان میرا
اور او دن ہے یہ مہمان میرا
کیا کرے گی صفتِ شرکان میرا
پاکون چڑتا ہے گریبان میرا
کیون خفا مجھ سے ہے ہمان میرا

دشتِ دہر پریشان ہوا بھی
بہت ابرو کے گلے میں مضمون
چلایا منو جو غامت سے بے
پھر کیا ان میں غم محبوب کہاں
صنعت سے ہوں صفتِ تارِ نظر
رحم کر رحم کرے دستِ جنون
کیون اکھا درد مرے پہلو سے

کیا دورنگی ہے نلے کی امیر

میں حزنِ زخم سے خندان میرا

درد کی طرح چمک جائے گا
عسِ رفته کو بھی بکوائے گا
دیکھے دل سے اتر جائے گا
کیا جنازہ ہے جو استوائے گا
کبھی کبھی کو بھی ہو آئیے گا
کون سمجھے گا جو سمجھائیے گا
آپ مرقد چمن در آئیے گا
کیا میں شربتِ ہن چوئی جائے گا
بوجہ یہاں سے استوائے گا
کیا اندھیرے میں نہ گمبائیے گا
کوئی دم بیخ کے آٹھ جائے گا
منہ سے کچھ اور نہ خسرائیے گا

میرے دل میں اگر آپ آئیے گا
میری قربت پر اگر آئیے گا
سبکی نظروں پہ نہ چڑھیے اتنا -
آپ کے در سے میں اٹھنے لگتا
تویر کو چلیے ابھی حضرتِ دل
میں تو ہوں حضرتِ نامِ وحش
زندگی میں تو نہ آئے اک دن
شیخِ ماکین آکھو خستہ روز
اس قد کون ہے دلِ نام سے ناز
حکم ہے شیخِ عجب و غیب و صل
آئیے نزع میں با میں پوری
وصل میں ہر لب و لہجے کہا

تو رہی برقی آپ کی بیوہ نہیں
 ہاتھ میں نے جوڑ حیا تو کہا
 زمرہ کلمے کو کہا تو بولے
 سر میں نزع میں بولیں مجھ سے
 رنگ گل ہو کے چمن میں رہے
 دل مرا لے تو چکے ہیں سدا کار
 آپ نیٹھے تو کہا فی دل کی
 آنکھ میں پھیل نہ جائے کا جل

درو دل کو مرے چکا ہے گا
 بس بیٹا یوں نہ پھیلا ہے گا
 ہم جلا لیں گے جو مر جائے گا
 چھوڑ کر رسم کو کہاں جائے گا
 بوسے گل جو کے ڈاڑ جائے گا
 کہیں ہاؤس سے نہ اٹھوئے گا
 نیندا جائے گی سو جائے گا
 دیکھئے بن کے گرد جائے گا

جس طرح عمر زری ہے ایسا
 آپ بھی یوں ہی گر جائے گا

ہو چکا وعدہ کر کل نیٹے گا
 تازہ دیکھ کے پچھتائے گا
 رنگ لے صخر دل لائے گا
 وعدہ آنے کا جو فرمائے گا
 دل کو قابو میں اگر لائے گا
 اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہے
 داغ پر داغ وہ دے کر بولے
 ہوا و حشر سے میں ڈرتا ہوں
 کہتے ہیں کہ تو دیا آئین گے
 بیڈیا کے مرے آئین تو کہا
 ایسے کیا دیکھ کے دل لے کر

دیکھئے اب نہ بدل جائے گا
 دیکھے دیکھے سفر بایں گا
 کسی ہندی میں جو پس جائے گا
 جیسے آج آئے تھے کل آئے گا
 شوخ ہے خوب لے لے لے لے گا
 بیٹھے جائے گا جا بیٹھے گا
 دل کو ان پھولوں سے بھرا ہے گا
 وہ زبردست ہے چمن جائے گا
 اب یہ کیا ہے کہ کب آئے گا
 روئے گا تو رہنے جا پے گا
 آنکھ کی طرح بل جائے گا

لاکھ پردوں میں وہ میں حضورِ مجمل
 ہے شب و محلِ حیا شام سے کیوں
 مگر سے چلیے مرے تابوت کو ساتھ
 بولے وہ آئندہ دکھلانے پر
 یہ خودی کہتی ہے غش میں مجھ سے
 رات اپنی ہے ٹھہریے تو ذرا
 کہتے ہیں جس پر کاررو کیا ہے
 گرمیاں دیکھیے کہتی ہے وہ تیغ

کہیں دھوکا نہ کوئی کھائیے گا
 جان میں مج کو سندھ مائیے گا
 کہیں کتر اس کے نخل جائیے گا
 کیا بھیجی سے مجھے لڑوائیے گا
 آپ میں آں نہ کبھی آئیے گا
 آئیے بیٹھے ٹھہرائیے گا
 میں نہ آؤں گا تو آپ آئیے گا
 ٹھنڈے ہو لیجئے پھر جائیے گا

گرمی شوقِ یہی ہے تو ایسا
 آپ اسی لگ میں حل جائیے گا

کہا مرنے ہوا جب مقابلہ دل کا
 اٹھ گئے سے نکال دئے گلہ دل کا
 دم آکے آنکھوں میں لگے تو کچھ نہیں
 مری نعل میں وہ بیٹھا تو خیر کوسید
 کر مٹی بنگار کی باؤ سنگدل تھا کی پوٹ
 تہا سے غزوان لے کھڑی تھی غزوان
 عدا ہی چوڑی چوڑی جو جان بچے
 تم جی اٹھتی جوانی کی شوخیاں دیکھو
 پٹ جئے مے سے ہوئے کھل کی شب
 جل کے لہرے چوں شاہیے جگر سے
 ہوا ہی رسائی تو ظالم نے کھول دی چوٹی

کہ اتنے نیشتر اور ایک آبلہ دل کا
 ذرا سی بات میں ہوتا ہے فیصلہ دل کا
 ایک نہ جاے الہی معاملہ دل کا
 دبا کے توڑ دیا آسنے آبلہ دل کا
 کوشش ہے کہ کہیں نہ کہہ ہی آبلہ دل کا
 انہیں لڑوں نے تھا ہو قائد دل کا
 ہے آج دانشمندان سے مقابلہ دل کا
 ابھر ابھر کے بڑھاتی ہے دلدل دل کا
 انہیں ہی آج مزہ دیکھ گیا دل کا
 نہ میں نہ تیرا دل نہ وہ گلہ دل کا
 کہیاں پہنچکے ہوا قطع سلسلہ دل کا

ترپ ہے اسکو جزاؤں کی سکو پیکانی
 ہڑی لنگھ جو پس تو حسرتوں نے کہا
 جس پکار رہا ہے کہ خیر ہو یا رب
 میں کاروان میں لڑاؤ لگا کر کو دھوکہ
 وہ دن کہاں ہیں جو تہا خدا کو شکوہ یا
 لگا کے یار کی تصویر اپنے سینے سے
 عجب بہادریوں خیز ہے کہ بچنے بھی
 نہیں عرش ہے مشکل قطع راہ حرم
 نقیان دل ہوزان کی عشق میں دیکھ
 و جھک کی اتنی ہیں کاؤں میں جلیان لگی

وہ شغل ہے جگر کا یہ مشغلہ دل کا
 کہ تر پھر کا ہے دلبر سے فاصلہ دل کا
 چلا ہے راہ محبت میں تاخلفہ دل کا
 جس سے نالوں میں ہو گا مقابلہ دل کا
 آبس سے جا کے میں کرنا گھوڑ دل کا
 خیال بیٹے میں فرقت میں حوصلہ دل کا
 چنگ چنگ کے دکھاؤ میری لولہ دل کا
 خدا کرے کہیں ٹے ہو یہ مرحلہ دل کا
 بنا ہے عرش کی قنبرل آبلہ دل کا
 ترپ میں ہو گا نہ مجھ سے مقابلہ دل کا

ایسے بھول بھلیاں ہے کو چہ گیسو
 تباہ کیوں نہ پھرے اس میں تاخلفہ دل کا

نہیں کہیں کسی خوش جمال کا
 ہر ذرہ آفتاب سے کرتا ہے ہمسری
 سمجھے ہیں جسکو ہاں میں چرخ آنگون
 روشن دونوں کا عیب بھی بد شبہ نہ ہو
 لے چہ تر پار جہان تیرہ بخت سے
 تیرا کہ جب اس کا چلا ہے سو فلک
 کس نے لکھا نام کا عکس میں چنگیا
 اس میں کے کسی دامن گیسو زدی ہوا
 کیا کام لگی تری گردش ہر لے فلک

بزم ہی ہے آئندہ اپنے خیال کا
 اشد سے داغ ترے پایمال کا
 ایشیہ ہے مے عرق و نفع مال کا
 کیونکر نہ تر کے بد ہونا خون بال کا
 ہوا ہے غزال کے سایہ غزال کا
 چپہ اڑا دیا ہے کہاں بال کا
 عالم ہے آری میں جو تاف غزال کا
 خلد بھڑک گیا ترے حسن جمال کا
 فرقت کی غم پ سے دور جلد و مال کا

<p>بوجھ کر آپ کیگی سپاہ مزا نے جرم اخر جرحے جرم نہ تھا سایہ اس لیے</p>	<p>دریا سے بچ میں عرقی انفصال کا دل پس نہ جائے زیر قدم پامال کا</p>
<p>شرقی جواب خط ہے دم ترغ بھی امیر ہوں منتظر میں قاصد فرغ نہ مال کا</p>	
<p>گورین تم نے جولا سے کو اُٹا را ہوتا رُخ بان کا میسر جو غفرا ہوتا دیکھتے چہرے کو اپنے اگر کہنے میں دل کو اُس زلف کا لازم تھا قصور اتنا ہم وہ میکش ہیں کہ ہے اپنی نگاہوں میں اف وعدہ قتل میں منظور تھا ایسا جو خلافت چاہی زعفران نے مہی سے مدد چمک گیا کیا نگہ بھی نہیں اٹھ سکتی تھی جھجکے طر نزع کے وقت چھپائی تھیں نہ لگو پلکین خطبر الیکے کیو تر جو پہنچتا اُس تک غیر کے ساتھ چلتے تو نہ پیتا میں شراب</p>	<p>اے جو غافل بن گئیں ہمارا ہوتا مہربانان مری قسمت کا ستارا ہوتا حال جو کچھ سے ہمارا وہ تمہارا ہوتا کہ دھواں آہ کا بھی غمبہرا ہوتا سر کے بل وہ ڈرتے شیشے جو اشار ہوتا بات پر ہاتھ نہ جلا دسنے مارا ہوتا غرق ہوتا نہ اگر تھک چکا ہوتا تاک کر تم نے کوئی حیر ہی مارا ہوتا ڈوبتے تھے وقت تو تھکے کا سہارا ہوتا نسر طائر مرے طالع کا ستارا ہوتا انگ کیونکر مرے دل کو گواہ ہوتا</p>
<p>برخلاف ایسی ہوا باغ جہان کی ہے امیر پھول کو ہاتھ لگاتا تو شہدارا ہوتا</p>	
<p>سیری طرح رنگ دن ابر بہار رویا عجز سے میں نے چھپا کل حال جہنم کی کیا نیکی کا عالم میرے فرار پر ہے آباد سے رہے ہرین تلس میں زخم بس</p>	<p>وہ ایک بار رویا میں لاکھ بار رویا کچھ کہہ سکا نہ سزا سے پر زار رویا جواگیا وہ بس کر ضعیف فرار رویا خندان ہوا جو پہلے انجام کار رویا</p>

پونجی امیر سے گل میں نے جہول کی حالت
سیٹھ چاہتا ہوں کہ رہے اختیار دیا

پہلے میں غور شد تیر ہو گیا
جہان تھک کے بیٹھا میں گر ہو گیا
کر کو تار تار نظر ہو گیا
تین نادر مو سے کر ہو گیا
کلیجیا گل نید فر ہو گیا
جوبانی کا قلم ہو گیا
مرامہ خود نامہ بر ہو گیا
اکڑا اور بے بال و پیر ہو گیا
خسیرانہ دین بھی گز ہو گیا

یہ گرم اپنا داغ جگر ہو گیا
سفر میرے حق میں حشر ہو گیا
غضب شکباری سے عقد و پٹے
دکھائی مرے عشق نے شان حسن
غضب میں تری چکیاں لے نکلی
دیا خرد آبرو اشک کو
گیا آنکھ کے اُس شمع کے ہاتھ تک
اسے میں غم کے مجھے بال و پیر
کہاں ہم کہاں رہتا شاو سن

ہاں پرزے پرزے ہوا خط امیر
سیان چاک سیرا جگر ہو گیا

ہند سے اگر حضور نہ کرتے قصور تھا
پتلی کی طرح پردہ خلعت میں ڈور تھا
دیدار کو کلیں تھے جلتے کو طور تھا
اسا کا ناما دھندلے رز کا منور تھا
جو کچھ بچا ہوا تری خلعت سے نور تھا
گوشہ ہزار کا مجھے آفریں جور تھا
جو شیشہ تھا وہ نشہ مستی سے چور تھا
واعظ تماست ذکر شراب بطور تھا

موقوفہ۔ ترجمہ ہی پر کرم کا بطور تھا
میرے یاد خانے میں مشکبودہ طور تھا
لے برقی سن یا یہ اچھ بطور تھا
واعظ دلی زبان سے کنا خفا ذکر جور تھا
بانٹ تمام خلق کو اللہ نے دی
لے شہر حشر قبر کیا کیوں جکا دیا
ہم کیا کہ سیکے میں ترے جاچہ شمر سے
آیا بزمہ مجھے مجلس میں واعظ کی

آجائے بس میں وہ تو کہوں میں شب وصال
عجز و نیاز اور ہر تو اکو صر تھا غرور و تاز
میر سے عمل تو قابل و نفع ہی تھے مگر
لیٹا میں پسہ لیکے تو بولے کہ وہ بچکے
کس کس کو روکنا شبِ فرقت کہ میں تو ایک
تھا ان کی شوخیوں سے معاف بلکہ بھی کچھ
شبھی رقیب سے نہ ہونی بلکہ عمر بھر
فرقت میں کہوں نہ تھا کسی کو ٹھہرے قرار

وہ شوخیان کہاں گشتیں جن پر غرور تھا
ہٹنے تھے ہم قریب وہ آشنا ہی دور تھا
کرتا جو وہ نہ رحم تو رحمت سے دور تھا
یہ دوسری خطا ہے وہ پہلا قصہ تھا
اور جان بیقرار تھی دلِ نا صبور تھا
پورا مگر جواب دلِ نا صبور تھا
تھکتا میں کیا نفس میں تھا اور غرور تھا
کیا وہ خون پہلوؤں میں دلِ نا صبور تھا

کیا بات ایسے خوش نش و خواب کی
علم آتے آتے دل میں ہار سے سرور تھا

اُس کا دل چل میرا اُس کا ظہور تھا
جب تک کہ چشمِ شوق میں وحدت کا نور تھا
ہم سے گناہگار جو غمِ سیرم رہ گئے
صورت تری دکھانے کے کہو چٹکا یہ روزِ حشر
تاکل نہ چھوڑنا تھا غریبوں کو نیمبان
وہ لطفِ انتظار و ہسانِ مہل سے
مہان ایک آن کی مٹی آنِ مہسن کی
پیتے تھے ہما ادب سے وند کر کے جن میں
اس شان سے وہ آئے کہ ہم کر کے نہات
و دشمن ہر سے بڑی کریں اور تم سنو
تریا جو وقت نفع تو میری تھی یہ خطا

برہن میں تھا پری تو دھڑکیں جو تھک
جس بامِ پرنگاہِ بڑی کو و طور تھا
سناٹی مگر یہ حجامِ شرابِ طہور تھا
آنکھوں کا کچھ گناہ نہ دل کا قصور تھا
ایک آوہ ہاتھ اور لگنا ضرور تھا
دل کو غمِ فراق میں بھی کیا سرور تھا
لامنی سی بات پر نصیحت دینا غرور تھا
ہر ایک جامِ جامِ شرابِ طہور تھا
آنکھیں نہیں سب ناظر میں غرور تھا
اُن سے نہ تھا بید مگر تم سے دور تھا
خشب کیا نہ تیرے کس کا قصور تھا

آغاز عشق ہی سے سب آئندہ تھے برے
 مشکوہ کسی سے دل شکنی کا کردن میں کیا
 اُس حور نے نقاب اشک کر دکھا دیا
 وہ شوخ آنکھ خوش نگہ شوخ تھی مگر
 ہزار کا پتا تو کہانِ دشتِ عشق میں

پہلے ہی تجھ سے صبر دل نامبر تھا
 یہ شیشہ چٹ کلانے سے پہلے ہی چور تھا
 ستر زرہ پروں میں پہنان جو نور تھا
 سب کا جواب ایک دلِ نامبر تھا
 سایہ بھی میرا مجھ سے بہت دور تھا

اک سبحان کا کام نہ پورا ہوا ایسے
 قائل کو تیغِ ناز پہ تاجِ حق غور تھا

پہلو میں میرے پیٹھ کے بھی مجھ سے دور تھا
 جنت تھا جسمِ روح میں آغازِ حور تھا
 اُس حور نے جو ہاتھ سے اپنے پلا دیا
 جتنی بھی عاجزی وہ مجھی کو عطا ہوئی
 بہ حق تمام دھن کی مجلس میں جگ لگتی
 سمجھے تھے جو کمر دیکھ چشمِ بادِ ہسم
 شاہوں سے پوچھتی ہے یہ خاکِ عاجزی
 وحدت میں قرب و بُعد کی گنجائشیں کہاں
 صبحِ شبِ دھماکے وہ بولے کہ واہ واہ
 جب تک وہ تین آئینِ ترب کر چلے یا
 ہانکی کر دی تو لگی امیر لائی گئی نہ چوٹ
 کیا کہیے تھا دھماکے میں کس کو اضطراب
 تھے خالِ دُخ پہنچ تھا تو گیسو سیاہ
 پہلو میں وہ جو اُسے تو کیا غمِ ہر گیا

تصویر کی طرح وہ سراپا غور تھا
 سمجھے نہ ہم یہ فہم کا اپنے تصور تھا
 باقی میں بھی سرورِ خرابِ طہور تھا
 بخشا خدا نے آپ کو جتنا غور تھا
 جو کمی خراب ذکرِ خرابِ طہور تھا
 دستِ پری میں دامنِ گیسو حور تھا
 کیسی نہ نکلت تھی یہ کیسا غور تھا
 کیونکر کہوں قریب کہ وہ مجھ سے دور تھا
 کیا استے چوٹے کیلے کہ میرا تصور تھا
 کیا جلد باز ہا سے دلِ نامبر تھا
 لگتے ہی غیسو شیشہ بول چور تھا
 رگِ رگ میں میری رنگِ دلِ نامبر تھا
 خلعت وہ نور میں تھی ظہیرت میں نور تھا
 بگڑا ہوا مجھی سے دلِ نامبر تھا

مطلب کے وقت دیکھئے کیسا غمور تھا
 تمہیں سے یہ کسی کا دل نامبور تھا

آئی جو شام وعدہ ٹوسندی طلب ہوئی
 بجا جگ گئی تو یہ عشاق سے کہا

سو شعرا یک جہے میں کہتے تھے ہم امیر
 جب تک نہ شعر کہنے میں ہو غمور تھا

سو گٹ گٹے ہوئے ہزاروں پریشان کسا
 میزبان کون ہے سیر میں جون مہان کسا
 منہ چھپائے ہوئے بیٹھا ہے یہ رمان کسا
 کاسے کہنے بلایا یہ ہے مہان کسا
 ذکر رہتا ہے ہدی سے یہ مرجان کسا
 دیکھو پھر حال زیادہ ہے پریشان کسا
 ڈھونڈنے نکلے ہیں انسو مرے خان کسا
 سچ کہو تم یہ چرا لائے ہو چیکان کسا
 لپٹ آکا یہ مرے تیرے ارمان کسا
 بولے وہ مفت کا ایسا ہے نکلان کسا
 آگیا کفر کی مٹی میں یہ ایمان کسا
 ہٹ مرے پاس سے اب تے نگہان کسا

عمر روزندہ ہے پیر غم ہے مرجان کسا
 عمر گزری تھی اس ہیم میں لیکن نہ کھلا
 وصل میں بھی جو کھلتا نہیں دل سے بار
 دیکھ کر بھگو وہ انداز و ادا سے بولے
 منہ ترا چوستی ہے روز شکایت کس کی
 میں بھی جون تم بھی پو آئے بھی بوجھل میں
 رونا ہوا ہوں میں یہ کس پرہ نشیں کو غم میں
 یاق تو بچے دل میں کٹک لورہ فرماتے ہیں
 خون میں بھر کے جو بھلا مرے دل سے تو کہا
 جب کہا روز نمک زخم پہ چھڑ کے کوئی
 بوسہ جو تھے گو دیا میں نے تو ہنکڑ بھے
 کٹ گیا وصل میں جون تو یہ غم سے کہا

سوچ تو کہے کھنے کی یہ حسرت ہے امیر
 بھروت یہ ترے دل میں ہے دان کسا

اسے دم بھی مرا ہوا ہوا
 ہو گیا ایک سب ہوا ہوا
 دل پیا تو گر حنا ہوا

برہ اس چہرے سے جدا ہوا
 جب ہوا وعدہ اور وفا ہوا
 کلام جان حسب مدعا ہوا

ہائے بید۔ دکیا مزہ ہوتا
 یار ثابت قدم تھا شوقی وصال
 دھوم تھی اُن کی فتنِ ثرائی کی
 ہائے رے شرم اُس پر یو کی
 خاموشی میں بھی کیا علالت ہے
 تیس دن سے پلائی سائی نے
 تھکے تھکے ہیں اُن نگاہوں سے
 کیوں نہ منصور وار پر کھچتا
 داغ و لہوڑ تو ہوا سے درد
 آئندہ دل کا بے مثال رہا
 شکر کر اس نامک فشا فی
 کھیت لاکھوں بے گز قاتل
 پتلیاں بھی ہل گئیں دم نزع
 شرم عصیان سے جو بہا اُنو
 محکو درد آشتنا کیسی
 اسنے تنو سزا طرح کلا گھونٹا
 دل ہوا خون بہہ رہا ہے وہی
 جو غائی کو تیری لگتا داغ
 کہتے ہیں اب تو رشت ہر گھون کی
 کوئی دم نہ کھوے اتنے سے خود ہیں
 کنگھی کبھی جو پھول کنگھی کا

تیرے پہلو میں دل مرا ہوا
 کہ غیبِ حیر بھی تب ہوا
 کیا کہیں ہم سے سنا ہوا
 آئندہ صورت آشتنا ہوا
 کہ کبھی لب سے لب جدا ہوا
 ایک روزہ مرا قصہ ہوا
 چشمِ بد دُہم سے کیا ہوا
 باز داری کا حق ادا ہوا
 تو کسی درد کی دوا ہوا
 کسی صورت سے آشتنا ہوا
 نہ تو زحمن کا بے مزا ہوا
 سبزہ شمشیر کا ہوا ہوا
 وقت بد کوئی آشتنا ہوا
 اسکی رست کو اک پیانا ہوا
 درد خود درد آشتنا ہوا
 خوف سے دم مرا خفا ہوا
 رنگ اس پہول سے جدا ہوا
 وعدہ اچھا ہوا وفا ہوا
 حیرتہ جاری ہوئی بھلا ہوا
 آرسی شہری آشتنا ہوا
 چھو لیا اُس نے دردِ مشانا ہوا

مورست لال اس جہن میں امیر
داغ دل سے مرے جدا ہوا

لے فلک یہ رت یہ ستوالی گشت
ہے سالی کو بھی ستوالی گشت
تم بھی جوڑا کھو لو وہ آگئی
گل نہیں جو لے چمن میں لائی ہے
پھونک دیکھی اس کی شادی گریبان
بان کی لالی پر ہے بھلی نثار
جان پر تو یہ کی ٹوٹیں بکسلیاں
حلقہ گیسو نہیں پھرتی ہے گرد
چھوٹ چکے باغ میں سے تھوہر
رنگ پھیکا آئے بھی کانٹہ
ہے سو ستون سے ایسا بل جہل
کچھ تو ہولے چرخ ہے یا کھلے
کیا لگے عشق ہے ستالوں سے بیچ
ہجراتی میں رہتی یہ نہیں
ساتیا ہے چھان کر اس میں پلا
گورہ گورہ کال تیری بھلیاں

اب تو ماتین چکر کی کالی گشت
کچھ مرودہتی نہیں غالی گشت
بال کھوئے گیسو دن والی گشت
سیکھون کی نذر کو ڈالی گشت
جیت لیگی برق سے پالی گشت
رستی پر قربان ہے کالی گشت
خوب برسی بھلیوں والی گشت
دیکھ کر اس کان کی بالی گشت
آئی ہے بلنے کو ستوالی گشت
دیکھ لے اس لب کی گرالی گشت
دعا نہیں گھر کے تودو کالی گشت
کبھی ہے اسال جنہالی گشت
کھول کر غمش ستوالی گشت
کرتی ہے رومد کے دل غالی گشت
چھاننے کو لائی ہے جانی گشت
کالی کالی کالین کالی گشت

لوٹتے ہیں سانپ سینے پر امیر
دیکھ کر رقت کی شب کالی گشت

دیکھو ان کانوں کی گرالی گشت
اپنی بھلی پھینک دے کالی گشت

دھبہ رنگ کو ماتی ہے مستونگے پہ رات دن لٹے ہیں موتی ہر طرف ایسی ہے سرکار ماتی کی بسند مست جگہ دیکھ کر پیتے ہیں جان کو مستوں کی جی تو بہ عذاب دل پہ غم چھایا ہے بلی کی طرح آگینیں پھر دھندلے کی شامیں ساقیا کرتی ہے مستوں کو نہال ہمک میں تیری ہوا سوزا مست	کرتی ہے درپردہ دھالی گشت کیا تری سرکار سوجھ جالی گشت نہد ہے گھر کمال گھر بلی گشت ہے بڑی تیری خوش آہالی گشت یہ بڑی تو نے دھالی گشت لے سر سے مولیٰ مرکب دالی گشت آج پہرائی وہ نکل دالی گشت تیری پہلواری کی جو دالی گشت کس سے ہوگی تیری رکھوالی گشت
---	--

آپ اچھے وقت پر آئے اسیر
خوب بیچانے چب چھالی گشت

گھم کرتی ہے چاند سانسہ کسی کا ہنسی آنے میں کیوں لجا میں آگھیں موتی ہے گھاس سے ڈھکی نہیں ہے یہ کیا ہے کہ بیاں لگیوں سے پور دبائے تو دکھا ہی شاید دبائے چڑھاتی ہے سنجے لٹے ہیں سستی حرم رقص ہاتھوں کو آستانہ پیو ہنسنا عکس ہنسنے پرانگے تو بولے نہ غیروں کی حسرت برائی نہ میری بسکے کے ہونٹوں پہ دکھلا کے چلدی	ستارہ ہے چمکا ہوا آدمی کا تسمیہ منہ چوستا ہے کسی کا ذرا دودھ دیکھے کوئی آدمی کا تو منہ دیکھنے لگتے ہیں ہنسی کا بہت خوش ہے رنگ آنکلی ہنسی کا میں پاؤں تو منہ تو دون آدمی کا کہیں یاد دل پس نہ جائے کسی کا کہ میرے ترے واسطہ کیا ہنسی کا کبھی کام تم سے نہ بھلا کسی کا لجھا کا ذرا کوئی دیکھے ہنسی کا
---	--

قصائے کجواں ناز سے جان بانی
کبھی اسکے لب پر کبھی اسکے لب پر
کیا دل نے یہ کیلکے سینے کو خالی
یہ اوچھا پن لے زخم چھائیں
مجھے موت آئی تو حسرت بھاری
یہی ہے نراکت جو انکی تو لے دل
یہ گور غریبان میں کہتی ہے حسرت
کوئی انکو چیرے نہیں دگمائی
مرے ساتھ رہت ہیں حسرت تو آئی
نہال محبت مراد ننگ لایا
کوئی ہوسا لگے کوئی وصل چاہے
نہاں کبوتر نہ قاصد ہی آیا

کر یا داگیا مجھکو غمزدہ کسی کا
شہر تاجین پاؤں جنہیں ہنسی کا
کہ ارباب آب اس میں ہو کسی کا
کہ رونا ہے انجام ایسی ہنسی کا
کہ دنیا سے وارث اٹھا بیکیسی کا
کبھی وقت آجائے گا بیسی کا
کہ اصلی وطن ہے یہی بیکیسی کا
وہ کہتے ہیں یہ کام تو ہے اٹھی کا
جو اٹھی کیا جانے کیا بیکیسی کا
وہ پھولوں میں لے پھل پڑی کا
وہ کہتے ہیں لو جو گیا میں اسی کا
دنان جو گیا ہو رہا وہ اسی کا

امیر اک مرتب ہے یہ وارثانی
غصہ و کلفت و حسرت و بیکیسی کا

مرے پھولوں میں کیا ہو توجہ نہیں کا
انٹھائے کو رکھا ہے لاشہ کسی کا
نہیں جس دیکر اک مرتب لکھا ہے
دکھاتی ہے ہر صبح انکو وہ عالم
وہ کہتے ہیں ہنوت کا بوسہ نہ لگا
مری چشم خیران میں دیکھا ہے جہوہ
ہر مٹی جلتی ہے دونوں کی رنگت

نہاں بھی ہے وہ ہو دل کسی کا
یہ کیا وقت ہے آٹھ آڑی کا
خڑی بلے بیسی کا مری بیکیسی کا
کہ نہ چوم لینے ہیں دھاری کا
اُڑ جائے گانگ میری بیسی کا
ترسے پاس کیا کا ہے آڑی کا
سلامت ہے جو ترسے مری کا

نہ ہندی میں وہ نہ لاکھ جاوین
 ترے لب جو نازک میں ڈرتی ہو گئے
 گھٹا کالی کالی چو آئی میں سج
 قسم ہے چرخون میں بھولون میں خندہ
 مناسب ہے ارمان دل سے نہ چلے
 لب زخمِ قاتل میں کیا تبسم
 یہ بے چہرے ہی لئے دیتی جو ساتی
 ترس کھانکے کی آئینے یکس نوازی
 بندھی ہے خانا قون پون میں کنگے
 شبِ غم اہل کو بلایا تو بولی
 بناوٹ سمجھتے ہو دے کو میرے
 شبِ غم کہو درد آٹھے آٹھے
 وہ کہتے ہیں وہ اور مجھ کو دعائیں
 دکھا کر آتے روزِ محشر کہو بھٹکا
 نہ بھولون گا جب تک مر جو دم میں دم ہے
 فنی ہے ہر اول یہ کیا کم ہے دولت
 اگر بر جیان غزہ چھریان لگائے

دہان رنگ جتنا نہیں ہے کسی کا
 جھجکتی ہے پٹا نہیں نہ ہنسی کا
 کھلا ہوگا اسوقت جوڑا کسی کا
 چمن میں کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا
 اکیلے میں گھبرائے گا غم کسی کا
 بھلا یہی موقع ہے کوئی ہنسی کا
 مر ہو خیر روز سے کیا ہے ہنسی کا
 مرے سر پر احسان ہے بیکسی کا
 ابھی چہرے لون وقت ہے بی بسی کا
 مجھے دل دکھانا نہیں بیکسی کا
 مجھے تو ہے ارجحان مذاہمی کا
 مر ہو گی جی بھر کے ہو بیکسی کا
 یہ سب گالیاں ہیں نتیجہ اسی کا
 کہ سرکار میں ناشی ہوں اسی کا
 دم نہا ہی دم بسد گھاٹی کا
 گھوڑے دشمن کریں مفلسی کا
 ملا ایک دل ہو گیا وہ اسی کا

شبِ غم نہ دیکھا کوئی ساتھ میرا
 ایسا آسرا ہے تو کچھ بیکسی کا

غم کو سوچ لا خوشی کا
 کھلا دکھ لگیا کلی کا

دھیان آیا جو دل میں اس ہنسی کا
 آن ہر نون پر کھینا ہنسی کا

گھوڑا بچائیں بہت تو بولے
کیسے بہت درازیاں مہانے
مرنے نہیں دیتی جھکو یہ کوشت
دورے نقشے کے دخت زہرے
جان بخش بوہنچہ ان بتوں کے
تھا عکس جہین کیوں نہ روکا
ہے تازہ طلسم رُخ پر دوزخ
گھگھایہ ہون میں دوشیعہ مغل
بھلی کی پڑے نقاب اس پر
اہل یہ نہیں ہے انگڑیوں میں
ہنس ہنس کے چمن میں میری گل نے
بھلی بھلی تو میں یہ سمجھا
بھلی شبہ مرین جن دوا نکھیں
نکھیں جن میں مٹی ہوئی بھی قبرین
آجاسے ادھر بھی دھڑکتا
آئی ہے صداسے قند و چین کر

کچھ تو حق چوڑو آرسی کا
اُس گلابوں گلی گلی کا
دارف نہیں کوئی بیگسی کا
دور پر وہ ہیں رشتہ دل گلی کا
مرنے میں مزہ ہے زندگی کا
کیا نہ تو مانتا آرسی کا
اک خود پر سایہ ہے پری کا
رہتا ہے مزہ جلی گلی کا
نقشہ جو کچھ تری ہنسی کا
اٹھا ہے دھوان تری ہنسی کا
عفتہ کھولا گلی گلی کا
آنکھیں کھلا کسی پری کا
جل تابے نہایت چاندنی کا
دڑتی ہیں پتا کسی کسی کا
ساعتہ کسی چشم زگی کا
سینہ چھلنی ہے بانسلی کا

کیا سارے دیا اسیر میرا

قافل ہون میں دوشیعہ بیگسی کا

روایف بے موحہ

چلتا ہوں اب تو کوچہ قافل کو یا نصیب

پوری مراد دل ہو کہ چوڑے ملا نصیب

اُس دنگ مہر کو ہے خود آرائیوں کا شرق
وہ دل مجھے خدا نے دیا ہے کہ عشق میں
جاؤ ذوق سے چٹ کے پھٹا گیسو میں لال
دیکھنا ایک رنگ جہان دو رنگ میں
مستقل میں دیکھ کر مجھے کیس ہوا وہ نرم
وہ داغ ہوں نہیں ہے جہرم سے آشت
جا ہی چکا تھا گھر میں میں دربار چاند کر
ساتی نے فے کے جام کف دوشہ دایں
گورا بر صیام دہی پھر ہے یکیشی

ان روزوں آئے کا ہے چکا ہوا نصیب
آسمان جو غم تو بچا را غوسٹا نصیب
دیکھے نہیں زمانے میں ایسے بلا نصیب
اچھا کسی کا ہے تو کسی کا بُرا نصیب
اُس جنگجو سے صلح ہوئی درگیا نصیب
وہ درجوں میں جسکو نہیں ہو دوا نصیب
دربان یار جاگ اٹھا سو گیا نصیب
مجھ سے کہا کہ لے کر آگے ترا نصیب
دروازے سلکوں کے کھل گئے نصیب

پہچے میں محنتوں سے ہر بات تک امیر
دیکھیں اب آگے ہکو دکھا آئے کیا نصیب

جال فنا سے دہر سے غافل نہیں حباب
اٹلی پڑ غلوں کو ہے بحر جہان میں فوق
دستا ہے بے ثباتی افلاک کی غیبر
تقلید میر سے دیدہ ترکی اگر کرے
یہ بچا سنتے ہیں خوب جو میں معنی امشنا
سائل پر پیسہ غسل اکا روئے پیسہ ہن
دروازہ روئے خلق پر گھر کا کیا ہے بند
چشم غضب سے تم کبھی دیکھو ہو کیا عجب

ہر دم کو جانتا ہے دم واپسین حباب
درا میں برتوں سے کربلا نشین حباب
جام جہان نما سے میں کم نہیں حباب
کر لے تمام بحر کو زیر ہنگین حباب
دیتا ہے نقش آب سپر برین حباب
دیکھے نہ نکو آنکھ بچا کر کہین حباب
رکتا ہے طرف دیدہ آنجم میں حباب
گھبرا کے پائے کوچ پر رکھو زمین حباب

ہے پانی پانی آنکھ اٹھا نہیں کیس
کیا میری چشم تر سے ہوا شریک حباب

عشقی بت سے بھی تھا خدا مطلب
ایک دیدار سے مرا مطلب
ماننے کو تو میں نہیں کہتا
خط مرا کچھ اور دوسرے سے پڑنا
دھل کے نام پر کیا کیا خوب
اُس سے آنکھوں میں پونہین باتیں
ایک جان اور حسرتیں لاکھوں
منہ لگے کون روزِ ناصح کے
کیون ملائیں دو آنکھ اب ہم سے
یہ ادب کا لحاظ تھا شبِ وصل

اور دانتہ کچھ نہ تھا مطلب
دوسرا ہے نہ تیسرا مطلب
جانِ من سن تو لورِ مطلب
بچ سے وہ اڑا گیا مطلب
جو مری چڑھو وہ آپ کا مطلب
بے عبارت ادا ہوا مطلب
ایک دل اور ہزار بے مطلب
بات سمجھے نہ بات کا مطلب
لے چکے دل بھل گیا مطلب
دل سے لب بکھ آسکا مطلب

عیشِ ہوا اور ایسے کا آقا
ہے یہ بندے کا یا خدا مطلب

روایتِ با سے فارسی

کہتا ہوں دہن سور ہو دیکھو ہے بڑی دھوپ
ہو جائے گھائے شیخ مراد امن تر خشک
دو دن کو بڑا عشق یہ اُس گیسو و رخ کا
اسے دل نہ شبِ دل کی آمد میں ہو بیتاب
سوتون کر قصدِ سفر آنے دو جاڑے
لے ابرِ کرم باغ میں ہوسا یہ نکلن جلد
اُتر چائے جو مسیم آئے مضربِ ہن
تاہوں سے ہو اگر یہ گلشن جو پے نخل

اس وقت کہانِ جاؤ گے بڑی جو کڑی دھوپ
میدانِ قیامت میں بڑی جو کڑی دھوپ
آپس میں ثابت ہوئی ساجی سورہی دھوپ
ہے شامِ قرب اور ہے دُعا بگڑی دھوپ
گڑی کا یہ کوکم ہے ہیرو دن میں بڑی دھوپ
دُکھ نہ کہیں غش ہو کہ کھائی ہو کڑی دھوپ
ظاہر ہے کہ برسات میں ہوتی ہو کڑی دھوپ
شبنم کے حوضِ اُت کو پتوں سے بگڑی دھوپ

کائنات کی طرح ابد دل میں گئی دھوپ
جب فرش کو جھڑا عرض گد مجھڑی دھوپ
دو چار گھڑی سایہ ہندو چار گھڑی دھوپ

سختی سے دن اُس گل کی بھائی میں ہوا ختم
کیا اندھے نواز نے اُس مہر کے گھر میں
پر سات جن دکھلاؤ کبھی رنج کبھی گیسو

اُس گھر میں امیسو کی ہے دیکر تجھے تیر
بے شب کو جان اس پر سے دن کو کر ہی دھوپ

حشر تک خواب پریشان مجھ کو دکھلائیں گے آپ
چاندنی چھٹکے گی حقواریے گل آئیں گے آپ
اور کیا جنت میں رکھا ہے جو دکھلائیں گے آپ
کیا اسی دامن سے دیکھی آگ بھڑکائیں گے آپ
حضرت دل چرم میں کیا رنگ دکھلائیں گے آپ
دیکھ کر وہ تری رحمت کے لہرائیں گے آپ
جب نہ ہو گا کوئی تو کس طرح پیش آئیں گے آپ
پر میں بے سامان بیت میں کی کیا پائیں گے آپ

میری تربت پر کھلے بالوں اگر تائیں گے آپ
پتوں کے نشان چاند سا چہرہ جو دکھلائیں گے آپ
کہہ دو منوں سے یہی بل بول سبز و دان بھی ہے
دیکھ کر اُلتان سے شہتے ہیں ہوا خواہان عشق
جس میں جیہ لگ چہرے کا زرد نگاہیں ہیں رخ
کیا لذت کی ہے حاجت میں ہون بزم تو کریم
مجھ سے بچتوں میں تو مہر کار کا یہ حال ہے
حضرت غم دل مرا گھس آپ کا ہے آئیں

کوئی ایدہ آج ہی چوڑی نہیں بہر امیسو
کل جو وہ آئے گا تو کس طرح رہائیں گے آپ

وہ یہ پوچھے گا کب ملیں گے آپ
غل ساز طرب ملیں گے آپ
میں یہ سمجھا کر اب ملیں گے آپ
غل بیت العتب ملیں گے آپ
تھکے آپ تو کب ملیں گے آپ
زنجبا ہو گئے جب ملیں گے آپ

مجھ کو کیا جسکو جب ملیں گے آپ
آئے پائے جو نرم عیش میں ہم
اتر چیلے کے لی جو اگڑائی
پر غش عاشق کے کھوکھو کے دھل کی شب
ٹاک میں بھی ملا چکے ہسم کو
حرف و رسم کی طرح و دھل کی شب

<p>اوزخون من کب ملین گے آپ ہا کے غل سب ملین گے آپ بخت یگین گے جب ملین گے آپ دل کے مانند جب ملین گے آپ ترک سے اب تو کب ملین گے آپ لہو نگا من جب ملین گے آپ کہیے اس طرح کب ملین گے آپ بغض کی طرح جب ملین گے آپ ایک دن بے سبب ملین گے آپ</p>	<p>۴۱ ہے تسلی مزاج عالی من رفتہ رفتہ جناب یوسف سے خاستہ آپ میں ہے دولت کا جان دینے کا تب بے گامزہ آئے دونوں وقت ملتے ہیں جگر ہے کون آپ میں آئے آنکھ سے آنکھ دل سے دل مل جائے تپش دل کا میری ہر گاہ علاج ڈھونڈ بنا ہے عیش امیر سب</p>
---	---

۴۰ | ردیف نامے فرشت

<p>پریہ حیرت ہے یک جاہو کو کیونکر دن رات ہمن ہی دگر سے دو گھر سے برابر دن رات باہ و خورشید جو پھرتے ہیں کھلے سر دن رات کہ نظر آتے ہیں اب چراغ پر اختر دن رات ہے فلک پر جو مہر کو چسکر دن رات بیسے نوروز میں ہوتے ہیں باہر دن رات بیٹھے بہتے ہیں لب باہم کو ہر دن رات ہمن بے عشق سے بیخود و قلندر دن رات اُنکے کوچے میں ہے ہنگامہ عشر دن رات رات دن ہے نہیں لے داکہ نقد دن رات</p>	<p>ہمن ترے عارض و گیسوے منبر دن رات تیری شہر لہا سے ہے زمانہ بھی دو نیم یہ بھی شاید تری بیداو کے فریادی میں میری آہوں کے دھوین سے یہ زمانہ کیسیا منزل کو چہ جانان کی ہے کیا آنکھ تماش یوں مرے دل کو ہے عشق رخ گیسو کیسا اک زمانہ اُنھیں کرنا ہے رقم نامہ شوق کیا سپید و سیر دہر سے ہے کام اُنھیں کم نہیں صبر سدا خیل سے نالے میرے سونے ہمن دن کو خوش شب کو ملاقات کہاں</p>
--	---

مہر ملین یار ہے تب جگر کا کیا دل حیر

شکر صد شکر کہ ہے وصل میسر دن رات

قیامت تک پہنچی جائے گی رات
سیاہی کی صورت وہائے گی رات
سحر ایک دن ہوگی جائے گی رات
مرے کام بگڑے جٹے گی رات
یہ کون نشانہ بنائے گی رات
نہ دن ہوگا ایسا نہ آئے گی رات
خدا جاننا کیا دکھائے گی رات
غریبوں سے انکسین چپے گی رات
آزادین کے تلے جو آئے گی رات
تو دن کو بھی مگر سے بنائے گی رات
جو بھی تو طوفان لائے گی رات
ستارے ابھی توڑ لائے گی رات

اُسے میرے گھر کٹ لائے گی رات
بلا بھر جان میں لائے گی رات
سپید می ہے انجام سوئے سیاہ
یقین ہے وہ چمکے چلے آئینے
کن کن کہکشان تیر تیر شہاب
چلوں کے میٹھو غنیمت ہے وصل
ٹپٹے ٹپٹے ہو ادون تمام
نہ آئین گے فرقت میں تارے نظر
مرا دے غم ہوگا فرقت میں غم
جو فرقت میں ہے تیر روزی بھی
دلالتی ہے ہنوسِ شام تیر
دو گیسو جو افشان کے طالب بنے

ازل سے ہے یان تیر و جنتی آئیے بجلا ہوسہ کو کیا آزمائے گی رات

تنگستہ دل ہو گئی ذہب کی صورت
نہوہ عمر سے برقی و شہار کی صورت
ہے ایک اپنی خزان و بہار کی صورت
میں پھر رہا ہوں پریشان خیار کی صورت
جلا کیا میں چسپاں مزار کی صورت
تمی کمر کی مرے جسم زار کی صورت

خدا دیکھائے کسی گھزار کی صورت
کہاں ہے دار فنا میں قرار کی صورت
برنگ سر و ہن آزاد باغِ عالمین
ہزار حیت کو منڈلی پہ قافلہ پہنچا
خریبہ و نہ کوئی تمام عسجد
کیا خفیف یہ غم نے مجھے کو ایک ہوئی

مرے پر بھی ہے وہی انتظار کی صورت
 بدل گئی چمن رو و سحر کی صورت
 پڑیں کسی کے گلے میں : ہار کی صورت
 مکان بھی نظر آیا مزار کی صورت
 برس پڑیں گے وہ ابر ہیر کی صورت
 بندھی تو ہے ہلے کے شکار کی صورت

ہماری آنکھ ہے یارب کہ چشم قربانی
 شامتی کا نشان سرو میں نگل میں ہے تو
 اس ہشتیاق میں اتھو نہ ہم نہ کھائے ہیں گل
 فراق یار نے شر وہ بنا دیا ایسا
 یہ جھڑے دل بھین گالیان میں نہ پڑھری
 شکستہ کیون نہ ہوں بادش کا تار دیکھتے مست

غوث امیر وہ مخم کہ ہو گے دو تہند
 بھکاکے سر شجر بیوہ دار کی صورت

ردیف تائے ثقیل

ہے یہ تو تلاڑی تری موت کی بندھی چوٹ
 سچ ہے کہ لگی دل کی بھی ہوئی جو بڑی چوٹ
 دیکھا کیے آنکھوں سے بچائی نہ گئی چوٹ
 دیکھا جو کڑی آنکھ سے اُسے تو بڑی چوٹ
 کھا جائے نہ شو کرے کہیں بیکہ مٹی چوٹ
 گھونسا مری چھاتی پر لگا دل پہ لگی چوٹ
 دل تھا یہ ہاما ہی کہ سمجھے یہ سہی چوٹ
 آتی ہے لگنے کو تری عشوہ گری چوٹ
 بیٹھے مرے پہلو میں تو کیا خواب بھی چوٹ
 کھائی نہیں میرے دتوے دل کی بھی چوٹ
 مارا نگہ ناز سے چوٹ کی بھی چوٹ
 پڑ کر دل عاشق چھیت میں پڑی چوٹ

ہے میل چوٹ غازیں کب ہے یہ نئی چوٹ
 چین اب کسی پہلو کسی کردش نہیں آتا
 کیا اُس نگہ ناز کی جو ٹون میں مر دھکا
 اشد ری محبت میں نزاکت سے دل کی
 تمنا سے پلٹے ہو چمن میں بگھے ڈرے
 آیا یہ کس نہر سے ہوئے جو ن کا تصور
 آسان نہیں صد مہ العنت کا محتمل
 اشد ہمارے دل ناؤک کو بچسائے
 مر کر بھی محبت کی کشتک دل سے نہ بھلی
 کیا درد محبت کا حزمہ تھک کو بتاؤں
 مجرد ہوا مبدوء دیدار سے عاشق
 نکلی نہر سے پر بھی گئی قبر میں ہمراہ

کہتی ہے امیر اسکی ادا تیغ قضا سے
دعویٰ ہے حکیمتی کا نوے رک مری چوٹ

دو تابو زلف ہوئی چوٹ پر لگائی چوٹ
یہی سبب ہے جو دیتی نہیں کھائی چوٹ
کڑی نگاہ جو دیکھی تو کیا بچائی چوٹ
جھکا کر سر کو کر کی جھٹ لگائی چوٹ
اُبھر رہی آنکھیں پھیلی دینی دہائی چوٹ
طاپ جوڑے سے پار نکلی آشنائی چوٹ
زمین سے اُٹھ نہ سکے ہم اگر آشنائی چوٹ
اُبھر کے غنچے کے مانند مسکرائی چوٹ

لچک گئی کمر اسکی تو دل نے کھائی چوٹ
کر کے عشق میں ہم نے جگر پہ کھائی چوٹ
مقابل آئندہ آیا تو سن کو سپید کیا
بڑا کے رتبہ گشتا یا غضب کیا تھا
خسروہ دل ہوں مگر فضل گل تو آنے دو
آئید کیا ہو کسی سے کہ اُس زبا نے میں
نشان زخم ہوا جو جھرسنا تو اتنی سے
جو دقت قتل اٹھا ہاتھ کھل گئی وہ کھات

امیر دروہ دل شک کو کھن بھما
لگا کے سر پہ جویشے کی آزمائی چوٹ

بھلا جو جسم کا اپنی ہوئی پرانی چوٹ
بھایہ رشک مجھے پہلے کھائی چوٹ
چھپٹ دیتی ہے دھڑکے پرانی چوٹ
غصہ نہ لکھو کیا تو نے کیوں بچائی چوٹ
نہ کی زبان سے آف دل نہ لکھائی چوٹ
جگر پہ بیٹھے جھائے جھٹ آئی چوٹ
جواہر صدر کہ شجر کی جھٹے کھائی چوٹ
بڑا لیا آشنائی ترک اور کھائی چوٹ
سمٹ کے غنچے کی شہریت چھپائی چوٹ

کسی پہ زخم پڑا یاں جگر پر آئی چوٹ
رتیب پر اگر اس ترک نے لگائی چوٹ
بڑا ہوں مرغ میں میں اپنے دم کے ہاتھوں
یہ مجھ سے کہتی ہے غیرت کہ ہٹے مر گیا
سختیں یہ زخم حصار ہا جیسے لین
خود کیا تھا کسی سنگدل کو دل دینا
جو پھول چینک کے اُس نے قریب کو مارا
مٹانہ دید کا پکا نہ تاک جھا بک گئی
عیان جو زخم جو گل کی طرح ہے دل بہور

جہان میں کوئی نہیں اُس منہم سانگینِ دل
کدول لگانے کے بدلے کوئی لگائی چوٹ

اے اسکے سائے فریاد کر راستے امیر
کسی کے دل کو لگی ہے کہیں پرائی چوٹ

روایتِ شاہ کے مشابہ

ہجر میں ہے فضا جشتا بر جشتا ہوا جشت
یہ چھوٹا غری کی حد متیرہ سو ہے جسد
اما غلہ رب کے پیش میں پر نہیں کوئی ہمت
آئی نہ اسے کام عمر غم میں کئی نام عمر
دل بھی خدا کا ہے کھان کہیں نہیں آتی جہاں
ہوئے میں لکھم لعل کب جو دامن کا بول
منزلِ یل ہے جہان ہو گئے کتب و نشان
ہوئی ہیں حاجتیں وہاں کس سے کریم کے سوا

بادہ جانفزا عیشت نغمہ دلگت جشت
کھولے ہوئے ہے سترہ لکھ صورتِ انجمن جشت
کون تر اسے دارد میں چھپ نہ اے در جشت
تنگے چھتے تمام عمر صورتِ کھر با جشت
ہوئی ہے عرش کوردانِ بزمِ زمی در جشت
گریہ بے اثر غنفل نالہ نارسا جشت
بیٹھے ہیں جم کے ہم سہاویں رعنا جشت
کرتے ہیں حرم آشتا غیر کا استجا جشت

عزیز امیرِ محرم ہوئے ہجر نہ بھی بھم ہوئے
اُس گل تر سے ہم ہوئے صورتِ بوجہ جشت

سبزہ مرے حزار پر بسید فنا اکا جشت
بہتر میں میرے چاہ ساز فکر میں بتلا جشت
نارہ جہان اس قدر سیم نہاں ہے غلِ ملان
عیش کا دہر میں نشان دیکھا کبھی آسمان
و دلست دہر کی نہیں زمینوں کو کچھ آرزو
تو تباہم اگر نہیں علم چمکیہ سے نصو
گوشِ کریم تک کبھی چاہئے پر شکے جائے

عمر کی جب خزان ہوئی لبغ میں فضا جشت
خجکو مزہ ہے درد کا کرنے میں بڑھا جشت
آئی ہے درد و حوٹ نے نگاہ میں رعنا جشت
گرگ سے بلہ مگر کاپو چھتے ہو پتا جشت
موت کیسے ہیں تیر میں تم نے پرتا جشت
شل میں جو پاسے راہروں کا تھیں مصدا جشت
پھیل رہی ہے شہرِ یاسوں کی صدا جشت

پہلے ہوا ستون ہر گنہگار
ناخن سی منقہ ہی نہ کر گشت

سر سے کام اب نہیں چشم سیاہ پار کو
عقدہ دل مرا کھلے اسکی امید ہی نہیں

مال تلف ہوا ہوا قہ نہ پیدا خاک امیر
خاک میں اب مٹے ہو گو ہر پیریا مٹ

روایتِ حبیب تازی

محمودہ چنے سے ہی اٹھتے ہیں مشورت
وہ قتل پرچم مرگ پابند سے ہون کر آج
ہر کی ہوئی پھرتی ہے محبت کی نظر آج
دوڑی ہوئی جاتی ہے خوشی غیر کے گھر آج
سیف نہیں ساتی سے ہوئی زیرِ شجر آج
انہ سحر میں کوئی خداداد ہے نہ آدھر آج
اڑتی ہوئی دی ہے یہ گہو کون نے خبر آج
لے ابرکرم خواہ غضب کچھ تو ادھر آج
بے پر کی اڑنا ہے عیب ترخا سحر آج
ہے تھے جو کل غل بے اُن کے خراج
دو دن میں میں خوشید چکروں میں تھر آج
ہو تھر میں نہ کو کہیں آکے مگر آج
ہم عیب کا تہ جھانے ہیں نہ آج
آنکھیں جو چہرین پھر تھی عالم کی نظر آج

اس شان سے وہ برق و شہا ہے لودھر آج
ہو تا ہی تو ہے فیصلہ گردن و سر آج
غیروں سے کہی ہے کہی مجھ سے ہر گلاوت
کو جاتے ہیں آہستہ نزاکت سے وہ لیکن
گھوڑا میں میکش ہوئے بے مشبہ ہشتی
ڈر ڈر کے خاک بھی ہوئے کاہنوں گریبان
غربت میں میں تلو تو اڑی خاک و طن میں
باران نہیں چتر ہی گرا کشت پر میری
گزرے گی شب چہرہ تار و زنیاست
جنت میں کریم سے کہیں گے یہ فرشتے
کس شان سے بیٹھے ہیں سرخ دم وہ آکر
شیشے کی جلی جوش ہے عشق ہے دہیں
عالم میں رولج آتے ہو اب بے ہنری کا
بیگانے ہوئے نزع میں جتنے تھکے گئے

خاک کی کسی دلہر پر سیاہی گیا دل
کیوں اٹھوں سے تھامے جب پھر ہو جگر آج

پردے سے جو اس خود نے دیکھا ہوا و حرات
 خوفی سے ہے بے چین وہ بھی سی نظر آج
 اشرک عیاد میں ہستی ہی نہیں آنکھ
 اس ماہ سے ہے وصل تو اند میری دیکھو
 اس مٹن سے جھجلا کے دکھتے ہیں شہیل
 دیدار طلب تو بھی ہے اور میں ہی ہوں ناہ
 سب اچھے ہوئے حشر میں ہیں ماضیہ دو بار
 یاد آتی ہے وہ کہ کسی برس دل میں
 قصہ کمر بار کے معنوں میں خط ہیں
 انگلیں پری نقشے سے نہیں سرخ ہوتا
 ہے طواری تباہی یہ نیا ہے ترا اند میر
 و وزخ کے کبھی جنت کے بھی دروازے کھلے ہیں
 کہتی ہے تضامول ال دیکھ کے تجھ سے
 اک طر ہوئی ہم جن تری یاد سے بیہوش
 مانگی ہے دعا کس نے ابھی کہ کھلا ہے
 پران بھی ہیں دیوانی اسی شکوہ ہی کی
 کس کو ہے کچھ جیتے ہوئے بن نہ پڑی
 تھی اس جن امیدوں سے بڑے تھے ہیں
 وہ رہ کے دکھا تہ ہیں وہ تیسرے نگوار
 نور رشید تھامت کا بہت گرم ہے ہاندا
 ہوتے ہیں وہ قسمت میں یہ ملن کے کوئی

آنکھوں کو مری چومتی ہے میری نظر آج
 کہتی ہے عیاد دیکھیے گرتی ہے کہ مر آج
 کیا بکے ذہن بھی ہے پچھے میں نظر آج
 شام آئی ہے یقی ہوئی ساتھ اپنے سحر آج
 غلام قری آنکھوں سے گئی نیست کہ مر آج
 لیکن جسے گھر کے ہے وہ دن اور مر گھر آج
 دیکھیں تو غلط و غناست ہو کہ مر آج
 اٹھ اٹھ کے بھاتا ہے کسے در و بگر آج
 خرا ہوں کہ تیری بھی نہ غائب ہو کہ مر آج
 کچھ کہ چمکا یا ہے ابر حزن بگر آج
 دن سا ہے ناسخ میں ہوا ڈھکے کو گھر آج
 ہے شان کرم جگہ ہے کیا ترنگہ آج
 سلطان کوکل زاد سفر کا ہے منہ آج
 اے بھری تیکو ہوئی ہے چہرہ آج
 آغوشیں تنہا کی طرح باسب آج
 آئی ہے پرستان سے آؤ کہ خبر آج
 لینا ہے مسافر کو تو لے زاد سفر آج
 ٹوٹی ہوئی شاخیں جگے دیتی ہیں خرا آج
 دوتا ہوں کہ منہ سے گل آئے نہ بگر آج
 لے آنکھوں ہی چیتا کوئی اسے دامن تر آج
 ساتھ اپنے لیے چل بچا ہے شمع حرا آج

یا قوت سے رنگت میں مٹھتے ہیں گہر آن
اور سے ہوئے کون خدائی گلی ہے سحر آج

پلک کچھ جو شریک آنسوؤں میں خون جگر ہے
کس غیر جو خوشید سے ہوئی ہے حوائی

بیخاستہ ایسے کی بل میں مرا دشمن
دور کے جو آستارے مرا درد جگر آج

ابھی تو نہ کی کبائیں چاند سوچ
نہ اتنا سدا تھا میں چاند سوچ
کہ جلتے ہیں بائیں چاند سوچ
ابھی آنکھیں بھجائیں چاند سوچ
یہ کرتے ہیں دعا میں چاند سوچ
تری جوئی میں آئیں چاند سوچ
گہن میں نہ چھپائیں چاند سوچ
کہ غیر اپنی مستائیں چاند سوچ
ذرا آنکھیں ملائیں چاند سوچ
کہان سے نور بائیں چاند سوچ

جو کچھ سے رخ ملائیں چاند سوچ
سحر کو سقام کو بھی یاد رکھیں
ترسے دھاروں میں ایسی چک ہے
گردان کا جو تیری راہ میں ہو
ترسے نقش قدم کا بائیں رتبہ
فروغ اپنا جو اس سے بڑھ کے چکا
تو ہے چہرے سے نہ جلیے جو گہر
وہ غاڑو ملتے ہیں آہ نہ پہ کھد
سپید و زرد میں اس رخ کے آگے
خدا کے نور ہیں سب بلیں اٹھ

ایسے اس عارض روشن کے آگے
گزر کر کسبائیں میں پناہ سوچ

ردیف: مجسم فارسی

اے صورت خلق پرستہ کچھ
نا تو ان ہون یون ہری تصویر کچھ
جنی آہن کچھ ہے تاثیر کچھ
دیکھ کا تھان میں نہ اے قدر کچھ

عاشق ابرو کی یون تصویر کچھ
اس کر سے نہ تسلیم مانی بہنا
نہا لے دل ہے ترک نہ ما
میں کہان عشق اسکی شریک کہان

قدیم سے دل کہاں تک غم
اُس عرق آلودہ رخ کے لکھ صفات
بڑھکے آئے ہاتھ میں سے اول مزل
اُس ہانگ پر عاشق نہ کر
بلوہ گر مانی ہوزنگ است
عاشق اجاب ہوں ہسنا دین
راہ پاک زخم سے نکلے نہ جور
لے مصدوب و دیکھے آئندہ
قتل کی حسرت آتوے دست شق
لے مصدوب رہے ترقی پردہ سن
کیا حیا سے کہتے ہیں مانی سے

تو بھی نا کے صورت زنجیر کھینچ
سے غم عطر گل تصویر کھینچ
اجکے ایسا نالہ سب گھر کھینچ
یوں شکنجے میں لے تقدیر کھینچ
میری اسکی ایک جا تصویر کھینچ
نگ صحبت سے مری تصویر کھینچ
بہر تک قاتل جہول سے تیر کھینچ
پاکے موقع عکس کی تصویر کھینچ
اک ذرا پردہ حاسن شمشیر کھینچ
کھینچنی ذلت جو ہو تصویر کھینچ
کھینچ پردہ رخ چہب تصویر کھینچ

دولت عجبے اگر جا ہے ایسے

دست دل سے دامن شبیر کھینچ

سنت قاتل نہ احسان کہاں دسیہ کھینچ
تیر کما کر شکر کرنا لے نہ اونچسیر کھینچ
بھکو جو تیرا تصور تجھ کو ہو ہر احوال
جان فدا دین میں سے ہوا کون بنو نا کون ہے
سامنا یہ دے ہے کیسا غفلت نہ
ہو کے پانچ صحبت بند غم سے چھوڑ جا
قتل گمین کچھ مرے قاتل سے بن نہا نہیں
چارہ گرتہ ہر درد عطف چھیچھو سچنا

یا قہت اپنے گلے پر آپ ہی شمشیر کھینچ
سر جھکا کر ناز قاتل کے تو شمشیر کھینچ
میں تری تصویر کھینچوں تو مری تصویر کھینچ
یار ابھی مکمل جانیں گے جو ہر ذرا شمشیر کھینچ
لے دل پردہ جب کھینچ آہ پرتا شمشیر کھینچ
باتہ دنیا سے پسکر پانچین زنجیر کھینچ
روکئی ہے شرم کہتی ہے او شمشیر کھینچ
خط رو تو پہلے بالائے خط تقدیر کھینچ

ایک ن تیری بھی یون ہی کمال کھینچی جا رہی
 ہاتھ میں اس دست کے تلواریں پھر تیرے
 سبز کاغذ اسکا دکھلا کر نہ دیوانہ بنا
 بارہ خواروں پر عنایت چاہیے پیر زمان
 بنگی مولیٰ کی کیسو ہو کے کرنا چاہیے
 تیرے کیسو کی درازی کا ٹھکانا ہے کہیں
 جیسے کریمان سلسلہ کیسو سے رکنا ہے اگر
 تیرے چلنے میں جگر پر برجیاں دل پر مرے
 گشتہ فرغان ہوں مانی ہاتھ سے کدے علم
 ساتھ پیکان کے پٹ کر دل نہ کچلے کہیں

پوست آہو کا نا سے صبا دا ہو گیر کھینچ
 چشم بگون میں ذرا سرے کی بھی تھوڑی کھینچ
 بیگنہ ہوں جگو کا نون پرچے اسے تھوڑی کھینچ
 ان مردوں کو بھی اپنے رنگ میں ہی سر کھینچ
 لے سبلی ہاتھ دنیا سے دم تکیر کھینچ
 اس کشش سے اترا تھادی کا تیر تھوڑی کھینچ
 قید خدان سے نہ گھبرا صد مہ نہ بھیر کھینچ
 بار بار آہیں شام سے قاصد دم تھوڑی کھینچ
 کچھ کے تو نہ کھینچو سے مری تھوڑی کھینچ
 دیکھا وہ عالم ذرا آہستگی سے تیر کھینچ

رو کے اپنے حال پر جاتی جوانی میں اسی
 رات تھوڑی رہ گئی ہے نالہ شکر کھینچ

رو دھت جائے خطی

چلتے ہی گزری ہیں دم کی طرح
 خفا سان سے ہوں میں شہر خلق
 قصور سفر ان کا ہوا جگہ مرگ
 ناز و لے ترک ہوں میں سخت جلن
 دیکھیے جب سیکہ سے میں ہے بلند
 عشق میں مر کر مری ہو گی غور
 سر ہی غم عشق میں پیٹا کیے
 ہوں وہ سب دوزخوں جیہٹ

ٹھہرے کہاں نقش قدم کی طرح
 نطق غموشی سے قلم کی طرح
 گھر سے دو تھکے مرے دم کی طرح
 خون نخت نہیں دم کی طرح
 دست بہ دست کرم کی طرح
 نام نکل جائے دم کی طرح
 ہاتھ راسدہ علم کی طرح
 شام بخت ساتھ قلم کی طرح

صنعت ہے ایسا کہ زمین گیر ہے دیر میں ٹھہر دو تم اگر دم کے دم پان بجی بھیجے ہیں تو غیر دیکھے ہاتھ جون میں وہ تم دوست ہے جبکہ عزیز راو ہے کعبے کی رو کو سے یار حیف کرتے ہیں مجھے ہم سفر نزدہ محبت سے جون میں ناتوان	سایہ مرا نقش قدم کی طرح صاحبِ حرمت ہو دم کی طرح ملطف وہ کرتے ہیں ستم کی طرح ہرق غضب ابر کرم کی طرح سجدہ کثبان چلیے قدم کی طرح چوڑ گئے نقش قدم کی طرح ہے یہ ہوا سینے میں دم کی طرح
--	---

بیٹے ایسا سکی کلی میں جو ہم
مرث کے اٹھے نقش قدم کی طرح

مژدہ بھی کرتی ہے بل ابرو چنان کی طرح مژدہ ذوقِ شہادت کا سبک لے کاٹل یہ لعل مقبل الفت میں ہے شہادت کا نذیر و صل شاتی ہے دنگے داغوں کو یہ میکہ ہے کہ کوئی غلسم ہے ساقی فراقی یا دین رویا جو میں تو غم آنس کا بل ابرو دن پہ ہے اشد ابرو کہ لے جو تیز رو تھے مسافر وہ پہنچے منزل پر	ستم ہے تیر بھی چھنے لگے کمان کی طرح زبان تیغ کو چو سون تری زبان کی طرح ٹرپ بھی ساتھ چلے عمر جادوان کی طرح بیارو تھی ہے بارخ کو خزان کی طرح جو آئے پیر کی سورت گئے جو انکی طرح لپٹ گیا وہین معشوق مہربان کی طرح کھچے میں خود بھی وہ شمشیر استخوانی طرح میں اٹھ کے بیٹھ گیا گرد کاروانکی طرح
--	---

نکھایہ ضبط لے مہونا کہ تنگ کے امیر
نکل گیا مرے سینے سے دم فغان کی طرح

سجھاؤں گا ایسا کہ سجدے کا نام میری جڑ مانے گا تو پچکے گا نام	ہے دل میں معنی اب کار کا ہے کا نام میں انکی نہاتوں کا تو نقصان مرا کیا
---	---

آتا ہے مرے پاس تو اتنے وہ نہ روکو پہلے اُسے دیکھ آئے یہ کہنا مارا نے کہہ دو کہ نہ باتوں میں مری شاخ نکالے سُکھ میں نصیحت نہیں لانا جو سدا رہ رہنا جو میں چھوڑ دنگا تو ترپوں گا موز	دو چار گھڑی میٹھے کے اُٹھ جائے گا نام پھر میرے سزا کموں پر جو لائے گا نام کہہ دو نکال پتے کی مین تو پتے لے گا نام اتنا ہے مجھے دھیان کہل جائے گا نام بیکار تو مجھے نہ رہا جائے گا نام
--	---

آیا ہے اگر صحبتِ زندان میں تو بیشیے
گہرا کے امیر آپ ہی اُٹھ جائے گا نام

روایتِ خاصے مجھے

سجھتا کہ وہ منہم شروع رنگ شروع ایک نہ دیکھو جاتے ہو کیا سیرِ بارغ کو ہلکا جو بس میں نے جلیسوں سے یہ کہا ساتی خراب شروع وہ مجھ سے کہلا سغنوں جو سو بھنے لگے اُڑنے لگا ظلم گھر والوں پر بھی ہوتی ہیں ہر وقت چھینٹیا ہے رنگ ہا زینا تو دہو اس میں انگلیاں معتوق وہ ہے جسکی طبیعت بھی شروع ہو بینش پہ ناز شیخ کو عینک سے ہے عجب	ایسے بھی نہ ہو گئے بمان رنگ شروع پھیکا گلون کا رنگ تیار اور رنگ شروع دیکھو تو کس قدر ہے یہ بنے نام رنگ شروع یا تو تیار سے جہاں ہو رنگ شروع میدانِ پاس کے اور جوا یہ سرنگ شروع کتنا ترانہ ہے لے غانہ رنگ شروع منہدی سے تیری سیر ہو کہ ہے رنگ شروع کیا فائدہ تھا ہر جو چہرے کا رنگ شروع کیا دم ہے جو کہ تیرا رنگ شروع
---	---

کچھ کی یہ غزل تو نہ تھی لیکن لے امیر
میر کیا کروں ہے میری طبیعت کا رنگ شروع

روایتِ دالِ مہکمہ

حافظوں کو رہے آبادی کا شانہ پسند	ہم ہیں خوشی میں سلسلہ دیر پسند
----------------------------------	--------------------------------

قصہ گروہوں سے جو سن لی ہے کہانی ہری
جانی ہی شخص یہ پردافوں نے گر کر سر بزم
مسجد و عزت و مذہب کو مبارک زادہ
لگے سامنے اس شوخ کے جتنے تھوہین
دل کو کیا لطف جو مشوق بنو گرا گرم
آجے پادشاه کے کافی میں مجھے چشت میں
و دونوں گھڑا کے ہیں تیز کہان حدت میں
آیت جان کے زانو پہ جگر ہی اس نے
مر گیا میں تو حسینوں نے بھی کی زینت شک

آنکھیاں کانوں میں اب بیٹھے ہیں افسانہ پسند
 کی گئی ہے ہمیں، مسرت و مروت پسند
 جو کہ ہے نرم سے و شہید و چاند پسند
 سن پر یوں کا کہے اب کوئی دیوانہ پسند
 شمع خاموش کو کرتا نہیں پروا پسند
 سلج سلطان کو ہے گوہر کی مانند پسند
 کہ کبھی ہی کی مانند ہے تجھ سے پسند
 جانتا دل جو مرا تو کبھی کرتا پسند
 مج کو آئینہ ذاب زلف کو ہے شانہ پسند

ہے "شاعر جو کہے معنی بیجا دینا

حجاب کہ پسند نہ کی ہے اسے خوب پسند
 عجب کرتی پسند ہے اسے ماہر پسند
 اشیاء سے جوش ناز و عافا بزم یارین
 خجرو دکھا کے تجھ میں وہ بات بات پر
 از جو میرے قلب کو اتار ہے سوا
 جس سے بھی رحمت مہلی سے کرو اگر قبول
 دیکھوں کہ میرے یار کے کیا کنز بیاہ جو
 تیرے حقدت بھی ہے جو انعام کا خیال
 احسان کسی کا کہ ہو گوارا رنگ گل
 ناہ نگاہ کم سے کسی دند کو نہ دیکھ

جسکو عدد پسند ہے جسکو ہے تو پسند
عالم پسند وہ ہے کرے جسکو تو پسند
پس پس گیا ہے آج دل آرزو پسند
جسکو تو اس زبان سے ہے گفتگو پسند
تا دم تک جگر پسند ہو خنجر گھو پسند
سیری نماز سے ہے زیر لڑو پسند
وہ دشمن آبرو کا ہے مین آبرو پسند
سچی کے خطر کی مین آتی ہے تو پسند
ہے چاک پر سن نہیں لیکن تو پسند
کیا جانے اس کریم کو وہ جو کہ تو پسند

آہائے جب دل جو ہی جان سے عزیز
ٹھکڑا کر کہو بسے گیسو نہ دیکھے ہم
بیل شاہ گل پہ ہے پروانہ شمع پر
پیدا کیا ہے حسن نے دولت کا نام
سب آفتوں سے چھوڑ گیا کر کے ترکہ ناس

یہ تو تیرے کو ہے جانے یوسف کی پسند
یہ الجھی الجھی ہو کہ نہیں گنت گو پسند
دور سے کہو مہر ہو کہ ہے وہ ماہر پسند
وہ کون ہے جہاں میں نہیں کو تو پسند
یہ نہ کر نہ ہو مجھے دل بے آرزو پسند

دن رات ذکرِ شمع و سخن سے ہے کام میرا
باتیں ہی پسند ہی گنت گو پسند

جس دن سے اس غریب لکھا ہے تو پسند
ساتی ہے دختِ رز سے زیادہ عدد کن
عاشق کو فرج کر کے وہ خنجر ہو کیونست
سُنے دیکھے کا ہے اس فقط شکلِ آئندہ
یہ جھک پڑا جہاں وہین دریا بسا دیا
کچھ ترین کوئی اجم کے نہ بیٹھے ہمارے پاس
کیا تجھ کو سبز باغ دکھانا ہے آسمان
دل سے ترا جگر ہے ترا جان ہے تری
بحرِ جہاں میں گوہر پکارتا ہے میری ذات
اشد ہے پاس خاطرِ افسار یار کو
لے دل خدا کے واسطے اب میری جان چڑھو
ہم چاہیں دل لے وہ طاقتے نہیں ہیں نگہ
سوا آفتیں ہزار بلائیں تسبیح و من
ہم بے زبان یار ہمارا زبان دوا نہ

ہے کس غضب میں جانِ دل آرزو پسند
کیا یعنی صفتی اس کی ہے ستو کو تو پسند
خونخوار کو ہے سے سے زیادہ گھو پسند
کرتے ہیں دل مراد مرے روبرو پسند
ساتی مجھے ہے ہر دم دستِ سہو پسند
آہکری ہوئی یہ کہ نہیں گنت گو پسند
خفاقی سے ہوں میں نہیں غالی شہو پسند
ہرگز نہیں درج کرے جسکو تو پسند
اس تھوڑی سی لبِ طاپ ہے آرزو پسند
لایا ہے قتلِ دوست کو خنجرِ عدو پسند
تھکوں نہ میں پسند نہ محب کو ہے تو پسند
وان جام سے دریا جہاں ہے شہو پسند
سُندا اس کا نہ دیکھے دل آرزو پسند
یاں خاموشی پسند ہے وان گنت گو پسند

بے ذوق عشق دینا و دل دونوں پہچین
ناہ کو گریہ وقت عبادت ضرور ہے
بھٹکے جو پیش یار تو آئیں وہاں

خالی تسبیح پسند خالی سبب پسند
اللہ کو نسا نہیں ہے جنو پسند
ہے اس ناز کے لئے ایسا و صوبہ پسند

ہے لکھنؤ کی جان تو بھٹکتے میں امیر
خاک آئے میری آنکھ کو اب لکھنؤ پسند

سید کلام صاف ہو کر نہ عدد پسند
تھکے آئیں جس سے وہ ہے گفت گو پسند
کرتا ہوں پیار غیر کو بھی میں تری طرح
آنکھوں کو میری آنکھ سے تو روئے یار
افشا ہوا ز عشق تو کا تین زبان مسم
چھوٹے بڑے پہ کچھ نہیں موقوف ساقیا
روا تھیں کر گیا وہ کیا خاک فیصلہ
خاک محدود ہے رنگ دھان کی طرح رداں
شکر خدا کو اب ہوئی امید قتل کی
ہے تو ہی شرقی و غربی جنوب شمال میں
میکش وہ جن کہ اہد ہے اپنا دل وہ ملے
دون میں دل شکستہ تو رہ کر کچھ نکات
آداں ہے قبر سے جو جن سے کتابت

آئینے کو گریہ نہ کبھی رخت رو پسند
بھگو ہے درد آئینہ لافست خطو پسند
وہ بھی پسند بھگو ہے جب کو ہے تو پسند
کا دن کو میرے ہے تو وہی گفتگو پسند
مستون کی طرح بھگو نہیں با و ہو پسند
میکش ہوں بھگو غم کی طرح ہے سبب پسند
ہے جبکہ طوطی قصہ تیغ و تلگو پسند
مرنے کے بعد بھی ہے تری بھجو پسند
منہدی کے ہلے لنگو ہے میرا لہو پسند
کیوں سجدہ مثل کعبہ نہو چار سو پسند
ساغر ہے مہر کا نہ فلک کا سبب پسند
ٹوٹا ہوا کسی کو نہیں ہے سبب پسند
لیلا اُسے پسند ہے بھگو ہے تو پسند

تشریف دو مستون کی نہیں معتبر امیر
اجھا ہے وہ کلام کر۔ سچو عدد پسند

الٹی مستون کو چو۔ تھیں جان داد و بند

چاو ذوق میں دل کو کیا سید گناہ بند

۵۵ و شاد ہے
و شاد ہے
۱۲

اے چرخِ شمس
راہی بین صبح و شام
اُس شاہِ حق کا کوئی دربار کیا
بادِ بار نے یہ پیسے بین بربک گل

زاد بھی سیکھے کی طرف کیا چلے گئے
وقت سے ہے امیرِ در خانقاہ بند

سرکارِ حق کا نظر آتا ہے کا
کچھ دُور تو متہ حلیوں کا ہوا کلام بند
پایا جوابِ روضۂ دارالسلام بند
رہتا نہیں کسی کا زمانے میں کام بند
کیا دھڑکیوں دکان ہے کوئی تمام بند
جیسے قفس میں جوئے میں مرغانِ دام بند
آئے عرقِ کہاں سے اگر یوں سام بند
دل کیا کہو تھے میں دین کے تمام بند
ہے کار و بارِ حق خدا کا تمام بند

مشاکد کیا ہے آنکھ کا بھی سلام بند
کرا ہے غیر بار سے بہ گوئی ان مری
گھبرا کے رہ جانے درخ چلے گئے
دور شود کشادہ اگر بسوئے در سے
سجدر میں جا کے بیٹھ رہا سے فروغ کیا
چٹوئے جواہرِ غم سے بھنسا دغلم میں ہم
لازم ہے ہرگز یہ بھی دل کی کشادگی
ساتی کے جو میں رہے اذیتِ خسار کی
اسے اگر چشم کچھ تو برسنے میں نہ رکھی

ساتی و غمِ عیش - ہے حق کے امیر کی
ہو شام سے صبح تک دورِ جام بند

ردِ عجب والِ نقبہ

کرتے ہیں شیراز جیسے میدانِ محمد

پھولے اس آبد کو ہے جگہ بھی خایانِ محمد

وان گھنٹہ

ہو چکے پر نیا ان گھنٹہ

ہے سے مراد کرتی ہو نیا ان گھنٹہ

ل سے جو گرمان کرے خاصے دان گھنٹہ

کر ہے دست پر کیا حشر کا میدان گھنٹہ

کار سے نہیں

ہے جو امیر اس قدر حشر کے دن بچنے

تیری مہلت پہ ہے بے خبر مردان گھنٹہ

روایتِ ذال

بازو دو دن کہ کے مین بازو پہ نظر کا تنوید

ایک اور حر کا تو بنے ایک اور حر کا تنوید

باتھ مین کیوں ہے یہ ملاؤس کے پر کا تنوید

یہ گھنٹی ترے پہل ہے وہ سر کا تنوید

یہ نکالا ہے غیب در و جب گر کا تنوید

اک ذرا بھی کہیں بازو سے جس کا تنوید

چاہیے روز نیا ایک نظر کا تنوید

دراچ دل بندہ کے ہوا در و جگر کا تنوید

چشم بندہ کھلا خوب ہی سر کا تنوید

مہر و مہر جا رہے ہیں دیکھ کے بازو ترے

دراچ دینا کیسے منظر نظر ہے صاحب

چاند کچھ مین کہے عقد ثر باک ہے

آنکھ دکھلا تے ہیں وہ دیکھ کے جگر تیار

پھر کمانی گئی مشاد کہ بازو سے کسر

چشم بے در تری پہ ہے جو بن آن کا

مر گئے عشق مین ہر رخ سے راحت پائی

جسکی تاثیر سنا سن کے دل مین ہوا کیر

نقشِ کال ہے نہ کوئی اثر کا تنوید

یہ کھنسل پڑا ہے کسی گھنڈا کا تنوید

نہیں ہے غنچہ عروس پس پیار کا تنوید

لوہن خاں سکھوں سے کیوں اُنکے خط کو پڑھا
 یہ ہے مرے مرضِ آتشفار کا تھوید
 یہ یوں جو ہے مرضِ غم جو دور سے ساتی
 کہ خدایا ہم جو میرے بھار کا تھوید
 اُتر دکھائے گی الفت پس فنا تو حضور
 نکلیں گے اُنکھوں سے میرے مزار کا تھوید
 کبھی تو فنا تو رہنے یادِ عمر ہی وہ آجائیں
 اُتر دکھائے الہی مسند کا تھوید
 چمن میں جانا تو زنگس لگائے اُنکھوں سے
 تھادی چوٹی میں ہے کس پیار کا تھوید
 خط اُنکا آیا ہے رکتہ لون میں اپنے سینے پر
 کہ ہے یہ میرے دل بے قرار کا تھوید

کیا جو یہ تو بلا سے ایسے وہ تو بلا

رہے گا دل کی جگہ دستِ یار کا تھوید

روایتِ ماسے مہلہ

ایر کھانے کی جوس ہے تو جگر پیدا کر
 سرفروشی کی تہا ہے تو سر پیداکر
 کہیں کو کہی شہید عشاقِ نہیں
 ہے جو عاشقِ دلِ معشوق میں مگر پیداکر
 ننگ چاہے اگر س باغ میں آوازی کا
 بکھیر گل کی طرح شوقِ سفر پیداکر
 قلعہ خشک بے گور گور گور شش جانان
 امید اتنی تو اسے دیدہ تر پیداکر
 اُتر چلے گا بھی لے یار دُعا بال تو کھول
 جھکوتا ہے پر نیاز تو پڑ پیداکر
 کوئی جا ہے جہانِ جلد وہ معشوقِ نہیں
 شوق دیدار اگر ہے تو نظر پیداکر
 میرے ہی دل چاہے کاش یہ بھی نیکر
 لے فلک آدمی اتنا ہی اثر پیداکر
 آخر عدل میں نیک ہی کام آئیں گے
 پیش ہے جھکوتا خدا و فر پیداکر
 عشقِ حینِ نکلیں کا جو اُٹھانا ہے مرا
 پہلے کچھ ذائقہِ جسمِ جگر پیداکر
 اپنی گردشِ پیمت ہے تجھے لیچرخ گھٹا
 جب میں جانوں کہ غمِ غم کی سوچ پیداکر
 قدمے الفت کے اُٹھانے میں اتنی مشکل
 دل لگ ایک دیا لکھ جگر پیداکر

مختصاری کا اگر حصار کھتا ہے ایسر

دل جو ہے کا تو چھہ کا بگڑ سدا کر

جودل ہے حلقہ بزم شراب سے باہر
سوال کرنے نکیر بن شوق سے آئیں
خدا کو دل ہی میں ڈھونڈو اور آواز ہر چہرہ
شریک ہو کے رہے یا لگ بنا سے گھر
جو ہو سے دیکھے حسین پھر لیں تو دوسرے ہیں
یہی ہے الحکام کا طوفان تو خلیہ قہر جاب
ڈرے حساب کے دن سے تو تو ڈر نہ بھجیا

وہ درد ہے عمل آفتاب سے باہر
وہ دوہین میں نہیں تنو کی جواب سے باہر
نہیں کتاب کا مطلب کتاب سے باہر
کسی طرح نہیں ذریعہ حساب سے باہر
یہ لیں دین تو ہے ہر حساب سے باہر
محال ہے کہ ما گھر ہو آب سے باہر
مرے گناہ میں زائد حساب سے باہر

ترپ ہی جائیں وہ گھر میں کون جو ادا میر
نخل کھڑے چون بھی اضطراب سے باہر

کون سا گل ہے نہیں جوازیہ دامان بہار
کس قدر روشن ہے بیوں کے شبستان
قاضی و مفتی و زہد ب گھروں میں چھپ ہے
نیشے کے دورے جو ہیں دست نکستہ غری
دو دن عاشق ہیں گرے عشق میں البتہ فرق
اہر پر آستان حکومت سبیل تسخیر تھا
سازگی ہر رخ ہے جاتی رہی اندر دلی
زمین جبل سرودہ منچہ دہن عارض سمن
گہر شہر اور شہر تدر دیتی ہے صبا
تے فرود شون سے کہو گھنچین و دہا گوری خرا
باغبان کا نون کو کسکھار کہہ کج کام خزان

کون سا غنچہ نہیں گئے گریبان بہار
شعلہ ہر گلین کی ہے سر و چراغین بہار
ایک دیوانہ ہے تیرا مرد میدان بہار
ہے بچاؤن کو اگر کبھی رگ جان بہار
میں شاد حسن ہوں میل سے قربان بہار
داع ہر لالے کا ہے ہر سیلان بہار
پتے پتے بوئے بوئے پر ہے حسان بہار
چشمہ فرس گوش گل کشتہ میں مژگان بہار
تخت گل پر دوق اور ہے جو سلطان بہار
کہ لیں پوئین ہر گلشن میں سامان بہار
کوچ میں ڈالیں خلی اصحابین دامان بہار

کیون نہ کہیں شاہ تپے سچ ہیں شافین مین تخت
سے گنیں لاکھ تو فرما زبان سے فرمان بہار
برگ گل سے قطرہ شبنم گراتی ہے صبا
کیون نہ لوستے دل جو دیکھے در خطان بہار

جو شگل سے ہے یہ اذنان فرخ بانہا کوکبیر
کوڑی کوڑی بکے ہے جن ماہ کنعان بہار

ستاروں خد سے صاحب فرزان راہپور
ہے راہپور جہم وہ ہے حبان راہپور
بالا ہے کاف سے کی کہیں حبان راہپور
زلف پری ہے سایہ ایوان راہپور
خازنہ بنائیں لے کے جو پائین تہل جین
رنگ شکستہ چمنستان راہپور
موج خرام ناز نسیم و صبا نہیں
گلستان بیان کی بلوغ آدم کی ہیں کیا زبان
میر گیس کے پھول گرد یہ انگور کے نہیں
آفتاب کی بیان کی ہے شترہ بہار پر
کونین کے مزے ہیں بفر کو بیان نصیب
ان نغمہ کو مٹتی ہے سنگھوں میں یان جنگ
پیکر میں ہے سب نہیں دن رات آسمان
شبنم کی بام سے نہیں آتی ہے یہ صدا
سائے پر فواہر سے عالم ہے دھوپ کا
بھولیں گے غلام میں بھی ترانے ادا و ناز
لائے بہنیں خیال میں شان دہر کو

حصنایسیر کو بھی لے خواں خود سے
بہان نواز یہ بھی ہے مہمان راہپور

بادہ سرخ بیون ساغردو سنا بحر کو
موسم گل میں کروں کیا میں خزانہ بحر کو

دل پہ ہے بجز محبت میں مجرم غم و یاس
 باندہ دین عشق کے بازو پہ یہ پام بھی ہو صلاح
 فصل گرمی کی ہے رکھنا نہ گرمی کا قصد
 حسن کی نذر کو پھولوں کی لگائی ڈالی
 ساقیا رحم کہ بے بادہ مجھے گورے میں
 حال کیا ہو چھتے ہو میرے دل پر خون کا
 صحرانِ خون پہ مرے سائیلے کرتے ہیں وہ تہر
 نشہ دولت و نیا ہے خم سار عقبہ
 عطرِ تحفے میں نہ بھیجو بجے بھیجو کسی دن —

مست بخاندانِ علم کب نہیں رہتا میں امیر
 خونِ پیٹوں میں ہمیشہ بجے پینا بھر کر

منہ ترون کا برے گا غزالِ نصنی پر
 عاشق ہے خدا بھی تو رسولِ مہدی پر
 حیران ہیں کیا یہاں اس بیدہنی پر
 زکام دے بیٹھے ہیں تو بے شکنی پر
 بانجھی تو ہے غم سے نے کمر را خرقی پر
 قسربان وطن ایسی غریب الوطنی پر
 ثابت ہے مرا خونِ عتیقی یعنی پر
 کیا بانجھو بانجھ سے تری گل برینی پر
 محتاج کی جسطرح پڑے آنکھ غنی پر
 ڈالے گا یہ کبوت مگر قسربِ غنی پر

آکاہ وہ حرکان سے ہین ناگہ غنی پر
 نامحذبان کھول مری غمزدہنی پر
 ہر آئے تسان سے نصیبوں کو ہے حیرت
 کشن میں پیدا آئے کرے گرم تو بازار
 آبِ قافہ صبر و تحمل کا مذاہب
 ساجھانے جو لہجائیں مجھے بھی وہ سفرین
 مارا مجھے اُسے ترے لب یاد و آکر
 آیا ہے شہیدوں کی طرف دیکھیے رُخ
 یون اور حسین دیکھ رہے ہیں ترے رخ کو
 چھینی فلکِ دون نے جو محتاج کی چادر

چھو جائے ہوا بھی تو تن صاف ہو نیلا
 فرادنے کچھ لطفت نہ محنت کا اٹھایا
 سیادہ دے سرخ اسیرانِ نفس کو
 کیا خط کا جواب اسنے نقلی سے یادوار

سے قطع یہ جا ستری نازک بدنی پر
 پتھر کے تلے باغِ رحا کو کہنی پر
 کر جسم غریبوں کی غریب الوطنی پر
 بھیجا سرِ قاصد مجھے نیز سکی اتی پر

کیا رہا یہ سدا سکھلا عشق پہ پہنچا
 سرِ جبکا جھکا پا سے رول مٹی پر

عجب ہے جو سرِ غش میں بندھا
 جس میں قاصد کو دون اپنا خط شوق
 سب ہا قول کھنچ کر وار پر بھی
 مٹاتے ہو مجھے امتا تو کہدو
 جہان میں وہ شادی ہو تو دولت
 کہاں تک شورشِ بیوہ اکو دل
 تھو دگیسو کا ہے عاشق سے ایسا

کہ ہے سرِ یزد میں شایخِ مرقار
 ابھی وہ صورت طائرِ جو پر وار
 کہیں منصور سے ہوتے ہیں سر وار
 کہاں پاؤں گے ایسا تازہ وار
 نہ ہنستے گل اگر ہوتے نہ زوار
 کوئی تار تو پسیدا کر آخر وار
 رشتن پر بیانِ رشتن ہے وار پر وار

امیر اس قاصد کو زون کے آگے
 چمن میں سرد وانا ہے نظر وار

دل ابرو پر قد اہو محنت کا الزام دلبر پر
 خوابِ عشق لاکھوں تاک میں رہنِ چشمِ ساقی کی
 دکھا کر آنکھ قاصد کو صمن نے کر صبا بندہ
 دلِ مینابِ عاشق جا کے غمِ اکو کو قائل میں
 نہیں بیگری سے سلبِ جان پہ چھالے
 شبیر تیغِ قدیار ہو کر اس قدر سڑا

گلا شمشیر کاٹے خون ہو جلاو کے سر پر
 تانے کے شرابی آگے دن ایک ساغریہ
 خدا کی خان دیکھ چل گیا جادو پیسہ پر
 سیاہی لے کر کوئی پہنچا اپنے بستر پر
 آت کر رکھ دے ساقی نے ساغریہ کو تیر پر
 کہ آکر خون کی جیشین پڑیں دھانچہ شہر پر

یہ شوق نامر ہے استغفار خط جانان میں
گرتے رہے اکیرے جانیں گھر وہ کاری گج
سیا رہی سے جی عزت انہیں پر شرم آتی ہے
نہیں یو جو جہر سے خدایہ بچنے کے ٹانگے
مجھے بھی کوئی دوسرے سلب شیریں کا کمر ساقی
جو اس لقیس و ش سے لیکے نامے کا جواب ہے
لگائے گادوہرہ سہلکے میں کس کے دکھانیکو
وہ مست آئے تو سیکش کیا میں جس مست جو جانیں
راض دہر میں عبا گلبن سے طائر جنتی

پھر کج جانا ہے دم آواز پر داز کو تر پر
زمانے بھر کے جھگڑے تھوڑے ہی میں دھڑکتے رہے
کب تک بچھو کہیں کتابتِ حال کے سہرے
وہاں زخم کا چھروانہ ہے قافل کے خنجر
جہاں میراب میں پیاسا کھڑا ہوں نہر کو تر پر
نقدی کر کے چھوڑوں سیکڑوں دھوکہ کو تر پر
ہمارے دم تک کتابتِ قافل بازہ خنجر پر
مراہی پر مراہی خم پر خم غم ہو ساغر پر
کراپا امشیانہ خنجر میں ہے قیس کے سر پر

امیراب دوسرے کو اس جہان میں کیا توقع ہو
برادر کو نہ آیا جسم پوششے برادر پر

وہ بگڑے جب دیا دوسرے جھگڑا کر
گئے وہ ہم سے بیماری میں کر
اہل نے سارے جھگڑوں کو بھڑکایا
وہ کشتہ ہوں جو قافل نے کیا نعل
حیا آتی ہے کیا منزل پہ جاؤں
یہ جنگ بزرگری در پردہ ہے صلح
وہ مجرم ہیں نہ عنوان بھی اٹھائے
جداسر ہو تو اپنا درو سر جائے
کونین کیا کیا زلف نے جھکائے
اکیریں آئے ہیں تربت میں ناحق

شکستِ فاعل ہی قسمت نے لڑکر
طبیعت اب نہ پہنچے گی گہوڑ کر
فراغت مل گئی تربت میں گھوڑ کر
ہزاروں پیر سے بڑے آکر کر
کو کانٹے روکتے ہیں باؤں چکر
ملا دیتی ہے دل کو آٹکھ رڈ کر
درجبت پہ ہم سہیلین جواز کر
کرن کیا درو سر مندل رگڑ کر
ہوئے ناسود دل میں درخ پڑ کر
لے گا کچھ نہ نعل سے جھگڑ کر

جوا بادی ہے ویرانی سے آخر
 کیسے جا آئے دل سے عشق مرگ
 غلت آدم کے ہم خلدارش آدم
 فراق یارین نفرت ہے سے سے
 کہان آیا ہے میرے پاس شیش
 ہر کے جنگل ہزاروں شہر آجہ کر
 نخلی ہی نہیں یہ پھانس گڑ کر
 کبھی لیلین گئے زندان سے جھگڑ کر
 اکب بیٹھا ہوں ساقی سے بگڑ کر
 کھلاو بھی اسے گردن پڑ کر

امیر اک شہر ناپڑسان ہے وہ نیم
 وہ ان تم کیسے جاؤ گے بگڑ کر

ساتیا ابراہیمی آدھیں سچا ہے پر
 وہ حسین تو ہے کہ پر یون کر ہی ہے پیاس ترا
 نکل حیران کی نہیں صورت انسان کیسی
 کہان مرے سر پہ شہر عشق پاکا احسان
 جی میں ہے شمع ویر میں کو دکھاؤں ویر یا
 ہے جب حال بیان کوئی سمجھتا نہیں کچھ
 فرد تقسیم کی ہے مزرع امتاق حسین
 غالب دل میں وہ عشاق سے اپنے اس طرح
 میرے کہتا ہے گزیرہ چھوڑاؤں بت کے
 دل خدا سے جسے وہ جاریہ بھیجے سول
 آتش غم میں چہم جلتے ہیں پردہ انھیں کیا
 ہر ان میں دل غمناک کہ گلزار میں گل
 سبھی دوست تجھ جس سے محبت ہو چلے

کیون قریب توں کرے پڑے ہیں چائے پر
 سایہ کرتی ہیں پردن سے تھے دیوانے پر
 کچھ عجب عالم پڑے ہے مرے ویرانے پر
 باہر پڑ جائے جو میا ختہ اس خائے پر
 ناز کبھی پائے ہے اسے تجھانے پر
 لاکھ ایمن کو کہوں رنگے میں بیچکھانے پر
 نام ہر ایک کا لکھا ہے ہر اک دانے پر
 جیسے حاکم کی نظر رہتی ہے نذرانے پر
 مارا شکر نامع ترے سمجھا نے پر
 عشق مہل پر ہے موقوف نہ پوچھا لے پر
 دھڑا ہے کہان شمع کو پوچھا نے پر
 چاک کرتے ہیں گریبان مرے افسانے پر
 نہ یہ اپنے پر ہے موقوف نہ چھانے پر

مجھے دھت جہر وایار شب وکل امیر

چھاگئی گئی اُداسی مرے کا خانے پر

فیضی چلے کسی کے نذر خستِ حیات پر
دی جان ہنسنے چھتہ آبِ حیات پر
بیٹھا بے لات مار کے عزّتی ولّات پر
تیکہ ہے جب سے رازِ حقِ خلق کی ذات پر
بجھلا دیا بزدلی نے پہرا فرات پر
سو توت وصلِ یار سے دن پر نہ رات پر
گر جاتے ہیں نفس میں مرے پانچ نسات پر
آنکھیں نہا کر تے ہیں آنسو و دوات پر
چڑھ جائیں گے کسی نہ کسی دن وہ گھات پر
کھیلیں گے جان پر اگر آئیں گے بات پر
تھانوس چار سے کوئی شمعِ حیات پر
دن کا لگان سے سارے زمانے کو رات پر
لکھا ہوا ہے حاشیہ عینِ الحیات پر

دیکھو زبان نہ تیز کرو بات بات پر
بوسہ ملا جو اُس لبِ شیرین کامرگے
پائی ہے برہن نے جو در پر ترے مگر
آرام سے ہوں فقر کے بستر پہ میں گدا
سُتا ہوں محنت کے کیا سیکرے کو ذوق
رحم آئے جب مزاج میں تب ہوں نہ برہن
جھڑتے ہیں بوستان میں جو دو چادرِ گلِ گل
لکھتے ہیں ہم جو رحمتِ چشمِ سیاہِ یار
شیشے میں ہم پری کو آئین گے دیکھنا
کو دک مزاج چاہتے والے نہیں ترے
سُغم ہے فکرِ فزعِ جو سائل ہوں تیرے گرد
پردہ یہ کس کے عارضِ روشن سے اُٹ گیا
بجھے یہ خطِ پشتِ لبِ یار دیکھ کر

دُر کا رے بہانہ ہے مسفرتِ ایسر

تقوے پہ منحصر ہے مضموم و صلاوات پر

نفاک کرنا ہے مجرا تیری چوکت کو زمین ہو کر
صدف میں میٹھ رہنا چاہیے درِ شمیم ہو کر
زیادہ ہو گیا قیمت میں کدو یہ نگین ہو کر
غضب کی لی جن دل میں چکیاں پہلو شمیم ہو کر
نہ سمجھے آپ سوئی بات بھی باریک بین ہو کر

لا نام خدا و مرعوبِ تجھ کو حسین ہو کر
بیہوشی آبرو دنیا میں تو غزلتِ نشین ہو کر
غواضِ غم نے کیا میرے دل کا رنگ چکایا
کلیپا حشرِ سوسن کا بنا ہے نیلے داغوں سے
مگر گویاں جب میں نے کہا جھنجھلا کے فرمایا

بڑا ہی فخر حاصل ہو ہوا خط پاک کے ڈھانچوں
 تصور ہے وہی پیش نظر ہر دم حسینوں کا
 کمر ہے بال سی لے گلبدن پھلنے چلنے میں
 بتائے لے غلک تو ہی قیوب ہو کر آتا ہے
 بیار لالہ گل پھر کبھی کا ہے کو دیکھیں گے
 ملو جہدم میں آنکھیں آنکے ساعد سوم رخصت
 جودل جی ہریان ہو کب تابان ہے آنکے تابوین
 لگا یا تو گلے سے پر لگائی تیغ بھی اُسنے
 خداموں کی صورت رزق کا فرو کو بھی دیتا ہو
 جگر کڑی ہے کیوں سینے میں لڑائی کیا حال
 تصور بندہ گیا جس شام کو اُس جرح طاعت کا

غلک پر آؤ نہ جائے یہ کہیں روح الامیں ہو کر
 تماشا ہے بے محض میں جو خلوت نشین ہو کر
 نہ اتنا چاہیے موابت جباری نازین ہو کر
 کہ خوش ہو تا ہے پھر کو نہ کوئی اندھ کھین ہو کر
 پہلے جن اس جن سے ہم نکلا وہاں جن ہو کر
 تو رہا جان دین ملے پردہ چشم آستین ہو کر
 جو لب تک ان بھی آتی ہے غم کی ہر زین ہو کر
 ملا تو عید کے دن دو گر چین حسین ہو کر
 کسی کو بھول جائے کیا وہ رہا لعالمین ہو کر
 کسی انگشتی میں دسکر رہنا تھا لگیں ہو کر
 تو آیا خراب نکسوں میں پری جگر حسین ہو کر

امیر اک آؤ خاؤ تھا دنیا جکو کہتے ہیں
 وہی صورت وہی پیش نظر بھلی کہیں ہو کر

آکھن سے مثل مار نکسہ ہے نہان
 دونوں میں پر غموش کر ہے در میان
 اکدن کرے گی یوں ہی مجھے بے نشان
 زلف دلاؤ جو کے یہ کہتی ہے ان کے
 سبھے ہوئے ہے جب کو یہ سارا جہان
 اک روز باندھ سیجے تو پئے آنکھ ان کے
 اب تک ستم باندھے ہے کیوں آسمان کے
 معدوم اگر وہیں ہے تو ہے بے نشان کر

کیونکر نظر میں آئے کہ ہے بے نشان کر
 زانو میں اودھ شکم میں صفائی کی بحث ہے
 جس طرح خود ہے عالم ہستی میں بے نشان
 جب قصد کرتی ہے کہ مرے دل کو باندھ لے
 ہم خوب جانتے ہیں کہ ہے جادو عدم
 لاکھوں میں مرفوش ہزاروں میں سرکفت
 کھٹا نہیں کہ خاک میں عاشق قول چکے
 تصویر کیا کچھ کی صورت سے آپ کی

کایک پھر امیر سا پاؤں گے بادشاہ
باز خونہ ان کے قتل پر اسے جان جان کر

گلشنِ فردوس ہے رخسارِ یار ہین جہانگبین طالبِ دیدارِ یار خلد میں ٹھہرے رطلو بنے جو ہم زندہ مردِ خود سے زندہ ہو چلے برق بجلی تھی جو کوہِ طور پر آنکھ سے کہیں جو دیکھے وہ جمال استدِ غالب بنوئے خوابِ مرگ یاغ میں نازان ہر کیا طاؤس و گنگ عینِ صحت ہے مرض کیا مرض قتل ہوتا ہے دمِ تزمینِ حیان اپنی آنکھیں بھی غضبِ طرارِ ہین	آبِ کوثر شربتِ دیدارِ یار کاش ہوتیں روزِ دیدارِ یار ملد آیا سائے دیدارِ یار حشر بریا کر چلی رفتارِ یار وہ بھی تھا اک پر تو رخسارِ یار کانِ وہ ہے جو سنے گفتارِ یار آجکے وعدہ دیدارِ یار شوگرین کھلو ایسی رفتارِ یار ہے مسیحا یار ہسم بیارِ یار آئندہ ہے تیغِ جو مسہ دارِ یار لوٹ لائیں دوست دیدارِ یار
---	--

آنکھ کھولو خوابِ غفلت سے امیر
گرم محشر میں ہوا دربارِ یار

اٹھائے تھے جو قرآن کل تک پر پیرکاری پر آٹھیا زخمِ کاری میرے دل نے زخمِ کاری پر تغویٰ جو ترے گلگون کو جب با بیاری پر بھرتی اس سحر کی آنکھ بھی اشک کی قدرت کہو اشجار سے اکدنِ خزان ہی آئی والی ہے ہنیں یہ خندہ دمان تاملوار کا فاسل	مٹلے تنک گردِ ہین کج اسکی بادہ خواری پر لگا کی تیغِ ابرو آسنے شرکان کی کشماری پر یقین بہت گل کیوں ہنگو سوار می پر ہوا پتھر کا دل بانی ہمارے اشکباری پر آٹھائیں ہر نہ اتنا باغبان کی آبجاری پر چمکاتی ہے تنک غلام ہمارے زخمِ کاری پر
--	--

تری موج تبسم نے چمن کی رنگ چھلایا
شہزادہ ہے یہ گویا ہاتھ پر سوز مجنون کا
وہ پیسا ہوں غنیستہ مجھے اک بند بھی پانی
فیروزہ کے بن بوریا سے فقر سے بستر
خدا ہے عشق ابرو میں جو اپنی جان بیخ جاے
کنزین سے جوش کھانکا کر غل آتا ہے چو پارہ
چھاپا گل نے پر یہ بل کشتہ کا خون چھپا

ہوا اک اور کوڑا تو مسن بادبیری پر
چلتا ہے گلشن میں جو پانی کی عدری پر
گلہ خود ہمارے رکھتا ہوں ہندی کی گاری پر
تو گل پر خطہ کی ہے اپنا ذات باری پر
رہا کر ہے خوف غرق کشتی کی سوار پر
تو تپ ہے دل اس کا میں ہمارے ہیتر پر
پڑین اڑا کر کے چھینٹیں اس پر بھیری پر

امیر ایسی بھی شب ہوئی کہ وہ میر سے ملتا
بزم کیم کو کرتا اسان اختہ شکاری پر

نوجوانی سے نرپو چورخ جان کی بہار
ہے جہان جلوہ مستوق دہی شہر ہے خوب
جوش گل بلغم میں ہے جوش جنون لازم ہے
مس طرح میکہ سے دالو کو یقین مودا عطا
رنگت مغل کا تو جگمگت سے سینوں کی ہے
پر تو گیسو جان نہیں آئے میں
باغبان سے کہو پوئے نسبت پہلوں پر
سیکڑوں لالہ رخ و سرو قد و چہرہ دہن

چند عجب موم گل میں ہے گلستا کی بہار
ساتھ دوست کے گئی مصر میں کنعا کی بہار
پڑ سے پڑ سے ہو یہی اب ہے گریبا کی بہار
جو یکہ آیا نہیں تو روئے نہ رونا کی بہار
گل جو چمکتے ہیں تو ہوئی ہے گلستا کی بہار
ہے لب و زہر میں سبیل پیچا کی بہار
چاروں ہے یہ گل دلاؤ وریما کی بہار
دینی ہے چمن عالم اسکا کی بہار

اب دیکھ کی طرت قصہ مضمر ہے امیر
دیکھے چلکے ذرا گلشن ایسا کی بہار

مرے پہلوں میں یوں کہیں صدے ہو جو بن پر
براہر دم اہل حد کو ہے دوست دشمن پر

لہو اتوں میں ہندی خون کی بیری گری پر
کر جل جانا ہوں میں گری پکی جگہ غم پر

ہجوم ایسا لگا ہوں کا ہوا ہے اگلی چلن پر
 ابھی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محسوس
 دو سیکش ہوں کہ مٹی میں ذرا بھی گڑھ سے
 ہونگی سے نہیں خالی ہے کوئی بات اس بات کی
 ترپا ہے دل میں کہیں ایذا نہ ہو نہ کو
 دوانے ہاتھ قحطالی تزاکت نے رکاب اگر
 غمرا آتش ل میں کہ قطرے اشک خنیں کے
 اسیران ہڈی کو قید بار دل نہیں ہوتی
 تہیہ ستون کو کیا خوب بلائے آسانی ہے
 کہ درت کب جگہ پاتی ہے پس من طبع کے
 وہی ہے تیر غنی بعد جس سمجھنے کے ہی باقی
 ہے جہت چلے توٹ کے ہو پختہ تیر منزل
 نہ کرے سے فوج تو ابھی ہرگز نہ میں مروتا
 سبکدہی سے میں خوشی ہوائے نشیب مستین
 اگلی ہے آگ دل میں بلبوں کے کیا نہ ہوتا
 گل خورشید بھی تادمی سے میرے ہی جلانے کو

اکہ دھر سے پردہ جالی کے ٹرے پٹی بھٹن پر
 کبھی جب کفن پر کبھی نائل کے دامن پر
 بٹھے اڑ کے میرا ہاتھ رکھے اپنی گردن پر
 پیام صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر
 قدم رکھو تو بسم اللہ کہ میرے مدفن پر
 ارا دواج کیا چڑھنے کا اسنے پشت توں پر
 نظر آتی میں کچھ چکاراں ہی جیبے دامن پر
 اگر انی طوق کرتا ہے کہان قمری کی گزین پر
 کفن انوس مکر گہی برقی پسے خرمن پر
 نہ دیکھا گردو کہ جتنے کبھی دریا کے دامن پر
 دھوین کا جیسے دھبائے نشان پر گھن پر
 پھرے تو فاقہ پڑتے ہم آئے قبر رہن پر
 جو کچھ ہو چھو تو میرا خون ہے کائنات کی گزین پر
 پشیمان ہوں جو دامن اللہ کا سنتے ہیں دامن پر
 کوئی بھول اڑ کے پڑھا اگر گھن کے دامن پر
 چمک کر دھوپ کچی بن گئی خلیق انہمن پر

امیر ایسا کیا ویران اہل نے قصر شاہی کو
 کر آج بھیں رکھکے روٹی کی کسی ایک ایک دھون پر

چراغ دیدار دامن کا ہو جیسے نور دامن پر
 عجب کیا پنجہ مرہم ہو پڑا میرے مدفن پر
 اسجمل کر خون میرا جا پڑے تانگی کی گردن پر

مری آہن کے شعلے اس طرح ہیں کیونکہ پر
 گئی ہے جان کہ پروہ نشین پاک دامن پر
 دوسرے ہوں لگاؤ گرم سے دیکھے جو قحطالی کو

کسی گل پر چہرہ کی جاہ زہری رنگ لائی ہے
 محاورہ گر نہیں کوئی تو جھک کر چہرہ نہیں بڑا
 یہ عالم ہے غش کا وادی گرم محبت میں
 عجب لذت بھری محاورہ سے قاتل نے مارا ہے
 نہ سمجھا تھا کہ ان طوفان میں بھر جھک پھنساؤ گے
 گھبراہٹ مزے بے میکے پھر لے لے کہاں ہیں
 کر دیکھا اس طرح بیامان پردہ نشینوں کو
 دیاں صیغہ پاک میں دل صاف ہے جن کا
 عجب ہے دھندل پر تھمت تر دامن و اعط
 نگاہ و اس نے خنجر کی برخ پر بھی سہت کی
 سرے ہم ٹٹ کے غربت میں رہی لیکن یہی معنی
 تصور ایک دم بھی اس کی چکون کا نہیں تھا
 پھر سے سرگرجس سے آگہ تری ہو گیا بل
 ترخم غیر کے آگے نہ بھر پر چا سیے تنک
 میں جب کہتا ہوں اُس سے جھک تری غم فزا
 چلتے تیغ نگہ اختیار پر میں اڑے بان رگڑوں
 نہیں ہے قطروں شبنم پرستی دیکھ کر تیری

گر بیان آجکل ٹوٹا ہوا ہے میرے دامن پر
 امیر متعین گے کا زحون کو فرشتے سے جو دھن پر
 کہ چشم خضر بھی بہتی ہے آبِ تنہا نہ ہزن پر
 مرا خون آنکسے سر پر اسکا احسان میری گھٹن پر
 کرو گے چو زبان شمشیر تم اگر سرے دھن پر
 کبھی گردن چو خنجر پر کبھی غنچہ گردن پر
 ہر ہر چہرہ کون کا اپنا جا کے میں ایک ایک چہرہ پر
 عذاب کشی ہوتا نہیں شیشے کی گردن پر
 تھوڑی تڑپتی ہیں آنکسے حوریاں کسے دامن پر
 چلی تھی چہری مشغول کی قاتل کی گردن پر
 خضر نے بھی دیا تو فاتحہ حلائے رہزن پر
 ہمیشہ آنکھ دہتی ہے نظر بازوں کی چہرہ پر
 قضا کی بھی نظر رہتی ہے ہر دہریہ چہرہ پر
 کہ دل دکھتا ہے ہر چوٹ پڑتی ہر جوشن پر
 تو خوشی سے حیا ان سر تکہ جتی ہو چہرہ پر
 مرے ہونے غصے کا ہاتھ اٹھا میں اپنے چہرہ پر
 گھر سے پانی کے غیر سے پڑے گھبراہٹوں پر

امیر اسکی ادا سے ایک عالم کی تمنا آتی

پڑے گا فاتحہ اب کون اگر کس کے دھن پر

کر آنکھیں بچنے سے ہیں اندھے میری دھن پر
 زبان مار کا عالم نکلتا ہے سون پر

اڑ رہے جودہی ہے جان اسکے سے دھن پر
 اندھیر چا گیا ہے یاد ایسا تھے گھٹن پر

اگر قبل رو کرنے کے چاک جیب گل ہوتا
 وہ کشتہ میں ہمارا خونبھا قاتل سے جو مانگے
 کہ دن میں غدر خواہی دل جو کہ دکا بھی ہو سکیلا
 گلے پر خنجر بھی میری سخت جانی سے نہیں تڑپا
 پس مردن مری دیوانگی کیا رنگ لائی ہے
 نکلنے حسرت پاؤں کیونکر دل سے بس کے
 کرے غنچہ نگار کے دہان تنگ سے دعویٰ
 نئی صورت کا اگر دیر میں نہ تار پست پستایا
 میں وہ اندر وہ دل ہوں سرور ہو چکا نہ توفیق
 نظر اپنی پہنچتی ہے شعلہ مہر کی صورت
 ازیب سے نہیں رہتا ہوں میں غلام مہر نامین
 محبت پیشہ عاشق تو ہوں کو دوست رکھتے ہیں
 اگر لڑکے شعلہ میں جو کھینچا میان سے خنجر
 شکار و گرم سے ابھرے ہوئے سینے کو جب دیکھا

تو انکب چشم بل سے میں نکلتا آب سون پر
 اگر کمر سے قاتل کے ہتھ خون لگی گون پر
 جو ٹٹے ہاتھ سے نت گر پڑوں پائے برہن پر
 رگڑا ہوں غمیری رکھ دھکے بہرون اپنی گزرن پر
 کہ وقت ماننے آتی ہیں پر بان میرے مدفن پر
 یہ جب تک لوٹ کر پہنچے وہ پہنچا پشت تو سن پر
 سر اسکا کاٹ کر رکھ دن سنان پر گیسوسن پر
 جینو کا لگا یا ہاتھ اس ٹیٹ نے بھر میں پر
 مری صورت جو کوئی کھینچ دے دیو لو گھن پر
 بھروسا آپا حق کرتے ہیں پردے کا چلن پر
 بھڑاتے ہیں مرے آنسو آبل کار و دشمن پر
 میں لہنے سر ہیلوں جو بلا نازل ہو دشمن پر
 قلعہ میدان سے بھاگ بیٹھ کر کالی کے نرسن پر
 تو وہ ہو سکے کہ دیکھو آج آجاسے نہ جین پر

امیر انسان کا دل جتنا گوارا جھکو ہو کیونکر
 مرے آنسو میں آتے ہیں اکثر حال گھن پر

و دیکھنے کی نہیں ہیں انھیں کہ بند ہو جائیگی جھک کر
 یکبارہ تو یہ ہے جیسے کا ادب سے بیٹھ کر
 ہر جھک سے گرا دیا تو رہ گیا اسے میں تنہا کر
 خواب کے وہ نہ سچا ہے اٹھا دیر جھک کر
 بلایں ہیں گیسو دن نے تھی کہ کھٹے دنوں اٹھ کر

کھٹے ہیں این دیکھ بصیرت وہ ہرق جن تو جھک کر
 مڑ گیا تو کرسائے سے بھی وہ شوق کتا ہے جھک کر
 یوسف ہے کہ ہاتھ پنا کسی گریبان تک پہنچا
 اٹھاتے ہو جھک جانا تو رنگ شوقی کا بھی دکھاؤ
 جو میں وہ پڑ گئے اٹھا کر نقاب اپنے رنج حسین سے

میں من کا ہون بڑی کشتہ میں اس نزاکت کا تیر ہی سل
 پہلو ہوا دیکھتی ہیں جہدم سیاہ بختون سے تھکا
 جب آئی گردش میں چشم ساقی ازاد ہے خوش گشت و گور
 جو میں نے دیکھا تو کچھ آنکھوں میں ہوا اور خاک نہیں
 جو تیرے احسا میں منعذ پیری میں فکر اسکا ہا کرونگی
 ہمارا کشتی تو دیکھنا کہ جگہ سے میں خراب گپنی
 وہ بام پر بادا اگر دہستے ہیں مہر ہوش میرے
 میں ہوں وہ انا کہ مزاج بل نہیں مجھ پر تاب نہ گئی

لکھ فی توارب چک کر تو کھا گئی بل کر چاک کر
 تباہ کرتی ہیں حال کیا کیا وہ کاکھیں ہر چاک چک کر
 شکل پئے نیکو و صبا ہر نرسوں کش سبک کر
 لہو کی دو چہین ہری عین لگا ہوا تہا چہنی چک کر
 دما میں تہی ہے ہڈی ہڈی مری دلت کی کچھ چک کر
 ہوئی یہ نشے میں غرض با مردم میں ہوا گری چک کر
 زمین تہ تر بار ہی ہے بلکہ ناک پہلی چک چک کر
 دماغ کرتا ہے کیوں پٹیاں میں میں کیا یہ چک کر

ہے آرزو چلے چو لے کی تو کہ کلفت سے شہر خالی
 نر دہی نخل فکر کا ہے ایسے جو اگرے چک کر

ردیف را کے نقیضہ

جو دماغ میں ہے چنگی دوتا چکے ذالغ دوتا سکر
 تجھے شمع جال خدا سے کیا تجھے جہنم تنگ سے دیا
 وہ ہے کہ نہ جو غریب نہیں مجھے رحم و کرم میں نہیں
 تپانش میں اور وہاں جو طیب ہوا و غم گل
 کبھی گھوس میں صبر و ہمدردی میں کرم صبر
 مرے سر میں جراتی ہے اپنی ہوا تو کوئی کی کرم میں
 کوئی سختی ہو کوئی تجھ پہ با کبھی حزن گئے کا زبان نہ دلا
 گلاب برضی کا کام ہے کیا یہ تو حق ہے تیرا تو حق ہے

یہ قصوریم و صبا کا سجدہ جو گزرتو نیم و صبا سے گزرتو
 سر زہر ہمدون میں جو گزرتو کہ نہ خدا و شرم دیا گزرتو
 وہی ناز و شر غلب میں ہے جو گزرتو ہی تو اور گزرتو
 یہ مزاج کو نشو و نما ہے دل کہ وہاں جو تری ہوا گزرتو
 ہے رہی میں کوئی تہا غم سے گزرتو خدا گزرتو
 ترے بخت میں جو گزرتو صبر سے گزرتو خدا کی بلا گزرتو
 نہیں بخت حلقی سے رہا نہ خدا سے گزرتو خدا گزرتو
 مری ہڈی کو توئی خدا کے لگاؤ نہ دہر جو کہ تو گزرتو

جو گھا ہوں سے یا اگر سے گا تو کبھی پیر لے نہ نہ پائیگا تو
 تھے وہ کاغذ غریب ہے یہ نہا میر سے بے سرو پا سے گزرتو

روایتِ زائے محمد

کئی ہے جیسے زمین کا خضر فی رفتار سبز
 برسوں ٹھہرے ہو شب کو چرخ شہد سبز
 خاک سے سبز کا پچھے ہوئے نثار سبز
 ہو گئے مثل زمرہ کو مسر شہد سبز
 خاک پھینکے تو کاشے میں سبز دیوار سبز
 سرخ گل میں جام شیشے صوبہ سبز
 خوف ہے کہ وہ اس آئینے کو نگار سبز
 کہیں نظر آئے نہ پھر بازار کا بازار سبز
 کہتے کہے گا میں کراہ کر بار بار سبز

یوں ہے خط سبز سے رنگِ سبز دلدار سبز
 وضع داروں کا بدلتا ہے کہیں کیا میں رنگ
 کیا میں میں پگیا عکس تبار سبز رنگ
 ہنس کے حق میں یہ قحط آیا سیاہی کہیں
 رنگ میں سبزی ہی سبزی ہے چوٹی ہے سیا
 یکسو کچھ کم نہیں مچھ میں سے سیکہ
 چہرہ خفانہ جان پر ہوا آغاز خط
 سحر ہے پل کے سبزی سیر کو نگین اگر
 خود امیدوں میں رونے ہی کے جان جاہلی

سبز رنگوں نے کیا ہے کر چہرہ میں
 اب دکھائی دیتے ہیں سارے درد دیوار سبز

پر یوں سے ہے زیادہ یہ زلفی سپر عزیز
 کیا فائدہ جو دوست اُدھر ہیں اُدھر عزیز
 رکنا زیادہ جان سے لے نامہ بر عزیز
 جسطرح سور و مار کو سفیر و شکر عزیز
 پتھر کو لعل ہے نہ صدق کو گنہر عزیز
 کیا ہو کہو دفن کر کے ہوئے بیخیز عزیز
 بڑا کہیں جگر سے ہے نہ بھگ عزیز

زلفوں سے خال رخ ہے مجھے بشیر عزیز
 جان ایک بھی کیا نہیں سکتا ہے نزع میں
 رستے میں خط شوق ہمارا نہ گر پرے
 اہل جہان کو دولت دنیا سے یوں پڑاں
 ہو خاک جہانوں کو ہمارے سخن کی قد
 جہو توں نہ پھر کسی کے کیا یاد ایک دن
 دل سے زیادہ ہو کہو غنیمت ہے داغ دل

انصاف سفر ہے جلد وطن سے آئیں
 کہہ دو کہو غنیمت ہے نہ باندہ میں مکر عزیز

ردیف سین مہملہ

گر ہنری دیوار پہنچے بھی جہاں کے در کے پاس
 غمراہ طوبی کے نیچے جھڑا کوثر کے پاس
 ہے نفاذ اوت سفینے کی تو خطرات کے پاس
 اس قدر پانی کہاں تامل مجھے غنجر کے پاس
 جیسے صفحہ پر خط سطر خط سطر کے پاس
 انھیں جنگ کہ ہوتا ہے رنگ کے پاس
 سیف و خون کی دکانیں میں لے کے گھر کے پاس
 گورنر شاہ سے لازم قمر اسکر کے پاس
 شہر میں رہتا ہوں میں ہر لڑکا گھر کے پاس
 اک دم سے داغ کا کھونا مبرا ہون کے پاس

نار ساقست کب جانے دیا دلبر کے پاس
 کس نے قامت کا گشتہ تھا کہ مجھ کو خلد میں
 کہا مری تحریر کی اُس سست نے کی قدواہ
 فوج بھر کیا س کم جو ششہ دیدار کی
 یوں عیان ہیں صفت پہلو میں میرے استخوان
 دل کو کر دیجی ہے روشن صحبت اہل کمال
 سست آنکھیں جلو گرا سکی تیرا ہونہا
 عاشق و معشوق میں مگر بھی فرقت تھر ہے
 شرم آتی ہے مجھے زابہ بتاؤں کیا پتا
 آئے کس منہ سے وہ تیرے سخن کے بلادین

ہے امیر اپنی دعا آئے شینے میں اہل
 دفعی ہوں میں روئے پر تو پر مغیر کے پاس

ایں دل سے ہر عضو سے تن میں پڑاؤں
 مجھ زاد کا مرہ ہے کفن میں پڑاؤں
 گلشن سے گیا اڑ کے دشن میں پڑاؤں
 دکھاتا ہے داغ اپنے چمن میں پڑاؤں
 گویا ہے زبان لپٹے دہن میں پڑاؤں
 بسجوں عروس نامہ دطن میں پڑاؤں
 ہوا خون سے چراغان ہیں چمن میں پڑاؤں
 لازم ہے نشانی کو کفن میں پڑاؤں

چمکا کرین جگہیں جو چمن میں پڑاؤں
 کا بیہ ہوں یہ داغ عزیزان سے پس مرگ
 رخ سے دل پڑاؤں ملاؤں میں بیتجا
 جو جو نہیں ایو بیماری کا تو رونا
 نیزنگ سے کیا روئے نگارین کی صفت کا
 غربت نے جو کچھ داغ مجھے ہیں دکھلاؤں
 کیا خوف جو بہات کی باتیں میں اندھیری
 سوز و دل پڑاؤں سے میں جل کے ہواؤں

نوند کے امیر ایر بہاری نے دیا منسل
 ڈھانچا ہوا پایا جو چمن میں برطاؤ سر

قائل و قائل کے قریبی سہل ہے سہل کے پاس
 گویا کسی نے رکھ دیا منسل کا بچا اول کے پاس
 موتی محل سعد منیا تیار ہو ساحل کے پاس
 کچھ دھن کھینچے ہیں چھ کچھ چھ دو سیر دل کے پاس
 ہو جاتے ہیں جی جی جدا آتے ہیں منسل کے پاس
 نرم خوشان میں ادھر ہے عیش کی محفل کے پاس
 یارب کہاں سے لگی ہوئی تھوڑی قائل کے پاس
 شیخے میں پہلی کے زجا ہر جا محل کے پاس
 منزل کی کران چمن شیخے میں ہم منزل کے پاس
 پہنچے ہیں پاسے غیر سے سوتے ہیں منزل کے پاس
 آجکے گانا نغمی سا بان جابا ہے کون گے پاس
 برباہ محبت ہو گئی پہنچا جو میں محفل کے پاس
 دشمن کی ہرین جو بیجا قائل تھوڑی کے پاس

دان سیم و ابرو ہشتین ادیان تھوڑی دل کے پاس
 ششہ ک پری اس شوق کا پہلو سے جب پہلو کا
 رونے پہرے دل رہا ہو خندہ و دندان نما
 تماشا عرض پرچہ متعب گنجدینہ اسرار رب
 وحش خروزمین و کوکا ہون نزع میں کو نکو بجا
 آئے ہے پیش نظر جہت سے دیکھا ہے بیخبر
 کہیں سبلون کو بھاگئی لاکھوں گھگھے کوٹا لگئی
 بسمل تال کی جے جادو کے کا ہے یہ قائل
 کانٹے چھبے ہر گام پر چھالے پڑے کا نہا ہر
 راہ عدم کی سیر سے کب بچ تھا سے غیر سے
 گھبراہٹ نہیں تا توان ملتی خود آئے گی میان
 ساقی کو میرت ہو گئی سحر کو حشف ہو گئی
 جا لگا جب سے جیان حور دل کو دیکھا ارمان

موتی امیر ختام پر کچھ بھی اگر انکو نظر
 آنکھوں سے جاتے دوڑ کو بھاٹ سا لکھ

خبر بھی تیار دیتا ہے ایجو مجھ بس کے پاس
 منزل کچھ آگے بڑھ گئی پہنچا جو میں منزل کے پاس
 گھبراہٹ کے لپٹی ہوں نغمی ہو کون ہے محل کے پاس
 ملتی جو حور می سی جگہ میز اندھائی محفل کے پاس

خبر بھی ایک بیر سے لے ترک میرے دل کے پاس
 گروغ جو ہر تقدیر میں کچھ سہی کام آئی نہیں
 تاخیر الفت دیکھتا جب سیر نے فریاد کی
 آواز کیا شیخ حورم آ کے چلتے کھینچت

دو لہا بنایا ہے اُسے کیا تیری تیغ ناز نے
 کرتی ہی مہربان لے قصا تر پے یہ یکس تاکھا
 جب قیس غش کھا کر گرا بیٹھے نے دور در کربا
 دفاتر تل خلق ہے غربت میں دیوانہ سرا
 جسکی طرف کی کہ نظر دیکھوئے تھا اسکا جگر
 اس کھنکش میں ترغ کی کب تکا ہوں میں چھٹان
 میں نے کیا یکس ہوں میں ہوں میں دیکھو ہوں

—

بیشی میں شرمائی ہوئی خرمین ترغ بسل کے پاس
 قاتل غشا خیر کچا کوئی نہیں بسل کے پاس
 اسے ناتوان مجھوں سے ہاتھ کیوں گل کے پاس
 منزل کے چل دور ہو جائے اگر منزل کے پاس
 کیا بری دم چلتی ہوئی غمشیر ہے قاتل کے پاس
 لے اضطراب لہذا تو دور دھما قاتل کے پاس
 حسرت ہماری ہے وہی باقی تبار و دل کے پاس

تکبیر لگا داندے سا کا کبھی دل کہا اگر
 جان امیر ناتوان پیچنی تڑپ کر دل کے پاس

روایت شین مجھ

جوت بھی جاوے گھبران تو ہوں میں چکر ڈرو خوش
 نہ تنگ وار شمع ہم کردو خوش ہو شام سو صبح تک
 کبھی خدا میں کرتا ہوں تو صبا کو بھی یہ گلہ نکسوں
 نہ آؤ گلا گشتن دم میں نہ چسوں گا آفت داکم میں
 کسی میں نہ خود ڈر نہ کسی سے غرض سو میں نے کی
 تہ زمین سے نکالنا ہے نہ فلک سے جگر پناہ ہے
 یہ صبا کا زور ہو کر سزا بھی پانے کا غم نہیں
 یہ جو کہ جو ہم میں دگر غرض اس پر ہی کی رضا ہے
 عجب نقاب بند ہے کہ ہے اقربا میں بھی تفرق
 ہونی سرا آئیم کی وہ سبیا بکار میں نہ مہن
 کہ کس سفر سزا پڑی کہ کس میں نے کیا کرم

اور کیم ہے ہو طور پر جو خود برقی شہر سے خوش
 فرمیں تہ طالب ہر مہر میں کہ وہ شام تک ہو خوش
 کبھی تو نے بھی شک کیا کچھ مرے دوستوں کی خبر خوش
 میں وہ کچھ بڑے بال ہوں چھوٹی بڑی خوش پر خوش
 کچھ تاکنے کو حجب کہ وہ باد غدا ہے کمر خوش
 یہ تو تہ نادہ ہو جیل گزرا ہے خوش آہر خوش
 یہ تنگ کو خوش تو خوش کیاں تو تین بند کو خوش
 جو وہ دل کو خوش تو میں ل تو کچھ خوش ہو خوش
 تہ رہے کوئی پھر سے خوش پیری کی چہ خوش
 کہ تمام مردم حاضر میں ہے ایک دامن تر خوش
 بہت اکامیرا میں کاحم ہو پیری سا کو سفر خوش

کٹ بھی چلے کہیں کر ہے یاں سروبال دوش
اے تیغ یار جلد سبکو دوش کر کہیں
نازک جو لوگ ہیں کہیں آفتاب خان سے جو جہ
پنی جانوں ایک سانس میں دے چکو میزدوش
سکسا سا بد مرگ جو ہوا پست جسم زار
ساتی بھی کوئے میں سر آگھوں پلوں سے
ہنگام غب جو پھینک گیا میری قبر پر

قائل کو بھی ہے تیغ دو نیکر ذبال دوش
ناحہ قحی سے ہے بے آب سروبال دوش
ہر کیوں وہاں ذلت منبر ذبال دوش
کب تک جو بے باوہ احمد ذبال دوش
یاروں کو پیر چارہ جو کیونکر ذبال دوش
ایسی اگر ہے تک بھی دختر ذبال دوش
شاید بھی بابتاب کو چارو ذبال دوش

کب تک آفتادان جو فرشتوں کا احوال
ہے ابتداء سن سے یہ لنگروال دوش

روایف صنادید

آبرو کوئی ہے پھر بھی کوئی ہے ناکام حرص
خفت اندوہ انسان کو بھلا دیتی ہے جو ک
صاحب حاجت دین امید دار انقلاب
جاننے ہیں اور بھی دنیا میں کچھ اہل طبع
آرزو خشیت کو پہنچے آئے وہ تیری بزم میں
عاقبت تجھ کو دین گورنے عزت کیا

دشمن عزت ہے جو کاسہ جہان میں نام حرص
خاک دانے کی کرن مرین زیر دام حرص
ہیں غنی ہو نہیں آسے گراش ایام حرص
مات سے دن تک تباہی و تباہی حرص
پورے لب کا تہہ ہکتا ہے چام حرص
وہ کباب گور کی اب کیا برہرام حرص

حرص سے خالی میں خاصہ عام گتراو امیر
خاصہ ستقامت سے دہرین ہے عام حرص

روایف صنادید

کیون نہ کہیے میں مدد مہر سے بڑا عارض

وہ کم و بیش چاک میں میں بلارض

میں کہتا ہے سر پر دم جو جلو سے کا ظہور
 آنکھیں لڑ سکتی ہیں اب کسی کو بخلا خط سبز
 دہر میں جلو گو مہر ہے ہر ایک مکان
 دیکھیے جسکو وہ ہے سخن میں کیا ہے جہان
 اسکو دکھا تو کیا رہنے تماشائے چمن
 غل ہو اشہر میں خورشید گہن میں آیا
 ہر آئینہ تو ہے درجہ صفا خاکستر

شہم کہتی ہے نہ پردیسی ہو باہر عارض
 لیکے آیا ہے یہ سادات کا لشکر عارض
 میرے دل میں مری ٹکوں ہیں کرو گھر عارض
 لب دہن چشم تر زلف سبب عارض
 زلف سنبل ہے دہن خیمہ گل تر عارض
 چمپ گیا جب تو گیسو سے معبر عارض
 کیون مرے گرد نظر سے ہے مکدر عارض

آج ہے جی تو ہو جائے گا گل چل امین
 ایسے انسان کو مرض ہو گئے جن اکثر عارض

ہکو وزیر سے نہ کسی مشاہد سے غرض
 جلو پسند آپ کا عاشق ہوں آپ کا
 آشوائے زمیر سے جنازے کو دھوم سے
 یہ بوجائے سر پہ ہے ہن جو افسیا
 کیون ہوشوں کی جانب ہمدی ہن رجوع
 روز نہ ہے جو بوسوں کا جاری ہے عام
 اے ساسین میں شمر سے دل کا مرثیہ

اللہ کے فقیر ہیں اللہ سے غرض
 خورشید سے غرض نہ مجھ سے غرض
 مرنے کے بعد کیا حشر و جاہ سے غرض
 کیا مجھ کو گدا گیسو و منہ گاہ سے غرض
 سارے برائیوں کو ہے نوشاہ سے غرض
 کچھ ہو جو ہن تو ہے تنخواہ سے غرض
 کرتے ہو دوا کیا ہے مجھے آہ سے غرض

گردش ایسے کر کوچے ہو کوچے ہے ایسے
 نکلے کسی طرح کسی راہ سے غرض

ہوتا ہے روز مجھ کو جو عارض نیامرض
 اسکو غم وصال ہے اسکو تپہ فراقی
 جسٹلا کے بولے ان سے جو پناہ میں بار بار

اللہ کیا ہے میرے مرض کی دوا مرض
 دل کو جفا مرض ہے جگر کو جفا مرض
 پیدا ہوا ہے آج یہ شکوہ مرض

آیا ہے دوسرے میں بخود ہون ہمدرد
تھکو نہیں تیسرے بڑا یا گھٹ مرض

ہر وقت اور اس ہے کچھ تاسے شاعری
ہر ہے ایسے تھکو ہوا یہ ہر مرض

روایت طے ہے پہلے

پڑا جاتا نہیں ملے دل با خط
اگر تھا یہ مری اُفت دلی کا
کہا تھا مد سے میرے کمر کے نام
نشان نما نہیں اُنکے کان کا
لگائی تیغ پارس ترک نے تیغ
جزاک اندر کھتا ہے نیا خط
کمر سے نامہ بر کی گر گیس خط
یہ کہہ دے جا کے نکھیں دوسرا خط
لینے پھر تاسے قاصد جا بجا خط
نہ مطلق سخت جانی سے پڑا خط

کہا ہا کون ہے غیروں کی ہے خاک
امید اسکو سمجھ کر بھیجتا خط

ہے روئے کبلی پر کیا خوب تہہ را خط
یہ سب جو کھی پہنے دیکھ بھی نہ سارا خط
اگ نامہ جو لکھا تھا اب تک نہ جواب آیا
قسمت کا لکھا دیکھو بھیجا بھی اگر قاصد
یہ جانے تھا شرب زمین وہ زیر کفن و کس کر
اجاب دم آخر نہیں سناتے ہیں
آؤں کا نفس سے میں خداؤں کے سوا گلشن
یاں عشق رہی ہر سون اک دن نہ کہا کہنے
پکھاسات خطوں سے بھی ہر پڑ کچھ یہ پیارا خط
عینک کی طرح اُس نے نظروں سے اُٹھا خط
کس منہ سے لکھوں اسکو قاصد میں دوا یا خط
تک حرف نہ سمجھے وہ گوڑ پڑ گئے سارا خط
جنم کا قبالہ ہے عاشق کو تہہ را خط
جی جاؤں جو ہمدرد بھی آجائے تہہ را خط
سیاہ کو لکھتا ہے ناحق جیسم ترا خط
لکھو نہیں گئے کچھ ہم بھی دیکھیں تو تہہ را خط

اندھا ہوں جو وہ خط ہو نظروں سے اُٹھ گیا
جس روز سے آیا ہے آنکھوں کا ہے تارا خط

ردیفِ خطا سے مجھ

آنا ہو سیکھ سے میں تو دن کو آسے واعظ
ساتی دو زندہ ہوں میں گرد و تہ نشین ہوں
کیا فرق ٹیک و بد میں رحمت ہے عام اسکی
فردوس میکہ سے میکش بجا رہے ہیں
کیا وعظ سے نہیں کم ہکو صدا سے کو کو
پہلے کسی سے ہونگے سارے سوالی مشر
مجلس میں وعظ کی ہیں کچھ زند آج وارڈ
دو زندہ ہوں کہ گارڈوں سپہ رفیق کا جھنڈا
اس کان جب میں سکڑاؤں گاٹی عطا ڈاؤن
بیٹھے ہیں مہر کر کے بیخوار سیکھ دن میں
دیتے ہیں بادہ کش کب بے بہرہ گارڈ ہوں
کہتا ہے میکہ کا دست ہے راد و درخ
میں زندہ بار سادہ منہ ہو گئی ہے باہم
خمر میں ہو قید چندے یہ صورت غلاموں
آخر میں آدمی ہوں با دام کچھ نہیں ہوں
کانوں میں بھر گئی ہے مینا سے مکی نقل

دروازہ کون کھولے شب کو براسے واعظ
غزوہ لگا کے جنگجو خود ڈھونڈ لاسے واعظ
زندہ دن کا بھی دبی ہے جو جو خدا سے واعظ
اب بھی اگر نہ آئے درخ میں جائے واعظ
کسری کے حلق پر ہے قمری بجائے واعظ
خود بھی ڈرے نہ تنہا ہکو ڈرا سے واعظ
کان کی ہے مفلسوں نے شاید ردا سے واعظ
حمار کر کے پر نہ لیکر عدا سے واعظ
بے پر کی میرے آگے پھر کیا ادا سے واعظ
مشر میں ادا رہے ہیں بنگار ادا سے واعظ
بجادی حمار رکھ کر ان کو دبا سے واعظ
چلتا ہے چال اتنی خود کرتا کھا سے واعظ
سیدی کہوں تو اتنی جنگجو مٹا سے واعظ
تجوڑ کی تو میں نے ساتی سزا سے واعظ
کب بک کے سفر میں کہہ دو کھا سے واعظ
ہم بادہ کش نہیں اب کیونکر صدا سے واعظ

سجد میں نہ بھی ہیں ادب اب نہ بھی ہیں

دیکھیں امیر آئے کس پر جائے واعظ

ردیفِ عین مہملہ

ہر دم میں لگن سے ہے پاد رکاب شمع

سیری طرح جہان میں ہے گرم شتاب شمع

دل میں کرے خیال چارلس گلے دار کا
کیا باستیرے ساغودینا کی پیا قریب
پردے میں نورس رخ روشن کا کیا چھپے
جلکہ ابھی تو گرمی عارض سے ہوگی خاک
روشن ہے اس پر خاتمہ محفل کا صبح تک
نور دن کیا ہے کیا کسی ہونے سے تو کا وقت
لائے کہاں سے اس رخ روشن کی آفتاب
یون گل ہے دوبارہ ترے عارض کے برفروغ
ہے فاتحہ کا قہر بان چھپ کے رات کو
ورکار ہوا اگر تری محفل کو روشنی
پردون کو جاننے کا انتخاب ہے بڑا

آنکھوں سے جائے اشک یا نگلاب شمع
میشل چو چسواغ ہے وہ لاجواب شمع
خانوس کے حجاب میں ہے بے نقاب شمع
آئے ترے حضور جو رکھتی ہے تاب شمع
یہ وہ ہے کہ رکھتی ہے چشم پر آب شمع
ہے مصرع بلند ترا آفتاب شمع
بیجا نہیں جو خرم سے ہے آب آب شمع
جیسے حضور قلم آفتاب شمع
آئے زمیری قبر پر خانہ خراب شمع
خانوس آسمان بنے ماہتاب شمع
لیتی ہے اپنے سر پر عبث یہ عذاب شمع

دائقت نہیں ہے اپنا سیر خانہ نور سے

معلوم ہے امیر ہمارے حجاب شمع

نہیں نہیں کر رخ سے ترے جو دو چار شمع
کیون صبح تک ہے شام سے شب زندہ دار شمع
آتی ہے آنکے کو چڑگیو سے کب ہوا
ہر شب کو باقی آنے میں کرتی ہے عذرا نگ
قصہ جو سوز دل کا سنا بھر سے شام کو
ہے باعث شگستگی بزم رُوسے زندہ
آئے سیاہ خانے میں میرے تو خون سے
دولت وہ کون ہے نہیں جسکی کسی کو تاک

چہرے کی آب و تاب دکھائے ہزار شمع
ہے کسکے شوق میں بردہ حق انتظار شمع
نہج جاتی ہے یہ بزم میں کیوں بار بار شمع
کیا جانتی نہیں ہے ہمارا زہر شمع
سما دقت صبح شب کو رہی استکبار شمع
دکھلائی ہے خزان میں بھی رنگ پیار شمع
چلوے ہوا کے گھوٹے ہے چوکر سوار شمع
ہے ساتھ چور بھی ہے اگر تاجدار شمع

ناحق دکھا رہی ہے زبان سفلہ در شمع
رو رو کے کیوں نہ دل کا کھائے بخار شمع
پردائے کی نظر میں ہے مانند در شمع
بجائے صاف کھلکھل دماغ بخار شمع

مشاق مرگ میں شبِ فرقت میں آپ ہم
پردائوں کی ہیں لاشیں لگن میں پڑی ہوئی
آیا نہیں جو زم میں اب تک وہ سو قد
اُس شخص کو کے نصف جو کچھ بھی رقم کرے

مکن نہیں کہ سہ نہ ہو گلگیر سے تلم
فانوس کو ایسے نہ بجے حصار شمع

رو لیف غنیمت معجزہ

ہو کے گل کر کے پیداؤ دو سے سہل چراغ
کوئی حل سکتا ہے پیش اضی کا گل چراغ
ہو گئے خار و شمع سارے شہر کے بالکل چراغ
دایع دل کا سا تھا پنے لائی جو بلیں چراغ
کیون نہ گھر تاریک ہو جاے اگر ہو گل چراغ
شیشے سے شمع روغن ہے تو جامہ ل چراغ
گل کو لے جا گین پتنگے نے آڑ و بیل چراغ
بلیں جرت پرائیں ہو گیا جب گل چراغ

کر رہا ہے خوب تعلیم رخ بالکل چراغ
کیون نہ مٹ جائے شبِ صلت جلا چراغ
شب کو اندھی گل گئی ایسی جا رہی آہ کی
ہو غافوں سے اگر تاریک ہے گلچن قفس
منہر دماغ محبت پر ہے دل کی روشنی
سیکشن کو وقتِ شب کیا روشنی کی صلیج
کیا عجب عشاق میں بھی ہو جو باہم لاگ ڈالت
جب تک روشن تھا پردائوں کا اک انبوہ تھا

شب کو آدھ کی دریا پر ہوئی جا کے امیر
ناخداؤں نے کیے روغن کناریں چراغ

گل کہے چاکر ہوا سے آہ جب ہیچم چراغ
جس طرح کوئی جلاتا ہے شبِ ماتم چراغ
کرکب شہتاب سے بھی نور میں ہے کہ چراغ
ہو چکی ہے صبح اب ہے اور کوئی دم چراغ

کیا شبِ تاریکِ فرقت میں جلا نہیں گل چراغ
دماغ صرشتِ ترے نواک کو بیٹے میں یون
پائے گا میرے سیرخانے میں اگر کیا فرداغ
عہدِ پیری میں کریں کیا زیست پر ہم اعتماد

<p>ہو تھیں ایسے کہ میر پر سدا بہتے نہیں بے بنائی پریم عالم کی تک ذاتی ہے صاف مر کے بھی محتاج ہوتا ہے کسی کا کب سخی دین مرخص عشق عارض کی دہی بے تلبیان</p>	<p>بہم میں ہے گل پودانے کا عزم چراغ ہے گھاؤ چشم آخر میں جاہم ہم چراغ گور عاتم پر ہے نام روشنی عاتم چراغ لاکھ کرتا ہے دعائے نور پڑ بکرم چراغ</p>
<p>میرے آگے جسے شاہ میں وہ ٹھنڈی ہیں میر کیا جلے تاروں کا پیش نیرا عظم چراغ</p>	
<p>کھائے یہ الفت بہت غنچہ دہن میں داغ گریں وہ ہوں کہ کچھ نہیں پودا ہے بعد مرگ لے ترک دیکھ تو کوئی گولی سے آزد جائے کا فزلے کے بیج غریبی سے بھیج بدن تیلے مری نہ دیکھنے باس در قیب کو دیکھا ہے جب سے باغ میں گور بدن ترا مشق سودھی میں بھی دشمن کو رشک ہے ظاہر میں اور رنگ ہے باطن میں اور رنگ دیکھا ہے لالہ زار کو ہم جا کے کوہ پر</p>	<p>طاہر کی حق میں سدا پادشہ میں داغ دھو دیگی چشم تر جو گلے کا کفن میں داغ بندوق اس طرح نہ بھری غیبت میں داغ ہے میرے میر سے دل اہل وطن میں داغ ایسا ہونے لگے کہیں سبب ذوق میں داغ لالے کی حق ہے جگر یا ستم میں داغ ہے شمع کی جبین کا دل پر میں داغ ہونے قبا میں دین تو ہمارے بدن میں داغ ایک ایک کا جگر ہے علم کو کہن میں داغ</p>
<p>جب سے سنا امیر کہ میں قاتل درو مند لاکھوں پرے میں سینہ اہل سخن میں داغ</p>	
<p>روقیہ خا</p>	
<p>دوڑا دل اسکی زلف سیہ فام کی طرٹ دل دیکھتے تو شہر کے سسوقی بادن درپیش ہے وطن سے سفر تیرا ہے مگر</p>	<p>یہ صیدا آپ کھینچے گیا دام کی طرٹ آغاز میں نظر ہے انجام کی طرٹ حسرت سے دیکھتا ہوں درو بام کی طرٹ</p>

دیکھو نہ آنکھ اٹھا کے سے وہ جام کی طرف
تقدیر ہوئے گرد سبش ایام کی طرف
آیا تھا ایک سر و گل اتمام کی طرف
کب دیکھتے ہیں زکریا باور کی طرف

ساتی یہ پیر باد میں دل سے کیا ہے عبد
وہ برفیاب ہوں جو شکایت کروں کبھی
وہاں آگیا کہ بارغ کو بھی دیکھتے اطلوں
اُس آنکھ کے جو دیکھنے لائے میں باغبان

اپنے امیر سے کا کیا پوچھتے ہو حال
جامی کی تہ پر وہ گیا جام کی طرف

آتی ہے قبضے میں کسے ہاتھ وہ ڈاڑھی سوزان
ہے بری کج بحث مید ہی ہو تو ہوشاؤ سوزان
ہے حق پوشی چھپاتے ہو خودیوانے سوزان
کھولنے باہر نکل کر آئے خاصانے سوزان
کیسی لے شاہ طرب کی تیرے چمکانے سوزان
دختر دہنے دکھائی جھک سیمانے سوزان
غیر لیکن ہے کہ سبکھے تیرے سلیمانے سوزان
بچ ہے آئینے سے غافل ہے خبر شانے سوزان
میں میں اک باکین ہے کم نہیں بانے سوزان
شانہ کیا نام کہ پہنچی ہے لٹکانے سوزان
سج آئی کیا کہ چھکی اپنے چمانے سوزان
ہے مزاج اٹا ابھرتی ہو تہانے سوزان

ہے چھلاوا اُس پر ہی بیکر کے بل کانے سوزان
کیا آئینے پر تکی ہے اپنے بیگانے سے زلف
حق اسی کا ہے سلاسل پاس حق فرض عین
سو بائیں ہونگی نازل ایک ہے ہتک بلا
تھی شب و روز افشان سے شب ہوتا ہے
اب نہر تابوں کہیں مسجد میں حق شرف مزاج
ہٹ سرک سے شانہ آنے دو دل صدا کہ
ہو درادیش کا کیا جانیں ابھی کم سن میں وہ
چشم بدور ان کا ہر انداز ہے سب سے جدا
وہ کیسے الی عدم پر اب ہذا دل کیا بلا
آوی کیا، ہو کرتی ہے درشتی کو بھی مس
لے دل صد چاک شانہ بٹکے جا پر یاد رکھ

دور دل کہنے کو جادو تم تو مجھے ہوا میر
پر نہ آتے نیکی افسوں سے افسانہ سوزان

عالم تر سے اک گلبین ایک مسرت ایک مسرت — گویا کھلے ہیں زوہد میں ایک اسطر قیام مسرت

ہر آن کہوں سے دن ایک طرف ایک طرف
 ہر دو جن میں زیر زمین زندہ زمین بالائے زمین
 شرم میں جلوہ نما عکس آنکھ میں ہے ترا
 روز قات و گیسو نہیں تشبیہ ہے یہ دلخشین
 پیری میں اویں ناہد نہیں یہ تیرے گیسو سے سفید
 یہ کچھ کہے گی دل کی جان آنکھوں میں اس خاک کی
 میں بیچ میں وہ جلوہ گر میں ہوں اوہرا و غیر اوہرا
 حقائق چشم میں شمع کے ابد کی تلوار میں لیے
 بہت ہے الفت سے جو دل چھٹا کر فرت ہی مگر
 فلاح دولت دونوں میں دنیا میں رہتا ہے مبرا
 ظاہر گل و بلبل سے ہے خیر نگ و گلزار و جہان
 میں آفتیں دل پر کئی چہیں حسین پر بھی تری
 خدائی مصیبت سے نہیں انسان کی سستی و عدم
 یہ رنگ ہو کیونکر دل آنکھوں میں ہوں کو دیکھ کر
 آدمی سفید آدمی سیاہ ہر اک پہ وحشت کی نگہ
 بازو پہ گز اس کے بند میں جہاں میں جہاں میں سے
 کیا کا تیا حال سے چہوں کہ تم لکھتے ہو کیا
 دل سے جگر سے عشق میں کاسے سے غم کشیدن
 کیا دن تھے دہلی لکھتے تھے تیر و مرزا سے چہیں
 میں فرید بالا تر سے لب لباب غشیوں میں منتخب
 تلوار اوہر میرے ہے تر بس اوہر میرے ہے

دلخشین میں صفت ممکن ایک طرف ایک طرف
 آواز جو انجمن ایک طرف ایک طرف
 بیٹھے ہیں دو غنچہ زمین ایک طرف ایک طرف
 ہے وار سے نکلے ہیں ایک طرف ایک طرف
 ہیں دو ش پر دو کفن ایک طرف ایک طرف
 ہیں تاک میں دو رافق ایک طرف ایک طرف
 ایک بچہ اور دو بچہ ایک طرف ایک طرف
 دکھادی ہیں باکپن ایک طرف ایک طرف
 آواز میں دو داغ کپن ایک طرف ایک طرف
 اس سانپ کے ہیں دو دہن ایک طرف ایک طرف
 یہ نوکر و خندہ زن ایک طرف ایک طرف
 طرف کی زلف پر شکر ایک طرف ایک طرف
 ہیں خضر لہن دونوں کپن ایک طرف ایک طرف
 آفت میں دونوں تلخیزن ایک طرف ایک طرف
 آنکھیں میں ابھرتی ہیں ایک طرف ایک طرف
 دیکھے چاک میں نور تپن ایک طرف ایک طرف
 کا ندھو نہ نہیں بید ہیں ایک طرف ایک طرف
 اک کوہ جو دو کوہن ایک طرف ایک طرف
 یہ دونوں چھو کتاؤ فن ایک طرف ایک طرف
 اوہر میں سجائے زمین ایک طرف ایک طرف
 دو چوہ ہیں دو لٹا ہیں ایک طرف ایک طرف

چونکہ ہر سے جگر دل بے تیغ کفر خدا زانکہ میں تو ہوں آج ایک مازن گانہ میں شہین دامن عاتق سے جوئے میں حشر میں	گرایا میں دو گنگون گفن ایک طرف ایک طرف دو ہوسے لوگ جان میں ایک طرف ایک طرف ہیں بیچ میں شاخ میں ایک طرف ایک طرف
--	--

زلفیں اسیر اس حور کی ہیں چہرہ پر خند پر
اک چاند ہے اور دو گن ایک طرف ایک طرف

قہر ہے خرگاہ چرخ جاوے دلہر کی صف یکے آجاوے دو سفاک روز باز پرس رند سنانے کے کیا ریاک میں طراویس تا کہیں چکی جو غل برقی دور مع جمال ہے صدف کہنا بجا اسکے دہان تنگ کو ہوں دو دیوانہ جو مسجد میں گیا وقت نذر کیا خرام ناز ہے نکلے جو وہ دامن کشان کیا زانہ ہے ہوئے مقبول خاصا خدا سجود اقصیٰ میں ختم الانبیاء تھے پیش امام سومنون کو کیا رہے اندیشہ راجہ کفر	ایک بخش میں امت دیتی ہے چکر کی صف گرہ میں تھک تھک گشتیں بچ بچ گئی بکری صف دخل اگر پائین تو سب جائیں خدا کو گھر کی صف کیا نہ بالا ہوئی خرگاہ چشم تر کی صف تھے ہیں جبکہ صدف دندان وہ ہر گھر کی صف نہ گئے سب لوگ اندر ہو گئی باہر کی صف دل لہ لہا دیا دبا ہوئی محشر کی صف سجود کوڑ میں بھی ماچم مسد کی صف چھپے اسکے مزلان عاتق کبر کی صف سدا سکندر ہوئی اسلام کے لشکر کی صف
--	---

شہرین ہر صحرایان پیر سے یون امیر
جس طرح گلزار میں ہر شاخ بار بار کی صف

روایف قاف

گفتی ہو دور قلع ہے دم بحر میں راو شوق طوفان غم میں دل کی خدا ہی مدد کرے شہید ہوں کس کے چہرے کا عاشق ہوں تانت	مرد کے پاؤں رکھتی ہے اپنی نگاہ شوق مضر ہے خاصا جہاد عباد شوق سجہ مری نظریں سپید و سیاہ شوق
--	--

تم پاک ہوؤ نہ قیامت کے روز سے
 ہے سیر بارغ حسن کا طالب ہمیشہ دل
 آد ہے قمر دل میں یکس شاہ حسن کی
 پناہی ہے تیغ مکر کہ حسن میں تو کیا
 بوڑھا بنا دیا ہے تو سے رہب حسن نے
 غلے نبال حسن میں پتے ہرے ہرے
 پرواہ ہے کیا کتاب جو اس رخ کی ہے سپر
 جتنا آدھر کھپا تو رہی چوئی کا نسخہ برقع

اسے شہول ہے جرم کس گناہ شوق
 آگتی ہے اس زمین سے مردم گب و شوق
 پرواہ ہے ہماری آنکھوں کے بین فرش ناہ شوق
 دکھا اور بڑو کے پاؤں ذرا اسے لگاؤ شوق
 ہے وسیع دشت دار ہمارے عکاو شوق
 برسا یہ جھوم جھوم کے ابر سیاہ شوق
 توڑی گی حیرت کے دہری بھگاؤ شوق
 بڑھتی گئی ادا دہری شکست کاؤ شوق

سنبھل کد لانی حسینوں کو کھینچ کر
 لکھی امیر شہ سے ہلے جو آہ شوق

نزدہ یارب ہوں جو مردہ ہیں بیکار و عشق
 دل میں میرا میری مانند ہے آوارہ عشق
 گدہ بن چرے جھکے بوجھ سے جیب مثل حال
 سب روئے زاد یہ چھوٹے ہوئے بندہ ہیں ہی
 پھر کے زمین میں گئے حضرت ابوسنی میر طہر
 ہے یہ مطلب دل صبر پاک کا پیسہ بیخار
 برق کو میں علم عشق کا پرچم سمجھا
 قیادہم عوض آب اچھا ستا ہے ہو
 نور نادہن میں جو ابر میں چمک بھولوں میں
 کچھ بھی رہتا جو زمانے میں محبت کا رونا

بھوکہ سے صوکر کس شور شہر نکاح عشق
 آسمان عشق کا میں ہوں تو یہ سیاہ عشق
 کیا اُنھے پھر کسی مزدور سے پشتہ عشق
 عاشق نہ نے دیا تھا کبھی کف رہ عشق
 کیوں نہ منزل پہ دو پنچیں جو ہوں آوارہ عشق
 اسی قرآن میں لکھا ہے یہ سنی پاد عشق
 رعد پر لگو ہوا شمشیر بخت رہ عشق
 خلق نسل ہے جسے کہتے ہیں نواہ عشق
 لاکھ آئینوں میں ہے پر تو رخسارہ عشق
 جس کا نگہ شوق سے نکاح عشق

بھنے اٹھایا کیا مار محبت کو امیر

مرنے مرتے ذرا بھر دھارہ عشق

آتش ہے فرقت سیلاب عاشق
بجلی ہے شیدا سیلاب عاشق
دوریا ہے آفت گرداب عاشق
سرخاب پر ہے سرخاب عاشق
ہے بہر قربان بہتاب عاشق
کائن ہے ان پر خود ڈاب عاشق

غم سے بجایا میں بیاب عاشق
خون کا میرے آب یک ٹھکانا
قسمت کی گردش باقی ہے کوئی
دو گل ہے پیاسا میرے لب کا
انسان کیسے چہرے پہ تیرے
معلوق عاشق کیونکر مباحون

دور آئے ایسا کوئی ایسا راب
احباب پر ہوں احباب عاشق

ردیف کا ف تازی

جمع سامان ہے پر دل ہے پریشان اب تک
دہی کاشتے ہیں دہی گوشہ دامان اب تک
دھب باز ہے ہوئی ہے شوہر میں میلان اب تک
شوق میں میرے کھلا ہے روزِ نظامان اب تک
صبح ہوئی نہیں لیکن شبِ ہجران اب تک
تیسرے پریر لگاتی ہے وہ فرنگان اب تک
مرچکے پھر بھی بلکے ہاتھ میں عصیان اب تک
ہنسنے آتا ہے وہ اسے گردش دوران اب تک
ہنس رہا ہے جو مرا پاک گریبان اب تک
کوئی شکل مری ہوئی نہیں آسان اب تک

وہل حاصل ہے کہ ہو غم ہجران اب تک
ٹھک چکے پر ہے ہر سیر بیابان اب تک
یتیموں ترک نے گونہوں کے ٹھکانے اب تک
تیرے دشت میں آئے ہیں مدت گزری
پیری آئی ہوئے سب کوئے سیر پہ چید
دل بگر سینہ دوسرے ہوئے چلتی لیکن
کتنے جنت تھے جو چوڑ گئے رہیم ستم
عمر گزری ہے کہ ہوں قنطر روز وصال
کیا رہ کر کی ناست کی ہے اسکو بھی خبر
عمر گزری ہے آہی اجل آتی ہے نہ بار

شعر اکٹھے لکھنے دینا سے مکر دیکھو ایسے

ایسے شعرون کا زمانہ ہے شاخون اب تک

اپنے قبضے میں بھی ہے مثل سنگر تر و خشک
نوش کرتے ہیں جو دیتا ہے مقدر تر و خشک
ساکب را و خدا کو ہے برابر تر و خشک
پوچھ لو ہم سے کہ دیکھا ہے سرسبز تر و خشک

عشق میں ہیں لب و خشک تر و تر و خشک
ساقیا ہکو سے ناپ لے خواہ کیا باب
قطع رہ کر تا ہے دریا میں بھی صبح کی طرح
غشکی نابد تر و دامن رہی کا حال

اقصیا نصیب الوان پر کرین نازا میر

خاتم تک ہکو بھی ہوتا ہے میر تر و خشک

نشان کس طرح پہنچے بے نشان تک
کہ دلتی ہے حیات جاودان تک
لگی ہے آگ اک دل سوزبان تک
تو مانگے موت مرگ ناگہان تک
تو ٹھہری سو جگہ دل سے زبان تک
کہ مر مر کر پہنچتے ہیں و بان تک
قص سے ڈاک بیٹھے آشیان تک
کہ سوز دل نہیں آواز بان تک
کہان تک پاس سڑانی کہان تک
پہنچنا ہو چکا اب کاروان تک
چلو دیکھ مجھے پر معان تک
بجھے چنچا دے اسکے آستان تک
گئے کیسے پر بستہ لامکان تک
تراکت آرمے آئیگی کہان تک

نہیں مکن رسائی لامکان تک
تری سفکیاں پیچھیں یہاں تک
کون ضبط نفس ہویم کہاں تک
پہنچ جائے اگر کچھ سخت جان تک
میں ہوں نہ ناتوان جب تک
کڑی ہے اس قدر منزل عدم کی
بہارا خر ہے اور میں بے پرواں تک
میں ہوں اہل سخن میں شمع تصویر
ہزاروں حسرتوں کا ہو گیا خون
مری دامن لگی کہتی ہے مجھ سے
غش آیا زامہ و مسجد میں بے سے
ترے قربان اسے بیتابی دل
سکان یاد تک قاسم نہ پہنچا
بہت ہی زور پر سے وصل کا شوق

جلے بجلی جاے آشیان تک
خفا ہے مجھ سے مرگنا گمان تک
زمین سے خاک چھانی آسمان تک
تو پہنچو خواب بنکر پاسبان تک
تسلی لے کوئی جھکو کہان تک

میں وہ دل سوختہ ہوں اس جہن میں
نبین کچھ تیغ قاتل بھی کشیدہ
نہ پانی گرد نالوں نے اثر کی
جو یوں آنے نہ دے اُسی گلی میں
ترپتے سے مرنے ننگ آگے بولے

کہان ہم لے امیر بابا کہان داغ
یہ جلے ہو چکے غدا آشیان تک

پہنچی نہ کس طرح دعا بابا اثر تک
اک فتنہ ہے پانی کا ادھر ہے جوا دھر تک
سر کھولے ہوئے پھرے ہیں خورشید فخر تک
اک شمع کھڑ شام سے روتی ہے سحر تک
پہنچے جو مرا پتھر گر مہمان سحر تک
یسے میں دو شمعانہ ہوئی جھکو خبر تک
تھامی کر تک گلاب ہے مریخ سحر تک
رشن ہے کہ جاتی ہے نغمہ نظر تک

بھونڈا کیے جھکو نہ مایا کار کا گھر تک
کھٹکتا نبین کون آگے بیابان میں یہ رویا
فریاد ہے عالم میں ترے دست ستم کی
بیکس تھانے میں مرا کھو ہے ماتم
گھر تک شبِ فرقت میں اُسے کھینچنے لاون
پانی یہ کمانا ترے تیر میں دوست
سمیا بازو پر آبِ دہم شمشیر ہے قاتل
جو صدمے ہوا ہر اُسے کیونکر کوئی دیکھے

چھوٹا اندایہ سُران سے کوئی شہر کا کوچہ
آنے میں دعا عذر ہمیشہ مرے گھر تک

ردیف کاف فارسی

گلِ بدخشاں تہیں اکا آجاک جانا ہر رنگ
گلِ بزمِ یاد آتے ہیں تو پھرے کاڑ جانا ہر رنگ
سورتمین تازہ نئے ہر روز دکھلا تا ہے رنگ

باغ میں اگر دو گلِ تازہ دکھلا تا ہے رنگ
ہستہ آؤ کر جا نہیں سکتے تفس سے باغ تک
جاننا ہوں ہے بڑا بہر و پایا پیرِ خاک

آتش رخسار کو غانے کا بحر کتا ہے رنگ
اور ہی کچھ اب تہلہ لے سخی دوتا ہے رنگ
کیا خورشید ناخن غم جھک دیکھتا ہے رنگ
خضر حبیب چہرے میں ہم لڑ میں بند بچا ہے رنگ
ایرجب گلشن میں آتا ہے بد بچا ہے رنگ

کیا خدا کی خان ہے پانی کرے کار ہوا
نواہد دیکھو چپ کے فے آتی ہو سے ہر معان
زیر دل بگیا زخون کے چھوٹوں کے چین
فائدہ اتنا ہے باندے میں جو مصنون زلف کے
کیون خوب چہرے پا سکے خوشنما زلف سیاہ

کسے سخن لایکا کھتا نہیں کچھ اسے امیر
ابھل کیون قرمزی دوشوخ رنگا ہے رنگ

ردیعت لام

کسی گلچین کو کرے جا کے خواہے میل
تھوڑی تھوڑی امی آواز کھلے میل
کچھ تو صیاد کو با توں میں لگا لے میل
کہیں منقار سے پر توچ نہ ڈالے میل
دامن گل کہ کھیلے کو سنبھالے میل
پر نہ سے کہ کہیں جگر دینا کھالے میل
لے آغوش میں چھوٹوں کو چھپالے میل
چاروں رنگ گلستان میں جا لے میل
ہو بلا ایک تو نہ سے لے لے میل
اس توچ پہ کہ کچھ درویش لے میل
چوٹ کھا کھا کے ہونٹ سے نہ ڈالے میل
یا علی نہ کہ کے سنبھالے تو سنبھالے میل

دل ہے دشمن نہ بغل میں اسے پالے میل
دگر فدا ہے صیاد کا سمجھ تو مزاج
غرض بیانی ہے تری سارے چمن میں شہور
پتیاں گل کی پریشان نہ کروے باو صیا
سوئے شکل ہے کہ گلچین ہے قریب گلین
نی تو ہے مول گلستان کہ نوراجی جیلے
سیر چلتی ہے ہوا فصل خندان کہ پہلی
آخراک روز خزان ہے کہ طاسخی ہے بار
د صیان صیاد کا گلچین کا خطر غیب خزان
عاشق مالگل کا ہون جانکا ہون چمن میں بیجا
ناخوش ہون چھوٹوں پہ ہر بار نہ ڈال لے گلچین
گل ترے آگے کھا ہون سے گھرے نہ ہیں

ناموافق ہے جو اس سے گلستان کی امیر

آشیا نے سے کرمہ نکالے مہیل

اڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پائے مہیل
ایک ہم جن ترے پہچانے والے مہیل
ہمسوں سے ترے سب بھر گئے تھے مہیل
دیکھیں گرم ترے یا مرے تائے مہیل
دل کے ارمان کہو کیا خاک نکالے مہیل
آج جو کہہ ہو سنا نا وہ سنا لے مہیل
چکیاں لین گے جگر میں ترونا لے مہیل
آشیاں برق کو کر دے گی حوائے مہیل
خوب ہی چوٹے تری دل کو بھی چھالے مہیل
پہچھے کر کے فدا ان کو مست لے مہیل
ان گلون کے بن گھما ڈاز نرا لے مہیل
دروا گیسے نہ کر ایسے تو نا لے مہیل

داہ کیا خوب پر دیا ل نکالے مہیل
باغبان وحم سے واقف نہیں گاہیں بیدہ
یہی رہنا ہے تو بھولو کا خدا کا قہر ہے
نہ جاتے تھے نفس میں نے چمن بھونک دیا
پھول گلشن میں غاٹے تھے کہ متباد آیا
فوج صیاد کرے گا تجھے کل ہے یہ خبر
ہنس رہا ہے ابھی صیاد نہیں واقف ہے
باغبان کا چغوبہ دروازہ جلا نا ہے یہی
اتر گاہیں کے کپے انار سے کاٹوں انگار
پھول چوٹے ہوئے بیٹھے ہیں چمن میں بھونک
تجھے ہنستے ہیں کہی کرتے ہیں گھٹیں بوزاق
دم آت جائے نہ صیاد کا سننے سنتے

اکمن آہنگی خزانہ کی کیسی ہے ایسر پارون باغ میں بے پر کی اڑا لے مہیل

یہ سننا تھا کہ بھلی بست گیا دل
سید کیا مری آنکھیں ملا دل
ادائیں چھیڑتی ہیں مرا دل
جیلوں مار محبت میں گرا دل
تری خوشی کا خاکا پھیل دل
آہی در ہے پہلو میں لاد دل

انہیں درکار ہے اک پھیل دل
اُسے دیکھا تصدیق کر دیا دل
دو آئی بادشاہ حسن کی ہے
اٹھا کر دروازے اور اس کے ٹپکا
تری محبت میں جا کر بست گیا ہے
ترپ جاتا ہوں میں آٹھا ہے جب یہ

تری انھیلیوں پر خون اس کا
یہ دایغ عشق سے ہے عشق ٹھیکو
تھا ہمارا ہو نہ ہو اسکی خبر کب
جگر دے غیر کو بھی ساتھ تیرے
ابھی ایک دل کس کس کو دون میں
وہ بوسے دام بوسہ دین تو دل میں
پتک کر دل مرا بچھٹھلا کے بوسے
تھیں افسردہ پایا بچھ گیا جی
روپنے سے ہر روز دل کی کام

چلا اس چال سے تو پس گیا دل
سمجھتا ہوں اسے میں دوسرا دل
ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا دل
کب اس پہلو پر آتا ہے مرا دل
وہ ان تو مانگتی ہے مسرا دل
نئے دل دینے والے تم نیا دل
بڑا اوچھا ہے تو لیجا اٹھا دل
تھیں دیکھا شگفتہ کھل گیا دل
یہ ہنکو پیار کرتا ہے مرا دل

ایسے اس ناز سے ظالم نے دیکھا
انکا ہن بول انھیں وہ لے گیا دل

وہ مجنون ہوں مرا سودا نہیں تمبیر کے قابل
جو معنن تیر سو بجا ہے تو بندش بھی نئی پائی
رنگ شمع اپنا سوز دل چہرے سے ظاہر ہے
زبان سے کچھ نہ کہتا غل سمجھ کر بے زبانوں کو
مشقت سے محبت شیشے میں ہریان بند کرتا ہے
چھوڑ کر گریہ کو تو کیوں دتر سے لگاتے ہو
ہمارا ڈھیر جب دیکھا کہا اس نادک نکلنے نے
عبادت کا اگر ہے شوق یہی شرما ہے ناہ
جو بوسہ زلف کا لگا کہا اس شوق نے ہشکر
بڑی بندہ نوازی کی جو دی یہ ابر و ستار

گرے تمبیر چو اسکی وہ ہے زنجیر کے قابل
ابھی ڈاب بھی لجا ہے اس غمشیر کے قابل
خوابانی اسلئے جھٹے زبان تقریر کے قابل
ہو اسے خواب غفل بھی کہیں تمبیر کے قابل
سن لے مال پری شیشے کی جھنجھیر کے قابل
کہان تصویر دہانے کی جو تقریر کے قابل
یہ تو وہ خاک کا ہے کیا نشان تیر کے قابل
صیبن سجدے کے لاین ہو زبان تمبیر کے قابل
جنون اب بڑھ چلا ہے آپ میں زنجیر کے قابل
نہ تھا یہ لگا تھا تیرے دھڑم شمشیر کے قابل

تھا و اعطائے ہوئے ہوں کہ تو زنجیر کے قابل
ہمارے لاغلوں سے قاتل نہیں تھپیر کے قابل
بنائیں حتیٰ کہ کسی صورت میں قصور کے قابل
ہمارے حال سے قاصد نہیں مگر ہر کے قابل
وہ کس کا ہے اُسکے ساتھ تھپیر کے قابل

پر یوں کا عاشق ہوں مجھے کہتا جو دہانہ
کہیں مہرے کہیں سبز کہیں بازو کہیں لڑائی
مصور کی جھانک دیکھتے ہیں دل میں کہتے ہیں
جو کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اس کو جاگرتا
کلمہ اللہ ہی آئیں تو کچھ کہتے دہن آئے

امیر پناہ دل پر داغ سو کے کر بلا تھپیر
یہ گھڑتے ہے نذر دوزخ تھپیر کے قابل

سور ہے میں سیکڑوں زبرد میں بیدار دل
لاٹھی کو پھیر دے چھری سے ہی سر ہار دل
صلحہ پر کار میں ہے نقطہ پر کار دل
فی الصلوات ہی تھی ڈیوڑھی تھی سرکار دل
پھر کے آنکھوں نے کہا ہشیام دل شکار دل
ایک کے بے حودے اللہ جگہ چار دل
کنج غلوت پہلے تھا اب ہو گیا لڑو دل
بیشے کس کس کے لیے بن چکے ماتر دل
حیت لے میدان شفت کو نہ تہمت ہار دل
کس میاں کا ہنسے لاحد بیار دل

کیون نہ کیوں میں ہو گرم نالہ اسے نذر دل
دل با تیری نظر میں ہے اگر بیکار دل
ہجر میں گھیرے ہوئے رہتے ہیں لڑو دل
خواہش دولت اگر ہے ہو دیر دل پر کہیں
ہو گیا جب سامنا اس زلف آفت خیز کا
چاہا برو پر ترے لے بست کردن قوتان ابی
لے خیالات جہان کسی خرابی لائے تم
عسر میں تھیں جس قدر وہ ساری مڑا گئیں
منزل دیا نہیں ہے یہ مقام اتھان
جان مدت سے جو ہونٹوں پر گرم رہا نہیں

آئیوالی گر نہیں ہے آفت آذہا میر
کیون ابھتا ہے سے سینے میں پھر بار دل

اپنی سی ہزار محائے بلبیل
ہو غنڈہ عمل مدائے بلبیل

گل ستے میں کب مدائے بلبیل
دنگ اپنا اگر جائے بلبیل

مقبول ہوئی دعا کے بلبل
آئی آواز : اے بلبل
کیا گرم مین نالہ اے بلبل
گل سے ہے بلند جاٹے بلبل
ہے بلبلوں میں صدا کے بلبل
دیکھی ہے گل وفا کے بلبل

محبوبین رو صحن باغ بھولا
توڑا گلچین نے جب کوئی بھول
گلزار میں آگ سی لگی ہے
ہے متن سے قدر عشق : اے
آیا ہے نہانے کو جو وہ گل
آخر کو ترپ ترپ کے دی جان

پھولوں سے بھرا ہوا ہے گلشن

خالی ہے امیر جاٹے بلبل

آج کچھ بھنے سوانی تھی جو مہول سے پھول
خار مہول سے پاتا آئے ہیں مہول سے پھول
چمن اُفتاب پتہ پتہ مہول سے پھول
بڑکے زردی میں نرجس قابل عزول سے پھول
سرور فوق سے پتر پتے مہول سے پھول
تنگ سے قصہ بلبل میں تر پھول سے پھول
کہو حامن کو بچائے رہیں اس مہول سے پھول
روٹی مشنم جو گلستان میں پھول سے پھول
آج ساتی کے سوادہی بچے مہول سے پھول
کیون جوازہ نہو ہے جری مہول سے پھول
میں سوا آنکھوں میں این شعلہ غول سے پھول
کسی گلشن میں نہیں غالب ز مہول سے پھول
سو نے چاندی کو گلشن گلین مہول سے پھول

باتیں کہ کی ہیں سب کو مہول سے پھول
کی ہے جب غلہ سے رہنے چمن علم کی سیر
دماغ سینے میں نہیں مین : اے مین ہکو
کون آیا چمن مین کہ غلات سے ہوئے
باغ امراض کا گھر بگیا جاتے ہی بہار
کہیں کو تا وہی ہو جا صفت عمر بہار
آگ ہے گرد و دھول دل بلبل کی نہیں
وہ کیا بات صبا دیدہ آخس مین کی
مہربان کچھ تو ہوا روز کی ہٹ کام آئی
اپنے سر پر گزرا اس کا لیا قاتل نے
کیا ترے عاشق تر خدا کو بیکامین گے
خرم کی جا ہے بشر کہ جو بشر سے مانگے
وہ خوش اقبال اگر خدا میں سیکر داسے

داور سے فیض کہ بائے میں جو فالے اسنے
بہشتی ہو گئے سونے کے گرن پھول سے پھول

گر عسایان سے بری دامن بلبل ہے امیر

رسان ایسی ترناحق نہ بین وصول سی پھول

کھائے نہ چوٹ یاس کی امید وار دل
پایا خزان سے میں نے یہ باغ و بہار دل
کیا شوخ رنگ پھولوں کا پیٹھ ہے ہار دل
اے ترکس ادا سے نہو گا شکار دل
کس کا چڑا ہوا ہے سہرہ ہزار دل
میرا شکار تم ہو تہا راسکار دل
رویا پت کے تیرے بے اختیار دل
پتلا و خوشیوں کا مرا بیقرار دل
پہلو میں اپنے رکھتے ہیں ہم ہونہار دل
عاشق کے سینے میں ہے آسیکا شہار دل
لگنے میں پیشکش کے لیے جان شمار دل
پہنچا ترپ کے دور مرا بیقرار دل
جب جو غم اڑ گئے تو ہوا ہوشیار دل
کس بات کا تہا ری کرے اعتبار دل
ہو دل کا قدر دان تو ستر ہزار دل
بی تاب راہ ہے جان اُدھر نیقار دل
یہ خاک ہو گیا ہے کوئی بیقرار دل
ہے آرزو سے مردہ کا گو یا حرار دل

جانا تو اسکے کوچے میں ہے بار بار دل
و کھلا رہا ہے سیر مرا داغدار دل
اُس گلبدن کے عشق میں ہے داغدار دل
ترجیحی نظر نہ نے پر بڑی نہیں کبھی
گرم خراب ناز ہو تم یہ تو دیکھو
بزم وصال ہے کہ کوئی صید گاہ ہے
جسم محل مہلا مرے پہلو کو تو ذکر
نہنڈی ہیں اسکے آگے حسینوں کی گریبان
کام آئے گا مگر کسی دن جھلور کے
بجلی جو کہ وہ طہر چ چکی تھی ایک دن
گھر سے نکل کے دیکھ تو میں اک نظر حضور
سوئی کہ برق طور کا جہل و دکھ دیا
دیکھی وہ چشم مست تو انگھیں سی محل گشیں
ایسا ہے عہد کس نہ ایسا ہے عہد قتل
عشاق کی کہی نہیں معشوق چاہیے
تسکین دے تصور جان کسے کسے
آیا خیال کشہ سیباب دیکھ کر
آئے ہیں فاسق کے لیے روز درد و غم

خاک آرزو سے جس کو کون اب تک لے آیا
یہ بھی خبر نہیں کسے کرتا ہے پیار دل

گستاخ ترے ہجر کی ایک ایک گھڑی دل
کتبہ میں اسے مسکراتے ہیں جن کی
جھپکے گی تیرے تھک گیا پاس کی
برہنہ ہوتی ہے بچشم کہ بچشم کی رقت
ہوا نہ کہ اس غیرت گلشن کے رسائی

کیا دیکھ کر سو داسا ایسا آج ہے اسکو
آیا ہے کہیں دیکھ کے مستی کی دھڑکی دل

روایتِ سیم

کرین بھولوں کی گون کرار روہم
کہان شبنم نمایاں ہو جو غور شید
جو ہم آرزو نے مار ڈالا
لابد وہ کھلتا تب یہ معنا -
کسی سے کوئی کچھ کرنا ہو بائین
جنوں کی بندگی ہے فرض زائد -
مرے مست ہر کہتے ہیں مرزا شک -
وہ میکش ہیں کہ مرزا میکش سے

نہیں پاتے کسی میں تیری بوہم
شہر کھتے ہیں اُسکے روہم
کہان پائین دل سے آرزو ہم
کیا کرتے تھے اپنی جستجو ہم
سنا کرتے ہیں تیری گفتگو ہم
یہ کہہ چکے خدا کے روہم
مشاویں گے قہار می آہو ہم
جلین گے دوش پریشل سوہم

ایسا اس بے نشان کو دل میں پالا
جسے ڈھونڈا کیے تھے ہمارو ہم

یہ روئے دہل میں منہ رکھ کے روکی ہمارو ہم
کہہ بیگئے سبقت ابرو ہمارو ہم

چمن میں دھوم سب اپنی نعمت سنجی کی
جوانکی زلف میں افشان تو اپنے سینے میں داغ
جنون میں پاس یہ پامالی ضعیف کا ہے
وہ راست گو ہیں کہ مطلق نہیں ہی جان کا خوف
نہیں جہان میں محسن کبھی سے بد کوئی کام
یہ آرزو ہے کہ انکے شبیب کھلائیں
یہ کس کے گھنگرودن کی کان میں صدائی

کہ دو ہی نالوں میں غالب رہے ہزار چہ ہم
اُدھر ہزار چہ وہ ہیں اُدھر ہزار چہ ہم
کہ چرنک پورنگ کی کہتے ہیں باؤن غار چہ ہم
کہیں گے کھڑی تختہ سے چڑھ کے دار چہ ہم
لگائیں ننگ شاخیاں سارے دار چہ ہم
وہ زندہ دل ہیں کہ مر گئے ہیں اعتبار چہ ہم
اگر دھندلے گئے خود آبشار چہ ہم

ہوئی ہے رات جو تکیے میں فرش کیا دیکار

ایسے ریت رہیں گے کسی ہزار چہ ہم

ہوں سارے شہر میں ہیں اگر حاجب کریم
لیتے ہیں ایک جس سے دلا دیتے ہیں یہ دس
بے مانگے شے رہے ہوزانے کو گالیاں
دُور دُور سالوں پہ دوڑو یہ زمین مٹیوں
نیرنگیاں ہیں کیا چمن روزگار کی
اے پیر سیر و شش کوئی مباح غم کی خیر
ہے شوق شہر طائر است داپہر کس طرح
دوبو سے خواب ہی میں کسی روز ہم کو دو

حاجت نہیں فقیر کو کچھ ہے خدا کریم
برشک ہیں اغنیاء سے زیادہ گدا کریم
تساکبان جہان میں کوئی دوسرا کریم
چشمہ شامی طرے بھی کوئی دیکھا کریم
خوشبو تو گل نے دی ہے نبی ہے صبا کریم
عالم ہے تو کہاں کوئی تجھ سے سجا کریم
کیساں ہے یا کریم کچھ کوئی یا کریم
تب جانیں ہم کہ تم بھی ہونا ہم خدا کریم

بحر جہان میں دیکھو دریا فشانیاں ایسے

دست گدا صدق ہے تو ابڑ عطا کریم

مست نہ سکا اندر کا کھلا روز ہے پامال خضر ہم
خدا ہوا سدا دل جو کئی ن داغ کو پائیں انکی خیر ہم

میر غم سے دق دل کو سادق درق میں ہر دم و ہم
چیر کے پہلو سانس رکھتے ہیں زندہ کو انکی اپنا جگر ہم

سای جوانی بچ نہیں گزری ہو گئی راحت آنی چہری
 بھر میں ہیں ہم کو تک خواہاں رستہ جو ہزاروں پنا
 چرخِ محالِ بخت پر داندوں کوئی نہیں لُسی کی صورت
 باغِ حیان میں سیر کرتے ساتھ ہو لیکن قسمت بدی
 گھر سے نکلا لا بچ نہیں ڈالا غم کیا غمِ فراق نے
 دہریں تو وہ حائرِ قیدی کبھی نہ گزرا وہ قیدی
 دل کی صفائے اور بچاؤ کا کام نہ اپنا کوئی سنسارا
 وقتِ بحر ہے شہرِ طر ہے چست مسافر کا غلہ باہی
 غیر ہے حالتِ غصہ کھادی پر ہی گزشتہ ایہ بھی
 شوقِ شہادتِ لہجہ پر غائبِ صومندری میں کوئی ناکل
 حال نہ پوچھو عشقِ کرم میں گلِ لگو با نکل ہر غمے کا اثر

خام کرتے جاں نثارانِ باغ میں پہنچو وقتِ کرم
 دھڑکتے کیا کام دلا سے داغ کو بک نہ پیشِ کرم
 ہاتھ اٹھائیں خاک و عاکو نہ جو بائیں بائیں شرم
 ہاتھ ہو کوئی شلخ جو کوئی پائیں گے کیونکر کوئی شرم
 چین سے کیسے بھر جہان میں گوشہ نشین تو شکرِ کرم
 کھو لگو ہی پرواز کی شہرِ نیست ہوئی مانند شرم
 آئینہ سان ہیں بزمِ حیان میں ہر کدو مسکوستِ کرم
 دلاوری غفلتِ فکر نہیں کچھ بیٹھو میں بانک لکرم
 تار میں خلی سوزنِ ساعت پھرتی میں لیکن آٹھ پیر کرم
 آدھو دیکھیں اُسکو جو آتے دو ٹکڑے دھندیں پاؤں پر کرم
 سبکی نعرے بہترین غائب جگمگے گویا تارِ نظر کرم

خسکی جا ہے خشک کی جا ہے یادِ امیرِ ناسرِ دالین
 کبھی کی جانب کوئی تباہ سے چو کرین ہوت کد کرم

ردِ لیفِ نوان

ہم لوٹتے ہیں وہ سوار ہے ہین — کیا ناز و نوب زہور ہے ہین
 کیا ناکِ حیان میں ہو رہے ہین دو ہنستہ میں چادرور ہے ہین
 دنیا سے الگ جو ہو رہے ہین کیوں میں مرنے سے سو رہے ہین
 پہنچی ہے ہماری اب یہ حالت جو جھٹکتے تھے وہ بھی لا رہے ہین
 تنہا ہے خاکِ بھی نہیں ہم حسرت کے ساتھ سوار ہے ہین
 سو فکرمین کھد میں سونے واسے جو جاگتے ہیں دور در ہے ہین
 اربابِ کمال پل بے سب ستو میں کہیں ایک ڈر ہے ہین

پلکوں کی جھپک دکھا کے یہ بہت
 مجھ داغ نصیب کی محسوس
 پسیری میں بھی ہم ہزارا فوس
 حامن سے ہم اپنے داغ ہستی
 میں جاگ رہا ہوں لے خب غم
 روئین گے ہمیں رلانے ولے
 اسے حشر دینے میں نہ کر شور
 آئینے پہ بھی کر دی کھکھاسین
 بھاری ہے جو موتیوں کا کالا
 دل چین کے ہو گئے ہیں غافل
 ہے غیر کے گھر جان کی دولت
 صد شکر خیال ہے اُسی کا
 ہو جائیں نہ خاک داغ کی چول
 پوچھے کوئی دیدہ اسے تر سے
 آئینگی نہ پھر کے میر رفت
 کیا اگر یہ بے اثر سے حاصل
 نہ یاد کرنا خدا سے کشتی
 کیوں کرتے ہیں غمگسار تحفیت
 محفل ریاضت ہے پتنگے
 ہے کوچ کا وقت ہمسار پر
 انگلی بھی نہ دے کوئی دم

دل میں نشر چھوڑ ہے ہین
 لائے کا دوزخ پور ہے ہین
 بچپن کی نمیند سن ہے ہین
 آہہ خبر سے دھور ہے ہین
 پرم سے نصیب مود ہے ہین
 ڈوبنے کے دو جو ڈپور ہے ہین
 چپ چپ سر کا سور ہے ہین
 کپڑے عتاب پور ہے ہین
 آٹھ آنٹھ آنسو دور ہے ہین
 نعتے دو بجکا کے سور ہے ہین
 ہم جان سے ہاتھ دھور ہے ہین
 ہم جس سے پٹ کے سور ہے ہین
 آنسو انکو بھگور ہے ہین
 کیوں نام و قاف پور ہے ہین
 ہم نعت میں جان کو ہے ہین
 اس رونے پہ ہمت دور ہے ہین
 کشتی کو مری ڈپور ہے ہین
 آنسو مے شہ کو دور ہے ہین
 جنت شہن سے ہور ہے ہین
 ہمارے کہیں نام کو ہے ہین
 وہ بھی نہ رہیں کے ہور ہے ہین

دنیا کا یہ رنگ اور ہر سکو
شہر و دم نزع و گھڑی اور
پہول ان کو چننا چننا کے افسانہ

کچھ ہوش نہیں ہے سو رہے ہیں
وہ چار شخص ہی تو رہے ہیں
کائنات سے ہی میں ہوں رہے ہیں

ناؤ پہ ایسے سکر کر کے
چہرہ دن گزرتے کدور سے ہیں

اسکی سر پہ جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں
کون مانع ہے کہ وہ پر ترے آج بھی نہ سکوں
آنے لے دیکھو آتا ہے اگر غلوست میں
آنکے غصے کے مٹانے کی مین سوہم بیرین
چٹکیان لینے سے دل میں وہ کرین تو اٹھار
دل مراد و خانا مجھ سے چھپا کر ہوا
میں اگر گھر سے نکلتا ہوں تو گھر کو مین ہوا
وصل میں چہرہ نہ اتنا اسے لے شوق وصل
ڈاکٹر خاک مرے خون پر قاتل نے کہا
ناز کرنے سے تجھے منع نہیں کرتا مین
جنبہ کینت نے اور تے محلا گھر نہا ہے
کوئی پوچھے تو محبت سے یہ کیا ہوا انصاف
میں کسی سے نہ کہو گھا وہ کرین وعدہ وصل
پاسے کیا سحر ہے چمن کا گئین جو مسین
ٹھکے تو شوق سے کہ وصل میں نہ مین پہل
آتش ہستی میں ابھی محو کیے دیتا ہوں

ڈھونڈنے کو سکو چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں
کیا قدم نقش قدم میں کاشا بھی نہ سکوں
کچھ تری خرم نہیں ہے کہ کاشا بھی نہ سکوں
لاٹھ کی آگ نہیں ہے کہ کاشا بھی نہ سکوں
داغ کچھ درد نہیں رہن کہ دکھا بھی نہ سکوں
کیا یہ جو بن ہے کسی کا کہ چڑا بھی نہ سکوں
کیا وہ باز پسین ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں
کہ وہ دھٹے کو کسی طرح مٹا بھی نہ سکوں
کچھ یہ منہدی نہیں میری کہ چھپا بھی نہ سکوں
پرہیز اتنے کہ اٹھاؤں تو اٹھا بھی نہ سکوں
کہ اسے حال سناؤں تو سنا بھی نہ سکوں
وہ مجھے دل سے جلا دیں مٹا بھی نہ سکوں
راہِ الفت نہ نہیں ہے کہ چھپا بھی نہ سکوں
دل بچا بھی نہ سکوں جان چڑا بھی نہ سکوں
بات کچھ ایسی نہ گزرتے کہ بنا بھی نہ سکوں
خط تقدیر نہیں ہے کہ مٹا بھی نہ سکوں

ایک ٹالے میں جہان کو تہ و بالا کر دوں - کچھ ترادل ہو نہیں ہے کہ لا بھی نہ سکون
 رعب کو ساتھ لگا لئے ہیں اپنے شب و نمل - کہ جو انہیں تو خواہد سے بجا بھی نہ سکون
 سزا پہ قاضی کے میں کہدوں گا کہ میں چن سبت - عشق کچھ کفر نہیں ہے کہ جفا بھی نہ سکون
 انکے پہلو میں جو لیا کے سلا دوں دل کو - نیند ایسی اسے آئے کہ جگا بھی نہ سکون

اے امیر اپنی غل ہے کوئی آیت نہ نہیں
 کہ گناہ بھی نہ سکون اور بڑا بھی نہ سکون

اے وہ دن گذر جاتی تھی شب باتوں میں - اب نہ باتوں میں مزا ہے نہ ملاقاتوں میں
 لطف کیا آئے تھلک کی حالت تون میں - کہ کھائی کے سوا بات نہیں باتوں میں
 اہم غیب کی صحبت کا اثر باتوں میں - اور کچھ ہو گئے تم بیٹہ کے بد باتوں میں
 تم کیا جب سے کھنڈاوت نے ملاقاتوں میں - بیشکا خسری رکاوٹ کا ہوا باتوں میں
 جب کہا نالہ و زاری مری دیکھو بولے - بھلیاں پہننے بہت دیکھی ہیں بد باتوں میں
 چاہی دن میں وہ بت دیکھیے کیا چل بھلا - کیسی صہبی سی زبان چلنے لگی باتوں میں
 مسجدوں میں جن یہ توحی کے کہاں ہنگامی - رنگ توحید پھلتا ہے حسد باتوں میں
 تار آواہن چٹا فستہ کر ششہ خوشی - لیگیا دل کو آڑ کر کوئی دن ساتوں میں
 دل و دیا میں نے تو بولے کوئی بوجھتی ہے - دل ہی دل روز چلتا ہے ہین سقا تون میں
 عمر روز کو عبث مہر مروتا ہے - ڈھونڈ لے آ کے جو انی کو خراباتوں میں
 یہ سمجھ کر کبھی تا صبح کی بھی سن لیتا ہوں - اک نہ اک بات نکل آتی ہے سو باتوں میں
 استہانہ تھے ہوئے دل کی دہان ہے بھول - درد کی ساری ہے تاثیر منا جاتوں میں
 انہیں ہو کہ میں سب میں ہی کے سرست - ایک ساتی ہے خبر دل ہی خراباتوں میں
 اچھا اشارہ جو کیے میں نے تو جھجلا کے کہا - تم رہا کرتے ہو دن رات انہیں گھاتوں میں
 مہر ان جمل میں قصے یہ نکالے کیسے - آج کی رات بھی کیا آئیے گا باتوں میں

چار اوہر دہٹتے ہیں چار اوہر سے ساتی واغظاب چیز کے زندوں سے نہ کرتے ہیں کوسل میں زلف سے جو کیا ہے اندھیر بوسہ لگا تو کہا پیر کے منہ ظالم نے دل اڑا دیتے ہیں وہ کھول کے زلفوں کی ٹیٹھن	سے کھینچی یا کوئی خم شیر خرا باتوں میں کچھڑاٹنے لگا ہے انہیں صلو اتوں میں یہ اندھیرا تو تھا جس کی بھی باتوں میں کو زبان کشتی ہو انسان کی (انہیں) باتوں میں دیکھو دن پیر سے ہیں چروکے انہیں باتوں میں
--	--

بت نہ بولیں جو نہیں بولتے ہیں ہم سو امیر
اپنے اسلئے سے باتیں ہیں سنا جانوں میں

یہ تو میں کو نہ کہوں تیرے خریداروں میں ہوں وصل کیا تیرے ناویدہ خریداروں میں ہوں حشر میں آتا کہو لگا اس سے میں محروم وصل تا توانی سے ہے طاقت نازاٹھانے کی کہاں جان پر ہر جگر میں درد دل کا حال تار پا سے روی غفلت نہیں ہر آج تک اتنی خبر وہ کرشمے شان رحمت لیے دکھائے روز حشر وہ مجھے دتا ہے میں دتا ہوں اسکی جان کو صبح سے مطلب گل سے کام کیا جانوں نہیں دل بگر دونوں کی لاشیں چھریں ہیں سامنے میں کسی قالب میں ہوں غالی آدھی سو نہیں چھیرہ دیکھو میری میت پر جو آئے یہ کہا نا بد کافی ہے اتنی بات بخشش کے لیے کس طرح فریاد کرتے ہیں تباہ و قاعدہ	دوسرا بار سے میں ناز برداروں میں ہوں وہ روی غفلت کا سپر بھی گنہگاروں میں ہوں پاکدامن تو ہے میں کیونکر گنہگاروں میں ہوں کہہ سکوں کیونکر تیرے اوبرداروں میں ہوں گھر کا گھر چاکس کے چستاروں میں ہوں کون ہے مطلب میں کیونکر طلبگاروں میں ہوں جیج اٹھا ہر گیند میں بھی گنہگاروں میں ہوں دل مرے ماتم میں میں کو غلاموں میں ہوں میں تھرا روی سینہ چاکوں میں لنگھوں میں ہوں میں کبھی اسکے کبھی اسکے عزاداروں میں ہوں رنگین یا بے رنگی میں مرجانی ہو یا دان میں ہوں تم دھاروں میں ہو یا میں دھاروں میں ہوں اسکو شوق مغرت ہو میں گنہگاروں میں ہوں اسے ایران نفس میں تو گرفتاروں میں ہوں
--	--

مال دلو پناہ کا کر دل نے اُس سے یوں کہا
 بیگنا ہوں میں جلا زہر جو اُس کو ڈھونڈنے
 خال کہتا ہے وہمک کر بارگاہِ شہین طبع
 اوچے ٹوچے مجھ کو کی ہر گز پرششِ حشر میں
 وقتِ آرایش پہ ہر طوق بولا وہ حسین
 چاہ ساز کی کس سے جا میں اب مر بیضِ درد و غم
 بیگنا ہی کا تو دعویٰ اُنکے آگے کب مجال
 پوچھا ہوں وہ آزاد کی تو کہتا ہے یہ سرور
 اچھا تھا رجم اُس کو شہن کے میری بیکسی
 سو زورِ وقتِ دردِ دل زخمِ جگرِ ناسو چشم
 شرم و شرمی و دونوں کا بک میں الہی کیا کروں

کیون ہی شہ پر یہ کہتے تھو میں ولہار نہیں ہوں
 مغفرت دلی اور حشر میں گنگنا ز و نہیں ہوں
 میں بھی اس سر کا کے کوئی ناکھوہ نہیں ہوں
 کون پوچھے گا مجھے میں کن گنگنا د نہیں ہوں
 اب وہ آزاد کی کہاں میں بھی گرفتار نہیں ہوں
 کہتے ہیں عیسیٰ کہ میں بھی اُنکے پیار و نہیں ہوں
 ڈرنے ڈرنے سے تھو سے تھو میں گنگنا د نہیں ہوں
 میں کسی کے دردِ سوزوں کو گرفتار نہیں ہوں
 دردِ عالم ہواں میں اُس کو نیکو نہ نہیں ہوں
 کچھ نہ پوچھو بتلا میں کہنے آوارہ نہیں ہوں
 ایک جنبی بے حقیقت دو طرفہ آوارہ نہیں ہوں

پھول میں پھولوں میں ہوں کا شاہوں کا نہیں گیر

یاد میں یادوں میں ہوں عیار عیاروں میں نہیں

ضبط کرنا دلِ حسد میں نہ کہیں
 جب تڑپا ہے دل میں دردِ ہون
 سکا کر وہ شمع کہتا ہے
 حوریں لپٹی ہیں زرا میں مجھ سے
 وصل کی شب نہیں نہیں کسی
 دل میں بائیں جری تھیں کیا کیا کچھ
 دل ہی شے لے کے اب تو نکلے میں
 نہ سہم ہر قدر دلِ بیتاب

چوٹ لگ جائیگی کہیں نہ کہیں
 چسپ پڑ جائے زمین نہ کہیں
 آج بجلی گری کہیں نہ کہیں
 دیکھ پاے وہما زمین نہ کہیں
 دیکھ سن لے دلِ حیرن نہ کہیں
 ہاے کچھ وقتِ واپس نہ کہیں
 پوچھ لے گا کوئی کہیں نہ کہیں
 سہم جاے وہما زمین نہ کہیں

اگر وقت واپسین نہ کہیں
آسمان ہوتے زمین نہ کہیں

پیرے بیٹی کے دل میں نہیں جائے
ہرگز نہ کہیں کہیں

آگ ہو جائے گا وہ خوگ آسیر
کیٹھنا آو آتشین نہ کہیں

ایس شان سے ہم آئے تری جلوہ گاہ میں
اندھیر کر رہی ہے چشم سیاہ میں
کیا دھنسل جائے کوئی اس جلوہ گاہ میں
خبر کچھ اس واسطے کہنا تھا کہ گاہ میں
تو یہ بھی کچھ بھروسے کے قابل ہے ناہد
وہ دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو دشمن
گھر سے مرے بلائے غب غم گئی کہاں
ہم سست نئے بھی پتے ہیں تو کانپتے ہوئے
غالب میں دل ہے دل میں ہر وہ دردِ دل
اقا دگی میں بھی مجھے سراج ہے نصیب
چونکا اوجھڑ کو اوجھڑ سہل کو
وہ دیکھتے ہیں خون تھا جما کے آنکھ
دل نظر کو دھت اسکان بیت ہو تنگ
جب میں پکارتا ہوں تو کہتا ہے آفتاب
دوتا ہوں جذبہ شمع کائنات کے غلط
آنکھ اپنی فتنہ اسے تیاست چکیا بڑی
دل میں صدمہ ہوتا زبان پر شرم شرم

مضطر دکھائی برقی تجلی نے راہ میں
شعری کو قید کیجئے نیچی نگاہ میں
غزوہ چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ میں
پٹا لیا لگے سے ترے اشتباہ میں
ہر نیچی ہے ہم سے ٹوٹ کے اب خالقِ آدم
میں خاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں
بیمشی ہے چپ کے پردہ روزِ سیاہ میں
تو بڑی ہوئی ہے ہمارے گناہ میں
دوست گرا ہے جیکے زینف کو چاہ میں
عزیز بھی دکھائی ہے تو محبت کی راہ میں
دو ظالموں کی لی ہے خبر ایک آہ میں
سندھی لگائی جاتی ہے پاسے نگاہ میں
گردون نہیں گرہ ہے یہ تارِ نگاہ میں
کجبت گم ہوں میں ترے روزِ سیاہ میں
کچھ جاسے دھبہ رز نہ کہیں خالقِ آدم
جیکے یہ فتنے ہیں وہ ہے اپنی نگاہ میں
خسبِ عمل کی بھی ہو جھلک کچھ گناہ میں

بیابان جو انگین تو دینے تو نہیں
 آشنا نہیں ہے اب تو قدم مجھ غریب کا
 قدرت خدا کی ہے کہ میں خاک میں تو ہم

لے صبر آج ہم آئے ہیں تیری پناہ میں
 منزل سے کہو دوڑ کے لے مجھ کو راہ میں
 اور ترہ گم کرے تری چشم سیاہ میں

شاعر کو مست کرتی ہے قرین شہزادہ
 سو تو تلون کا نشہ ہے اس راہ واد میں

اُتر دی لاغری کہ تری جلوہ گاہ میں
 ہے اس غضب کی آگ دلِ داغ و آہ میں
 دل ہے تباہ فاقہ اشک واد میں
 آفت کی شہزادہ میں تباری نگاہ میں
 بھاگا خیالِ یار یہ کہ کب شبِ فراق
 محشر خرام تم جو نہیں ہو تو کون ہے
 ترے جمال میں بھی مزہ ہے حال کا
 یہ عکس کسے چاند سے چہرے کا چنگی
 آفتا دگی میں بال برابر نہیں ہے فری
 تیسری کیلی بلکوں سے اُتر کی پناہ
 قالب کو بھی قیام نہیں روح کی طرح
 مانہ شخص تاج ہی سے ہے تباہ شاہ
 ہم میں سیاہ کار تو رحمت ہے بدہ پوش
 صحبت سے پاک طبع کو آسودگی کہاں
 غمزدے کا باکپن صفت مرگاہ میں کیجیے
 اُترے رشک میں نہیں ہو تو دوحسین

میں پس گیا ہوں دب کے میں گڑگاہ میں
 آفت کے بھاگے آئے جو تباہ آہ میں
 گھیرا ہے آدمی پانی نے بکس کو راہ میں
 محشر کے فتنے کھیلے ہیں جلوہ گاہ میں
 دشمن سے خریک ہوں حال تباہ میں
 فتنوں کے پہرے کئے بھائے ہیں لہجہ میں
 چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ میں
 پانی کو ناز ہے کہ میں یوسف ہوں جاہ میں
 ہے ایک رنگ سایہ درویش و شاہ میں
 کیا دل میں پیر جاتی ہیں چھو کر گاہ میں
 منزل چلی ہے ساتھ ساغر کے راہ میں
 ہے اس گاہ پوش کی جان اس گاہ میں
 سے چٹے میں تو سایہ ابر سیاہ میں
 آئے تری دیدہ ترے نگاہ میں
 کس کوک کا جو ان ہے یہ اس سیاہ میں
 کوڑا دل سے بھوت ہے عہدِ شہیدان میں

پازیب موتیوں کی ہے پائے نگاہ میں
لیٹا نہیں کوئی جگے اپنی پناہ میں
ماقم کی صفت بھی مرے روز سیاہ میں
بارا پڑا غریب ہمارے گتہ میں
یوسف مرا بھرنہ سکا گر کے چاہ میں

آنسو ہمارے دیکھ کے خوش آواز ہے میں وہ
لے تین بار اتر چڑھ تو نے اٹھایا
چشمہ سہ کے عشق میں یا و مژدہ جو کی
خامد کو اس نے قتل کیا نامہ دیکھ کر
آئینہ جب سے دیکھ لیا لوٹ ہی رہا

ستودا و تیر دو دن تھے کال گرامیر
ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آہ میں

لفظ اک دل ہے تو دہی تہا دی جاننا نہیں
خوار مر وہ ہے کلی بھی تیر سے بیقرار نہیں
تماشا دوی آدوی بدلیاں میں ہنر نادر نہیں
بہت جب بندانی سوچے جا کر مراد نہیں
وہ دشمن جان کی میں تیر جو آگے جاننا نہیں
ہمیں ثابت قدم ٹھہرے تہا سے بیقرار نہیں
مجاہدین کے جتنے جہاد تھے بھول یا وہ نہیں
کسین چپ چپ کے نابل نجائیں وہ خود نہیں
پری سے سیکشن میں خود جو پر ہیز گار نہیں
کھلم کشا آگے بڑھ گئے امسیدوار نہیں
بنایا خون ناحق چلو تیرا کلمہ نادر نہیں
بغاوت ہے جیسے میں ہم ہر چند بار وہ نہیں
مرے کشتے کی تیرج کاشی ہے ان مزار نہیں
اگر نہ جاتے ہیں ابو جیسی کی بھولی نہیں

وہ مکیس ہوں نہیں ہے کوئی میری ٹھکانہ نہیں
تو کے کی بند بلی بھی نہیں ان مشکبار نہیں
کہو ہاں پیسے سے رنگ تو ہر سات کا دیکھے
حقیقت عاشقوں کو مرگ کی ہم سے کوئی پوچھ
نگاہو یاد کیا بلی جہان بولا ہوا بلی
مرد پادشاہ جلا اسپند دہ کر گئی حبس
شب و صبح تہا دی شرم سے کس کس شرم آئی
خوشن سے کہو اپنی قیامت میں خبر کہیں
جدا ہے وقت در کا نام بہ محبت میں ادا ساقی
بہت تھے جلوہ گاہو یار میں دیدار کے طاب
ہوئے ہم قتل جب جلوہ نظر آجاسین کا
خدا جانے کہاں دل جان کس جلیو میں ہونچی
سو گور غریبان آئیں وہ یہ پوچھتے یارب
ترا ابھرا ہوا جو میں یہ اُن کو گدگداتا ہے

قبا کے بند کھولو پر وہ آٹو کچھ منسو بولو
اوجھ جی اک لکھا فاذ لے بنے حسن کا صدقہ

جوائے ہو جو پیشو بے تکلف ہو کو یادوں میں
کہ روز حشر میری آنکھ بھی ہونے یادوں میں

امیران کو دیکھتی دخت رنہ لکھن میں بی جا
جوانی کا گر شاہ زمین پر سب لگا روں میں

چلے سائی چنے بوسے اگر آئی ہے یادوں میں
بہار آئی انڈا آئی خم کے خم ہم بادہ خوانوں میں
رہے ہم خسیوں کی قبر میں یارب کوئی دوزخ
بہار آئی گھٹا چھائی کھلے بوتل سے ساغر
اشب فرقت سمٹ کر میرے مگر میں تیری شاید
آنکھ پر زسے میرے دیکھ خوش چشموں ڈیون لکھ
یہاں کشتی سے جا لگی جنت میں کو غر پر
جگر دے دل کو دل جگر کو طرف نام ہے
یہ کس گھر کے ٹم میں مر رہا ہوں میں کہ پہلو سے
نہ لکھ آرزو سے دل کچھ تو دل کو تسکین ہو
بہار آئے ہی کھولا بچوں نے کیا ہر جہت
ادھر دل بوسا ہے سطر ف بجلی ترپتی ہے
اسی کا نام لکھو نہ اسپکا نام ہے فارو
نظر ہے آئے پرانے ہیں مگر سے ہر
عجیب جہت سے مرقد میں ہیں تیرے نازک گشتے
ہم زینت ہے ہر دوسرا انکو دیکھانی سے
کھلا کے گل بیانی زادوں کی رو سیاہی نے

دکھن فیکہ بیگے دختر رنہ بادہ خوانوں میں
کہو تو ہے چند سے جا ہے پر سبز گاروں میں
نرسے مگر بھی انھیں چاندنی آسے خزاں میں
نہ تم پر سبز گاروں میں نہ ہم پر سبز گاروں میں
سیاہی جسد تھی گہر تر سا کے خزاں میں
تیرک جیسے ہو دستار قاضی بادہ خوانوں میں
ہو اسے بادہ خوار ہی لے لکھی پر سبز گاروں میں
یہ آنکھ سو گواروں میں لکھ سو گواروں میں
مرے بچوں کو چہ ہو جو میں لکھ لکھ لکھوں میں
یہی سن لوں کہ میرا نام ہے اسید واروں میں
قرع لکھتے ہیں سیلاب رہا ہوا لکھ لکھوں میں
الہی خیر جو بحث آپسی دو ہی قراروں میں
ہوا خن ناسخ رنگ لکھ لکھ لکھوں میں
وہ خدا اپنے در دولت چہ میں اسید واروں میں
کہ جو میں دیکھ پرانے شب کو آئی ہیں خزاں میں
کسی کی روح غل مجھو بچوں کے یادوں میں
آہیں کو داغ پہلو جو ہی میں لکھ لکھوں میں

خنگوڑ کوئی پتھر لے گا یہ صحبت رنگ لائیک

امیر اچھا نہیں ہے بیشک ان گھنڈوں میں

وہ پھول ہوں جسکی کے گلے کا بار نہیں
کسی لحد چہ چہ راخان ہن لالہ زار نہیں
سفر دار ہے مجھے یا قوت آبادار نہیں
زمین مشور سزاوار لالہ زار نہیں
خدا کا شکر ہے گویا سب ہزار نہیں
ہر سوال کا کس نہیں فشار نہیں

آنکھ بڑی کسی دامن سے میں دو خار نہیں
کسی غیب کا چھنگ خون بہار نہیں
نصیب دولت دیتا جو ہو تو اور جہاں
نہ دو رقیب کو تم دارا اپنی اُلفت کا
ہماری خاک بھی کرتی شکایت اس بت کی
زمین خرمین ہم دفن ہوں تو بہتر ہے

امیر دھل میں اس خون نے کون سی

بزار بار کہی مان ہزار بار نہیں

صنہ کہتا ہے ترپنے کی اجازت ہی نہیں
اتنی اس ٹکڑے دہر میں نصبت ہی نہیں
پیشتر تھی جو عنایت وہ عنایت ہی نہیں
سیکھو آنکھ میں سائی کی مروت ہی نہیں
کون رو کے گا انھیں گرین مرچیت ہی نہیں
اُن سے اُلفت بڑھائیں جو میں محبت ہی نہیں

دل جو کہتا ہے مجھے صلیب کی طاقت ہی نہیں
غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا سا مان کون
اب کس امید پر ہم یار کا در بار کرین
طلب جام عیش کرے ہو نہ پھوڑ کے تم
وہ سوچ کو اس کو تاحق ہے تھک آئیں
پاتھ میں خانہ ہے آئینہ سے زانو پہ دام

دین کی فکر کر ان باتے میں کس وقت امیر

کبھی دنیا کے کچھ دنوں سے فراغت ہی نہیں

اس طرح گھر میں چوں کہ گھر میں نہیں
غیر عکس آئے کے گھر میں نہیں
کوئی ساسی مراد مفسر میں نہیں

بیشل تار زلف زلف میں نہیں
حبوہ خان کا کس بشر میں نہیں
ہوش تک راہ بخود می میں ہیں گم

دہنی گل کو لے آڑی ہے نسیم
دیکھتی آج آنکھ اس گل کی
عجز بندوں کا کیوں پسند نہو
کے سہارے یہ بے ہوش
دیکھتے تو اسی میں ہے سب کچھ
اس قدر بھر گیا ہے دھن سے
دیکھ کر ان کو سب یہ کہتے ہیں
سارے عالم کے داغ بھریتا
قریب منہم میں ہیچ ذناب کہاں
کون بچا ہے ناسر قائل تک
رہسہ و باد عشق ہوں جزو
ہو سکے خاک میہانی غم
یہ مجھے تر زمان شستر کو
مانگنا ہو جو مانگ لے اس سے
رشتہ کبکشان میں بجلی ہے

خطم ادسب نامہ میں نہیں
اب تو گس بھی کچھ نفس میں نہیں
کو ہی تو خدا کے گھر میں نہیں
ما مذن کوئی رہگزر میں نہیں
کون کہتا ہے کچھ بشر میں نہیں
کو جسگ درد کی جگر میں نہیں
کیا پری میں ہے جو بشر میں نہیں
کیا گردن میں جگہ جگر میں نہیں
کہ گرو رشتہ گھر میں نہیں
حرف سے جان نامہ میں نہیں
کوئی تو مشہر می کر میں نہیں
ایک قطرہ ہو جگر میں نہیں
حزن اتنا بھی اب جگر میں نہیں
کوئی شے خدا کے گھر میں نہیں
تیغ اس ترک کی مکر میں نہیں

میش کا نام ہی سنا ہے اسے
ڈھونڈ مارا جہان جسر میں نہیں

غضب کی آنکھ سے یہ کبکلاہ دیکھتے ہیں
بت اس نعر سے خدا کی پناہ دیکھتے ہیں
کھر سے ہیں اتر میں ساغر لیے چمن میں جو گل
چلو بھی گور غریبان میں ہو چکے غم سے

کہ ماضی آنکھ سے چلے لگاہ دیکھتے ہیں
اک لوت جاتے ہیں جو وہ لگاہ دیکھتے ہیں
یہ کسی گسسی آنکھوں کی راہ دیکھتے ہیں
شبیر ناز قیامت کی راہ دیکھتے ہیں

وہ دیر سے مری منتقل میں راہ دیکھتے ہیں
کبھی جو راہ میں مردم گیا دیکھتے ہیں
ہم ایک عمر سے اپنی ہی راہ دیکھتے ہیں
کہ جیسے سوئے گا بادشاہ دیکھتے ہیں

اب آپ میں مجھے آنے سے بچو دی شد
سفر میں اہل وطن یاد آتے ہیں ہر کو
وہ انتظار کسی کا کرے جو آپ میں ہو
وہ اس نگاہ سے کرتے ہیں میری منت نظر

دوست جاب بھانہ جب نہیں آتا
اسیے کشتی کے کو تباہ دیکھتے ہیں

ہاے بجلی کی چمک بھی شب بھر نہیں
پھر ہوا گیا جو تری زلف پر شاخیں نہیں
کہہ دے عورت ہی کو فی گور غریبا نہیں
آپ خلیج کا مژہ چشمہ حیاتین نہیں
مسکرا لیٹھ کی دوست بھی گلستا نہیں
شونی جنبش مرغان تو رگب جانین نہیں
کاشٹے اُن بچوں سے گلچن کر جانین نہیں
رنگ بچوں میں نہیں چول گلستا نہیں

جنی نام کبھی مست نہ دوران میں نہیں
ہر سے پہلو میں نہ دل ہے نہ تری شمشیں
یکسی در سے چلتی ہے دکان جواب
بے حیات ابھی دو لون میں لیکن ای غصہ
مجھے کہتے ہیں کہ کیا جلد گزرتی ہے بہار
ترکے بجلی سے ٹپ میں بھی پر کیا حاصل
اپنے بوجھ پر ہر اک چیز بجلی لگتی ہے
یو گیا تنہا قاتل ہی خزان کے ایسا

قاضی و مختب و شیخ سب کے ہیں اکیر
ایک تو ہے کہ وہ صحبت دندان میں نہیں

ایک ادبچا ٹیکار سے میکے کی راہ میں
سارے عالم کو مسخر کر لیا اک آہ میں
جید فاصل ہے تو یہ ہے بندہ دانشدین
ہمیکہ دستدبے با ہم گدا و شاہ میں
پاکمال اپنے جوتے ہم دھرتہ رفتہ راہ میں

دھوم ہے چیخ برہن کی کس قدر فواہ میں
جو غریب و غشت نے دکھایا اس پر اعظم کاثر
بے نیازی اس طرف ہو اس طرف بالکل نیاز
مکروب سے جب عا اسباب راحت خلق کو
نفس کی مانند طے کی راہ برستی اس طرح

ہور کے چنے جگہ پائی سلام اللہ میں
انگلین جیب عاشق بچھا دیتی ہیں مگی راہ میں

تیرے زخمی کے جو کام آیا ہا یا مر حب
کبتے ہیں وہ کیا چلیں ہم غارِ کھان چھتہ جانیں

جب چلے ہم منزل الفت میں محل شک میر
ہر قدم پر بغیر بخش پائے گرا یا راہ میں

کوٹین

سندی لگی ہے دستِ خردیں بہار میں
شک و شک بھرن گے دلِ داغدار میں
گنبد کسی شہید کا ہے لالہ زار میں
سُند دیکھتا ہوں آنند روئے یار میں
بہیچ کنگ علب سے براہِ متا رہ میں
بیٹھے ہیں کب سے لوگ مر سے اتھا رہ میں
رمد کو سو جیتی نہیں نسلِ غبار میں
سوئی ہیں اشک و امن سفینِ مزار میں
کیا کیا بھرے ہیں مالِ گوی کے بہار میں
بکلی کنارِ کھنچ کے آئی مزار میں
کھا ہے خط بھی اٹھنے تو خطِ غبار میں
ہرمن جا لیاں نقابِ خردیں بہار میں
چو لے نہیں سنا تے ہیں مٹے مزار میں
جب تک کروں میں چاک کریمان بہار میں
روزِ حساب آئیں گے ہم کس شمار میں

کھیاں یہ سُرُخ سُرُخ نہیں لالہ زار میں
کوٹین گے اب کے سالِ نرسے ہم بہار میں
جو آبلہ ہے اپنے دلِ داغدار میں
ہوا سٹے کو ایک ہی ہو میری اسکی شکل
آئینہ دیکھ دیکھ کے اُس نے بنا لی زلف
اجنے سے آپ میں بچھے اکرم تو جھوڑی
گر دنگواہ یا سے دل سے مراتبِ
آئے گا کون ادھر کہ تصدیق کیواسٹے
بولی ہے رت چمن کا ہے جو بن ابلہ پر
جو خوں طبع ہیں وہ جھپکے نہیں کہ سین
کس پر دے میں کہ درتِ دل کا اشارہ ہے
جالی کے پر دے میں رینگ لگدن نہیں ترا
کس گل کا سوسے گورِ غریبان گرز ہوا
کیا بے ثبات بارغِ شاگل ہو گئے ہوا
دنیا ہی میں جرات نہیں چھپتا کوئی

جی لوٹ ہے تڑپنے پر اب تک گرا میر
اب جان ہی نہیں ہے دلِ میقرار میں

<p>شہر آتی ہے کہ بار کو میں پوٹا کہوں مسافر اسکی تنج کے کھینچنے کو کیا کہوں کیونکر بیان کروں جو غم و غامشی میں ہے مکمل نہیں ہے عمر و روز میں وصفِ ذات میں قصہ گو نہیں کہ کہے جاؤں داستان بھر سے تو ایک نے بھی بنا ہی نہ دوستی یہ کہہ کے وہ چلے گئے ہم کل ہجرت میں گئے وہ خوش دین مجھے حق و باطل سے کام کیا وہ نون طرف تھا ایک سا عالمِ سال کیا ایسا ہوں عشقِ حاضر و گیسو میں بیجا اس</p>	<p>اچھا کہا ہے جسکو اُسے کب بڑا کہوں اُس شخص کی اماں کہ میں اپنی نصف کہوں کہنے کی ہونہ بات تو میں اُسکو کب کہوں تھوڑی سی خب و افسانہ ہے کیا کہوں دل سے جو تو سنے تو کچھ اسے دلا کہوں میرا شہنا کہے کہے آٹا مشنا کہوں آج اُن سے کچھ بھی کہہ نہ سکا ہے کیا کہوں بیجا بھی وہ کہیں تو میں اُسکو بیجا کہوں اپنا کہوں محاذ کو اُسکی صبا کہوں بجلی حیک کے آئے تو اُسکو گھٹا کہوں</p>
---	--

وہ خوب جانا رہے جو ہے میری آرزو
مُنہ سے امیر کچھ نہیں وقت دعا کہوں

<p>کچک ہے شاخون میں جنبش ہوا بیچوں میں وہ گھنڈا کہ تلے تھے روز پھولوں میں دقیب سا ہے اُن کے یہ خوف ہے جسکو نظر آئے ترے بال بال میں سوتی</p>	<p>بہا ر جمول دی ہے خوشی سے جمولوں میں انہیں کی خاک شریک آج ہے بگولوں میں کوئی گھگھوڑ نہ چھوڑے بار سے پھولوں میں اگمان ہوا کہ حسین جہولے ہیں جھولوں میں</p>
--	--

گھوڑی سا کہان ہے کوئی امیر
خدا کے فضل سے سرتاج ہیں رسولوں میں

<p>کیا عارف مجھے پرستان نے پاک پیالے میں نئی شاہِ بھولائی ہے اسے گوج پالے میں لگاؤں نہ ہجریار میں و اعطی کے سراردن</p>	<p>کرست یا نہیں دیکھی کسی اللہ والے میں کھٹک ہر روز سی زکریا میری دیکھے چھالے میں جو لے ٹور بھی بھر کرے کوثر پیالے میں</p>
--	--

مرے جتنے تھے بارغ دہر میں سب جن کو دل نے
خدا اس عارض کا جبک چپ گیا ہریری نظروں کا
یہی ہے شرم تو وہ آچکھا غم میں میرے
ہزاروں خار یا سے داری الفت میں ہرین یارب
ادھر بھی اک نکلا ہلکے غم کی خیر سے ساتی
ترپتے عمر گری یار آئے یا اہل آئے
چمن ستخانہ صیاد تک زندہ نہ پہنچوں گا

نایا زخم چنگل میں نایا داغ لائے میں
نگوین آنکھ میں جیتی ہے کاٹا جیسے چالے میں
تھکا لیتے ہیں آنکھیں پاؤں ہوتا ہے جوٹے میں
پلاؤں کیسکو کیسکو بوند بھریا پی ہے چھالے میں
زمین میں ایک جلتے کسی ٹٹے پیلے میں
خدا خدا کوئی تاثیر تو پیدا ہو ناے میں
کہ دم اٹھا ہے رگس میں تو جان لگی پالے میں

امیر اس ناز میں پر ہے گران بیلا چیللی ہلک
پہنسا ہے پردہ کرمول جوہی کے وہ بالی میں

پستی بخت سے یہ خاک برا بر میں ہوں
زینت گوش حسنا ہوں وہ گوہر میں ہوں
کوئی کہتا ہے برا کوئی بھلا کہتا ہے
مگر کے تہے سے بھی نظروں کو کیسی گردن
سب میں حیرت میں نہیں کوئی خشنا سا میرا
لوگ ہر شہر سے آتے ہیں زیارت کے لیے
راج ہوتا جا کوئی میرے برابر ہوتا
سایہ پردہ تو حید ہے عزت میری
نہیں وحدت کے سوا رنگ دوئی تھکا ہوا
وے صدا دل جو مرا ہو مرے سے نہیں دویم
جو سہیلے کا نہ مجرم نہ گنہگار وصال
زخودی میں بھی مری رنگ ہے نیرنگی کا

سایہ بہر خدین سا کو کاجی بہر میں ہوں
چارہ زہون ہی کا زیور ہوں اگر نہ میں ہوں
بہنہ منعم ہوں کہ مغس کا مقدر میں ہوں
علی سلطان ہوں اگر خاک برا بر میں ہوں
مقتل دہر میں گویا تن سے سر میں ہوں
تا تواری سے مگر موچے پیسہ میں ہوں
شکر کرنا ہوں کہ ہر ایک سے کمتر میں ہوں
پردہ اٹھ جائے اگر پہنے سے باہر میں ہوں
میت کوئین میں مصداق گمراہ میں ہوں
کوٹنگاف تھلیم قدر سے زاور میں ہوں
پھر سزا واپس ڈالوے مقدر میں ہوں
کبھی صہبا کبھی مینا کبھی ساغر میں ہوں

میں کہاں رابطہ گل ولا کہیں بل نسیم
وکیہ شربائے مقتل میں کسی عزیز ہاتھ
آبرو شک کی مانند چڑائی بھی تو کی

اور گزرا یہ چہان میں کوئی دم بھر میں ہوں
اس عنایت کا سزاوارست مگر میں ہوں
کان نکاس کے نہ پہنچ لگا وہ گوہر میں ہوں

جلوہ حسن یہ اس شوخ کا کہتا ہے اکسیر

بزم میں شمع ہوں گلشن میں گل ترین ہوں

دل جدا مال جدا جان جدا لیتے زین
سیان سے لیتے ہیں جب حق کو یہ تلواریں
وہ دم ہے یہ زمانے کے بدلے کا سبب
مجلس و عطا میں جب بیٹھتے ہیں ہم یکش
دعا آگین جو کوئی دل نفل آتا ہے کہیں
لح سے پردہ اگر آنسو حقیقت کھلیا ہے
جی اکیلے شبِ فرت میں جو گہرا ہے
وہ بیان میں لاس کے تراسلہ زلف دراز
خدا گور کی محبت شمع کو دیوار گرے
تیغ قاتل رہے آباد کہ کشتے اُس کے
ہو ہی رہتا ہے کسی بُت کا نفاذ تا خام
غم تو انسان ہوا و گئے نہ کیوں قابو میں
عید قربان کی حقیقت میں انہیں کو جو غشی
جہا چکا قافلہ ملکِ عدم دور تو کی
شس اٹھنے بننا ہے جو ان کو ایب
ایک بو سے کے عوض لگتے ہیں دل کیا تھا

لپٹے سب کام گہڑ کر وہ بنا لیتے زین
اپنی چالیں اسے پہلے وہ کھالیتے زین
گردن کشتہ شمشیر ادا لیتے زین
دختر کو بھی پسو میں بٹھا لیتے ہیں
تو دگر برہم سے چھاتی سے لگا لیتے زین
دون کی شمس و قمر صبح و مسا لیتے زین
فتہ عشر کو تاون سے جگا لیتے زین
ہم غیب جہر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہیں
جو کڑی بڑتی ہے سردن پاشا لیتے زین
وہ میں زخم سے ہوسن کا سزا لیتے ہیں
صبح کو اٹھ کے جہم نام خدا لیتے ہیں
ہم تو دو ہاتھوں میں پوئو لگا لیتے ہیں
تیغ قاتل کو گے سے جو لگا لیتے ہیں
ہم بھی دم بھر میں خدا چاہے تو جا لیتے ہیں
وہ میں شمع کو کبھی سے بکا لیتے ہیں
جی میں سو میں تو کیا دیتی میں کیا لیتے ہیں

چوتھیں میں مصحفِ خدا کو کب بے تعظیم
 اپنی محفل سے اٹھائے ہیں جیسا کہ حضور
 بت بھی کیا چیز میں اللہ سلامت رکھے
 ان کبھی تہم کے آنکھوں کو ٹکائیے ہیں
 چپکے بیٹھے ہیں آگ بھڑکیا جیتے ہیں
 کالیان دیکے غریبوں کو دھائیے ہیں

شاخِ مر جان میں جو ہر نظر آئے میں ایسر
 کبھی انگلی جو دو دانتوں میں دھائیے ہیں

فراقِ یار میں شب ہو کہ دن تمام نہیں — جو کسی صبح نہیں ہے تو کسی شام نہیں
 ملی ہے دخترِ زلفِ جگر کے قاضی سے — جیاد کر کے جو عورت ملے حرام نہیں
 وہ گالی دیتے ہیں شکوہ کر دو تو کہتے ہیں — کسی کا ذکر نہیں ہے کسی کا نام نہیں
 ایسا کمال تواضع وہاں کمال غسرور — رادھر میں سجدے پہنچے آدھ حرام نہیں
 اگر سے کھیلین جاتا ہے جی بھی لے ناہر — ملے جو محض تو قاضی کو بھی حرام نہیں
 تغیرِ گشتِ دشمن میں خدا کے وہابی — کسی امیر کا مجرا نہیں مسلام نہیں
 زمانے بھر میں پڑی ہے پکارِ حاتم کی — وہاں ہے جسے کہ حاتم کو اس کا نام نہیں
 کہا جو میں تے کرخ ہے کبھی نقاب اٹھ — تو ہٹکے ہوئے کہ مستور ستارِ عام نہیں
 یہ داغ کیوں ہے رخِ تاباں پر اسے چرخ — جو ہرے یار کا بھانپا ہو غلام نہیں
 کریم جان کے تجھ کو خطائیں کہیں یارب — مرے گناہ سزاوارِ انتقام نہیں

جو میکشی سحر و فرست تو در گھڑی کو چلو
 ایسر مسجدِ جات میں آج تمام نہیں

نوکسی دل کو مرے زلف کی کالی ناگن
 اس کے چہرے سے ذرا چپکے ٹھنڈے دل
 دستِ گستاخِ رشے زلف کی جانب تو کہا
 یاد کیوں میں مرے داغ بدن نیلے ہیں
 وہاں کیا حسنِ خسوگر نے نکالی ناگن
 کئی بار سے جو ہے بنی جو یہ کالی ناگن
 دیکھتا رک ہے بہت اندھ کی پانی ناگن
 کیا جو سو گھگنی پھولوں کی ڈالی ناگن

ناگنوں میں ہے یہ دُنیا بھی زانی ناگن
جب نظر اٹھتی ہے غوثِ اُسمانی ناگن +

اپنے دیوانوں سے پر یون کی طرح اڑتی ہے
اُگیا پیار تری زلف کے دھوکے میں بجھے

عشق گیسو کے اثر سے دہم تحریر مایوس
جو کھنکھان سطر و کاغذ پہ ہو کالی ناگن

جلوہ اُسی کے نور کا ہے سحر چراغِ مین
روحِ عن کی جا ہے خونِ کبود چراغِ مین
تغویا ہے برششِ دہم خُبر چراغِ مین
جلوہ قمار سے چہرے کا ہے ہر چراغِ مین
پردائے جلتے پھرتے ہیں مگر گھر چراغِ مین
پردائے سان جلتے نہ سمست در چراغِ مین
روحِ عن نہ تو نور ہو کیون کر چراغِ مین
ہر بھول میں وہ تو ہے ضیا ہر چراغِ مین
کیا ہے بھری ہے صوبہ ساغر چراغِ مین
پردائے جل رہے ہیں ہمارے چراغِ مین
روحِ عن کے بدلے عطر جلتے ہر چراغِ مین
جو ہر فشبِ دشتہ گو ہر چراغِ مین

پردائے کیون نہ خاک ہوں جگر چراغِ مین
قاصد کا سر ہے محفلِ جانِ مین میسرِ شش
بے یارِ نقل کئی ہے ہکو ضیا سے بزم
کالے مین تم ہو گل مین ہو تم مہر و مین تم
حاشقِ چن گوشتِ گر نہیں کو چہ گردِ ہسم
کمال جو عشقِ مین ہے اُسے سوز سے ہے سدا
زائلِ شباب ہو تو کہاں حسنِ مین نگ
ہے جلوہ گاہِ یارِ مین ہو کہ بزم ہو
پردائے ایسے نہ آفتابِ مین جو صفا
دلِ عاشقوں کے کیون نبھوں قربانِ مین
کے دل وہ میزِ انش آتا ہے بزمِ مین
مینے مین اُسکے دانتوں کا پرتو اگر پڑے

آئی تہواہ کس سبِ عین کی ہے امیر
ہیں بس شبِ چراغ کے جو ہر چراغِ مین

ہاں دل و کئے کسی کا یہ نہ نظر نہیں
نچو لاہو ادھرت ہے لیکن شمر نہیں
میری ظہر کہاں اُنہیں اپنی خبر نہیں

کھتا ہے گن آدمین اپنی اثر نہیں
آؤ غرِ فشان مین ہماری اثر نہیں
ایسے مین سے بادِ حسن و جمال سے

اسود گمان خاک تھین کچھ خبر نہیں
 کسی ہے آنکھ جو میرے ماتم میں نہ نہیں
 بندے کا ہے مکان خدا کا یہ مگر نہیں
 یہ میرے درد دل کی چاک جو سحر نہیں
 ہم کس جگہ ہیں کچھ ہمیں اپنی خبر نہیں
 شگ مزار میں بھی ہمارے مشہد نہیں

ہم بقیہ دار لو شمع ہیں کب سے خاک پر
 محفل میں شمع بلخ میں شبنم لاک پر ابتر —
 ہوس جو سنگ در کو دیا بول اٹھا وہ خویش
 مگر جلنے کا ابھی سے ارادہ نہ کیجئے
 شمع حرم حرم میں برہمن ہے در میں
 افسردگی وہی ہے ہماری پس ف

دنیا ہے طوفان سیکڑہ جیو دی امیر
 سب مست ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں

ہڈیاں سو گئی سی دو چار تھیں زنجیروں میں
 ہم تو دونوں کو اٹھا دیتے ہیں تھوڑے میں
 کہ ٹھہری بن کے زبان بلی ہے تکبیر دن میں
 کھنکھنے ہاتھ جو ہوا دن کے تصور دن میں

دیکھی بخون کی شبیہ آج جو تصور دن میں
 باغبان بلبل دھو طلی کی زبان ذاتی کب
 تو جہن کیوں نہ غازی جو بڑے ہیں آپ ناز
 لے تصور ترے دامن کے آڑے ٹنگے تیرے

شیخ پر بازہ جو رکھوا کی سے قافل نے امیر
 عید قربان کی طوطی پھیلی ہے پتھر دن میں

دست گلچین میں ہے گل ملیں کب میا دین
 بھلیاں بھر دی ہیں میرے نالہ و غریب میں
 رگے کچھ ام میں کچھ نہ میا دین
 یہ مزار آگے نہ تھا بل قری مسدود میں
 ہاے کیا دار فغانی ہے صورت فدا دین
 زاد و مت جگے دین سب خدا کی یاد میں
 ایسی آندھی آئے یارب نہایت دین

بڑگئی کیا لوٹ یارب گلشن ایجاد میں
 شوقیوں نے تیری چپکے پردہ سید لو میں
 بال پر اپنے کہاں اس گلشن ایجاد میں
 ہو گئی کچھ اور آکر نہ صبا دین
 دیکھ کر تصور شیریں نے یہ حسرت سہی کہا
 دیر میں غافل نہیں اس سے منہ بھی ایک دم
 پر مے تو نے ہوئے آجائیں سب کو چین

سن کے حال دل بہا کیا کیا کیکاول وکے
 جو کٹا بنوانے کی مطلق نہیں ہے احتیاج
 بلبل خوشیاں کروا آئی ہے گھر بیٹھے مراد
 جرم کیا نکلا اتنا حق گراب تصور سے
 واسے قسمت کنگی تمبہ نفس میں اپنی عمر
 قتل سے پہلے ہی تمام سدوم اپنا جہنم زاد
 بے حسداری اس قدر تڑپا نہ بجو نہ ریت
 اپنے اپنے میں نصیب ہے بے نصیران تہین
 بلیس میں آئین کی جلنے کو پر دانوں کو ساتھ
 ایک دن برباد ہو گا شہد یاد مرگ سے

جگلیا ہے سوزش دل سے اثر زیادہ میں
 آپ کی تصویر کا گھر ہے دل بہن زاد میں
 بھول مالون کا ہے میٹا کوچہ صیاد میں
 تھی اسے از خود فراہم شعی خدا کی یاد میں
 نئے بھی گریں گئے پریشان صیاد میں
 خون کیا لگتے فرشتے آئے جہاد میں
 دیکھ ظالم دل نہ اچھے سینہ جلاؤ میں
 پھنس گئے تم دام میں ہم گیسو صیاد میں
 روغن گل ہے چسپاں غائب صیاد میں
 جلتی ہیں اس عطر سے شمعین خانہ آباد میں

فی الحقیقت دل سے دلوں نام ہوتی ہے امیر
 بسم میں ان کی یاد میں دم میں جلدی یاد میں

جو بے گل چین میں ڈھونڈتے ہیں
 جو گم کرتے ہیں یاد نیستی بسم
 میں نارا ایسا بڑے نالاق ہیں نقاد
 دہ پیا سے میں کہ ہم گھبرا کے پانی
 پتا پاتے ہیں بے وصف کا وہی لوگ
 وہ لاغر ہوں مرے لاشے کو قاسم
 زمین اسے باغبان خنجر سے کیا کام

سار کو وطن میں ڈھونڈتے ہیں
 کہیں یاد میں میں ڈھونڈتے ہیں
 ابو میر سے بدن میں ڈھونڈتے ہیں
 تھے چاؤ ذوق میں ڈھونڈتے ہیں
 جو اپنے پیر میں میں ڈھونڈتے ہیں
 فرشتے آکے مک میں ڈھونڈتے ہیں
 ہم اپنا دل چین میں ڈھونڈتے ہیں

ایسے ریل سبک ہیں ہنرمیں
 محبوب اکثر سخن میں ڈھونڈتے ہیں

فرق بزمِ مرگ کچھ دیکھ کر جلیں میں کیوں نہیں
 سوچ کو آگاہم آغوشِ بدن میں کبھی آنے نہیں
 ہر گیارہ جہاں تو کس پرہیز میں نہ جی ڈکھا
 ہار گئیں وہ میں شہادت کا گواہ نہ تھے کہان
 تو اگر وہ جاننا ہی ہے انہیں اسے تجھ کا
 ہوں وہ مجھ کو دیکھ کر چڑا کو آگاہ ہے خیال
 پوچھتی ہے قیصر و خاقان سے عبرت گو میں
 صورتیں ظاہر میں صورت آفرین پوشیدہ ہے
 سوگ ہے کس کے دل پر داغ کا آگاہ گھبراہٹ
 ہاتھ میں تیرے تو دیکھ کر ہزاروں لمے کریم
 جاننا یہ وہ غلامش بے بدلتوں کیا ہوئی
 وحدت و کثرت تو دونوں میں مسمیٰ کی جلوہ گاہ
 سیکڑوں جاتے ہیں جستی سے عدم کو راہ دن
 لوشی ہے ساری دنیا بزمِ جانان کے مرے

چین یارب سائیکر گفتن میں کیوں نہیں
 یا خدا غلام اس دلخوار میں کیوں نہیں
 آج وہ گل کی ہی مدد تو نہیں میں کیوں نہیں
 آشیانے ان غریبوں کے میں میں کیوں نہیں
 بدھیاں زخموں کی گشتوں کو چھوڑ کیوں نہیں
 ہاتھ بھی چاک میرے پیچ میں میں کیوں نہیں
 کیوں پڑے ہو کچھ دیکھ کر میں کیوں نہیں
 آنجن اگر کا جلوہ آنجن میں کیوں نہیں
 وہ یہاں افشان کی زلفِ مشک میں کیوں نہیں
 سیکڑوں دامن چاندی میں میں کیوں نہیں
 میری بدن تھی ہر جگہ دیکھ کر میں کیوں نہیں
 پھر غلامت میں مڑے آنجن میں کیوں نہیں
 میری غربت کی خراب تک میں میں کیوں نہیں
 برا حصہ اس بھلا چھوٹے میں میں کیوں نہیں

اس زمین میں بھی بہت سے شعر نگین ہیں امیر
 ہوا گرفتار تو گویا نسل سخن میں کیوں نہیں

گو مشہور خاک نشینوں کی یادگار ہیں میں
 غریب چاہنے والوں میں تیرے بار ہوں میں
 ترے کرم میں کمی کچھ نہیں کریم سے تو
 رہا ہے دستِ اعلیٰ مجھے ہاتھ بارنگر
 کچھ آج میں نے مٹی پی ہے حضرت و اعلا

شاہو اسان نشان سہ ہزار ہوں میں
 دماغ عرش پہ ظاہر میں خاک دہوں میں
 مرا قصہ ہے جمونا امید واد ہوں میں
 کھل گیا ہوں ترپ کر وہ بیسہار ہوں میں
 ازل کا ست پڑا نا خراب خوار ہوں میں

لگا ہوا گرم سے ٹھکڑا دیکھ اسے دوزخ
 زمین تھر سلاطین سے آ رہی ہے صدا
 پھر اسکی شان کریم کی جو عسلہ دیکھے
 جو ست ہوش میں آنے کا قصد کرتا ہے
 دو کشتہ ہون کر مری دھڑ جھٹن گری
 منصور وصل کی حسرت ازل سے ہے ٹھکڑا
 خیر نہیں اسے دقا ہون حال پر جس کے
 شب فراق مری جان دل سے کہتی ہے
 بائیں ہستی ہے پھر پھر کے گرد نو سیدی
 وہ بیقرار ہون دیکھے اگر تڑپ میری
 پکارتا ہے یہ ہواب اسکی چوٹی کا

خیر نہیں تجھے کس کا گستاخکار ہون میں
 کہ آج منزل عشرت ہون کل نزار ہون میں
 گنا بگاریہ کھدے گستاخکار ہون میں
 پکارتا ہے یہ ساقی کہ ہوشیار ہون میں
 زمین پکار اٹھی قابل مزار ہون میں
 خیال کیجئے کب سے امیدوار ہون میں
 اُداس صورت غصہ سیر مزار ہون میں
 تڑپ چکا ہوا اگر تو جو بیتدار ہون میں
 یہ کس کے در پر الٹی امیدوار ہون میں
 قرار بھی یہ پکارے کہ بیتدار ہون میں
 کہ سب سے بچے ہون پر چوٹی کا ٹھکڑا ہون میں

بڑے منہ سے گورتی ہے بخودی میں امیر
 دو دن خدا نہ کھائے کہ ہوشیار ہون میں

اکسی کی روح پھرد ہوا ٹھکڑا ہون میں
 غریبی نے ترشائی کہتی ہے جان پر غم سے
 کسی کا دل نہیں دکھتا مرے تڑپنے پر
 بڑے تفرقہ کیا اضطراب سے پس برگ
 کشائنگی میں بھی میری فسر دگی ہے حیان
 یہ ٹھکڑا کا بچے خون ہے جساقی کا
 زرخستے کے پے تے بچے جینم کو
 وہ ہر ہون کہ جو ان کا رنگ دکھتا ہون

کسی کے دل میں اٹھے دو بیقرار ہون میں
 کہ وقت آخر آیا ہم روزگار ہون میں
 سمجھتے ہیں بچے بجلی دو بیقرار ہون میں
 سیر مزار مادل تو مزار ہون میں
 مشہد رنگ لہو ہون اگر شہد ہون میں
 گواہے میکہ و فلس شہد بخوار ہون میں
 تڑپ کے غلہ میں پہنچا دو بیقرار ہون میں
 عزیز کیون نہون بے فصل کی ہلہ ہون میں

کفن کا پاس نہ جھکو دزار کا ہے کھانا
کسی سے کھوت نہیں میری دل میں دوست کیا
شک علی سے سہوتا ہے اور کام مرا
شراب غیب سے میرے لیے اترتی ہے

بڑا پیش کا ہو دو دن سے شرمسار ہوں میں
عدو بھی یاد بنا ہے مجھے تو یار ہوں میں
شریکِ قسمت گیسوے تابدار ہوں میں
خدا کے گھر میں برکت وہ بادشاہ ہوں میں

امیرِ ملکی میں بے مانگے نصیب کیا کیا
بڑا کرم ہے جبکا اُسید دار ہوں میں

بانگی ادا ہے وہ نگہ خشکین نہیں
خلوت میں جو دی سے پتا ہی کہیں نہیں
مانگی جگہ محدود تو بولا دشا و حسن
کیا خوش ہو دل نکاح پہ تار و کوہِ کھنکر
سدا رہے کریم کی ساقی کی بارگاہ
حسرت سے دیکھیے تو یہ کہتی ہے وہ نگاہ
کہتے ہیں فوج کرنے میں جھکو جھپک ہو کیوں
عصمت یہ دستِ شوق سے کہتی ہے زورِ وصل
خفشت نے میری جھکو بنا یا ہے دھوپِ پاؤں
راہ ہے درویشِ مین اس دنواز کے
بسل سے اپنے کہتی ہے مقتل میں تیغِ ناز
پیکانِ تبرِ باد سے کہتی ہیں حسرتیں
نزدیک جا کے انکو جو دیکھا تو بول اُنھے
دشوار ہے بہت دلی معشوق تک گزر
ہوں مستِ شوق وہ تو کہوں اُن سے پھر کر

غزوہ چھری سے ہے دو چہن جبین نہیں
کیا میرے وہاں کہیں ہیں ہمیں نہیں
تکید ہے فقیر کا یہ سہرا زمین نہیں
افغانِ جینی ہوئی یہ کسی کی جبین نہیں
جوتے چھک کے جلتے کسی کو نہیں نہیں
دشمن مری کوئی نگہ دا پسین نہیں
میں ناز میں ہوں دل تو مرا ناز میں نہیں
چھو جائے جھکو ہاتھ وہ آستین نہیں
کھل کا خواب ہوں کہ بیان ہوں وہ نہیں
کچھ قدرِ عزم تجھے دل اندوگین نہیں
اس وقت بھی زبان پہ تری آفرین نہیں
تو دنواز تو ہے مگر دل نشین نہیں
پہل دور ہو نگاہ تری دور میں نہیں
اسے آہ ہو سفید یہ عرشِ بریں نہیں
کیوں میری جان اب نہیں کہتو نہیں نہیں

مشہور کا بھول دیکھ کے بولا وہ جامہ زیب
جس بے نشان کو ٹھونڈتے ہیں ہم جہاں ہیں
ہوئے جو غارِ ضعف سے اُن کو طلب کیا

واہ ایک آستین تو ہے ایک آستین نہیں
کہتا ہے دل کہ تجھ میں نہیں تو کہیں نہیں
کیا آپ ناتواں ہیں تو میں نازنین نہیں

پچھلا کلام بھی ہے جو میں میں شریکِ میرا
دیوانِ میں اب کا ناگ کہیں تو کہیں نہیں

مشتاقِ وصل کون ترا نازنین نہیں
شکوہِ جفا کا تو ہے کچھ لے لائیں نہیں
عالم سے اُن کی انجمن ناز ہے اماں
گزر رہا ہوا زمانہ چھوڑا تیرے ہوا
یو سہل پٹ کے لئے ہی لیا ہے ہر دم میں
انفیسِ مسرود سے دیو لدا ہے جسم میں
دیکھے تجھے زمانہ تجھے دیکھا ہے ملک
مقتل میں تھا اٹھائے وہ شرارِ جاتے ہیں
غش میں ہے ہیں جلو گر ناز میں کلیم
کہتے ہیں جو فانی کا روانہ رویہ سان
جہاں رہا ہے اٹھکے مرے دل کو درِ عشق
گھبرا گئے کیوں ہر دم مری آنکھوں میں ہوا
انداز سے تیرے دیکھتے کہتے ہیں آئینہ
کہتے ہیں ملکِ در پر مرے سجدے تاکجا
اب آہ کشینچے کا ارادہ رہے ہوشیار
نصبت ہو ملک عاشق و معشوق سے اسے

گر تکی چھنی کہ پٹی ہوئی آستین نہیں
ایسے ہی تم میں ہو تم میں ملکِ تعمیر نہیں
چھت جسکی آسمان ہے وہ زمین نہیں
وہ کوٹا ہے دم جو دم داپسین نہیں
ہاں ہاں سنی کسی کی نہ اُن کی نہیں نہیں
اک بھول اسی چین کا ہو دارِ جبین نہیں
اے جان ناتواں ہوں میں نازنین نہیں
نخلی ہوئی تو دیکھو کہیں آستین نہیں
تکسین نہیں پاسِ زین آستین نہیں
سارے جہاں میں یہی کچھ ہیں نہیں
تجھ سے کاہلو مرا ہمنشین نہیں
پیر و نہ آنکھ یہ نگہ داپسین نہیں
ہم نازنین نہیں تو کوئی نازنین نہیں
کچھ عزیزِ مشق ہے پئے خطِ جبین نہیں
خیر آج تیری سلسلے نگاہِ ہمنشین نہیں
نازِ آفرین ہے کیا وہ نیازِ آفرین نہیں

شادی کی انجمن میں بھی روٹا ہون مثل شمع

بھسا جہان میں کوئی اندھ مگین نہیں

چوکت سے تیری سر نہ بٹے گا اسیر کا

سجود سے گر کے اٹھے پے ایسی جبین نہیں

عالم میں کوئی دستہ زرد ساسین نہیں

وہ شمع لاکھ پردوں میں پردہ نشین نہیں

یا ہم ہی ہم تھے کوئی دھماکا کی بزم میں

اُن چوڑوں کو دیکھ تو واضح مطلب ہی جا

ایسا ہی جوش گریہ ہے تو جسے یاد میں

پردے ہی پردے میں ہیں ہم کی شوخیان

تو قابلِ سجود ہے اے میرے بے نیاز

فراتے ہیں کہ آئین تو زائد ہمارے پاس

شوخی کا ہاتھ اٹھکے پکڑے شبیہ سال

اے جان ابھی نہیں مری حسرت کا خاتمہ

تلوار میں ایک چھوڑ کے دو دگر میں ہیں

رویا جو میں وصال میں بولے ہٹا کے ہاتھ

دسا ہوا تو حشر میں اتنا کہو ٹھکانا میں

آنسو سے آشنا نہیں شمع مزار بھی

دل تازہ اٹھائو انوں کے کیا دیکھ کر زمین

شیشے میں اک پری ہے عے آئین نہیں

اور پھر جو دیکھے تو کہاں ہے کبیں نہیں

لاکھ جہان آج وہاں ہے ہمیں نہیں

سید و تیرے دلپیر پھر یارین جلیں نہیں

یا ہم نہیں زمین پہ یا ہمہ زمین نہیں

یہ جلیان ابھی کسی دل پر گرے نہیں

پرستِ سجود کسی کی جب میں نہیں

ہم اُن کی قوم توڑنے کو ناز میں نہیں

راتھی ہی کام کی گنجو شہ مگین نہیں

پسلی نظر ہے یہ غم واپس میں نہیں

اس بوجھ اٹھانے کے لیے تم ناز میں نہیں

آنسو کسی کے بوجھے یہ وہ آسین نہیں

جندوں میں تیرے کیا میں جہان آفرین نہیں

اب کوئی میرے حال پر اندھ مگین نہیں

یا انجمن میں تازہ ناز ہے ناز آفرین نہیں

واعظ اکرم تو دیکھتے ہی ہنس پڑے امیر

باتیں تو دن بزرگ کی تم نے نہیں نہیں

بشکین طاہرہ روح کی شہبیر چلین

یادِ حال میں ہو سے جو بونہیں تر چلین

کھینچتی مین دل بیاہ چنچلے پلکین
 سوہوس سے ہے انسان کی شرافت ثابت
 گور مین بھی غلغلہ غارت ہے وہی
 بڑ گئی آنکھیں دکھاتے بنین یہ لالہ غدار
 اگر سوہو محبت نے دکھایا عجب ار
 ال سیش کو بیت میر جہان خوب نہیں
 قتل عشاق سے بڑائی لگی کھاتی مین قسم
 چہ بڑ دور ہے کیا ظلم کی رسی بھی دراز
 چہ غم غمور سے ڈٹے کہیں انکا بھی خار
 عیب اپنوں کا نہیں ہے سب کلمہ نال
 کیا ہی ہمسائے کو ہمسائے کی ایڑیوں بال
 ماتواؤں کو ترے دیکھا فلک کیا گردش

ماتواؤں کے چڑا لاتی مین لشکر پلکین
 مردک آنکھ مین ہے آنکھ کے باہر پلکین
 آج تک دل مین کھنگتی مین برابر پلکین
 کھینچتے مین مجھے کانٹوں مین دکھا کر پلکین
 یہ گیا آنکھ سے دریا نہ ہو مین تر پلکین
 مردم چشم سے کہتی مین یہ جھک کر پلکین
 طاقی ابرو کی طرف ہاتھ اٹھا کر پلکین
 صاف بڑ بکر ہو مین گیسو کے برابر پلکین
 مین اذیت کش خسیا زہ برابر پلکین
 لاکھ اڑے گرد و غبار ہوں نہ مکہ پلکین
 آنکھیں بد مین جو کھنچیں بال برابر پلکین
 گردن چشم سے کھاتی نہیں چپک کر پلکین

آج آنکھوں کو جوانی مین یہ زہر مین امیر
 گر کے ہو جائیں گی کل خس کے برابر پلکین

عالم کھلتے ہو جو مین آفت رسید ہوں
 مطلب کی ستارہ ہے طالع رسید ہوں
 رعب مری طرف ہے کوئی دل نہ کوئی گوش
 میرے صفا و دل نے جو کھوئے مین میرے چہ
 ماہی کی طرح ہے مجھے مرہم دعا بڑ تیغ
 سنبھلناؤں کھاناؤں مین اور دکھ ہوں جو خاک
 چہرے پائے کے پہنچا ابرو کا سرے یہ قول

صبح بیاہ ہوں جو گرہاں مرید ہوں
 گویا نصیب سے مین مین گردِ نصیب ہوں
 بزمِ جان مین حرفِ مکر رشید ہوں
 شربتِ عشقِ دلی آئینہ دید ہوں
 کیا بتاے دردِ گلوے برید ہوں
 مکر سے صدا کے گلوے بڑید ہوں
 دیوانِ اُتوری کا مین معنوں چید ہوں

غلم جان نہ دور نکاح کا مجھے خیال
 اے اہلِ بزمِ بھگو افسانہ بزم سے
 میں اور جہم میں پرستانِ دوتر سے مرید
 بحرِ معنیٰ سخنِ حواکبِ خبرِ بہین
 اما صبا کی بکری نے بد سے میں عجز کے
 اب تک کسی پیر کی حقیقت نہیں کھلی
 پیدا کیے کی شرمِ انہی مندو ہے
 صبر کو کپڑے چار کے چلتا ہوں دکان
 ہوں دشمنوں میں پر نہیں سدا کی مجال
 بہتا ہے باورخ میں تو کہتا ہے طلالِ شام
 مطلب خزان سے کچھ غرض ہے بہار سے
 دیکھیں کسی کے عیب تو کیا خاک کہ سکون
 کہتا ہے مرزا روحِ اجل سے ڈرا ہوا
 بلبل ہوں میں رنگِ ہون گشتاں دہر میں

دیا کے جوش میں تو بلی آسید ہوں
 طبعِ سحر ہوں عسیرِ پادشاهِ صید ہوں
 لیکن وہ بد عقیدہ ہے میں خوش عقیدہ ہوں
 یوسف کی جلاو گاہ میں دستِ برید ہوں
 میں بختِ زکشتہ، تیغِ خنجرِ خنجر ہوں
 حرفِ گفتم ہوں سخنِ تاشینہ ہوں
 تو آئندہ گار ہے میں آئندہ ہوں
 پاسے شکستہ ہوں زمینِ دستِ برید ہوں
 بیشِ دانتوں میں میں زبانِ برید ہوں
 یوسف کے خاندان کا میں کوردید ہوں
 دوزخ سے نکل سر زمینِ ذہن کشید ہوں
 ان غم سے آئنے کی طرح آبدید ہوں
 صبا دیر ہے پیچھے میں صیدِ رمید ہوں
 بانگِ پرستگشتہ دوزخ پرید ہوں

شبنم کے اے امیر لے میں مجھے نصیب

گلِ بہارِ بزمِ حین میں جو میں آبدید ہوں

کے چکے چاند سے زہارِ قیصر باغ میں
 بہرِ فدا بیدہ کیسا آگیا چو خنجرِ جنت
 فی حقیقت یہ بھی کم گلزارِ جنت سے نہیں
 ہر دوش پر بل ہی ہے ایسی صحت کی ہوا
 پاؤں کا پاؤں ذکر کیسا صاف ہے ایسی زمین

چاند نی ہے سایہ دہارِ قیصرِ باغ میں
 اس کے طالع ہو گئے بیدِ قیصرِ باغ میں
 حیرتِ پیرتی میں سرِ بازارِ قیصرِ باغ میں
 چہرہ زکس تک نہیں بیدِ قیصرِ باغ میں
 دل پہلے میں دم رفقاہِ قیصرِ باغ میں

ہند جب ٹوٹیں محسوس توجہ کی آئے صدا
 دشا پر تاپے یہ مارے غوغا کے صبح و شام
 یاد شاہ نہر میں کرتی ہے ہر انگشت موج
 چار نون میں ہوسعدی کی گلستان کا جواب
 زیر شاخ گل اگر سبز و کبھی سونے لگا
 اتنے پتے بھی نہ ہو ننگے گلشن فردوس میں
 تشنگان شوق میں شیریں لب کے سیان
 قطرے غنیم کے گلاب پر دکھاتے ہیں بہار
 کہہ رہی ہے یہ صنوبر کا متون سے فاختہ
 اتنے آتے بے تکاب بخاے بچکا نور کا
 نخل گل ہے ہر تاشائی لب ہے فیض بہار
 سوچے کی نسیم صبح میں تاشیر ہے
 ایل ایس بے برگی سے افسردہ نہو
 دودھوگی کھفتیں مٹ جائیں کی سبکدوشین

میں اگر انگڑائیاں سیوڑ قیصر باغ میں
 وجد میں ہے سایہ دیدار قیصر باغ میں
 سب کا ہو جائے نگار ہزار قیصر باغ میں
 بلبلیں کہو میں اگر منتظر قیصر باغ میں
 شہر پیل نے کیا بیدار قیصر باغ میں
 جس تھر بھولوں کے میں انبار قیصر باغ میں
 مٹ رہا ہے شربت دیدار قیصر باغ میں
 گنڈ بے ہن مرتبہ کے ہا قیصر باغ میں
 آؤ بھی ہیر علیہ دار قیصر باغ میں
 کھینچے گا آؤ تشدد قیصر باغ میں
 پھول جھڑتے ہیں دم تختہ قیصر باغ میں
 بے صبوحی سے ہیں بشیار قیصر باغ میں
 لائے گا گل تنہا دار قیصر باغ میں
 لالہ ہے بیدار گل پنجا قیصر باغ میں

سایہ اہل ہا کیا دھونڈتا ہے اے امیر
 میٹھو ز سایہ دیدار قیصر باغ میں

داغ لے بہار جیسے جاوے دن میں میں
 تار نور کرے تو سمجھ تو جھکر کرے
 شیخ حرم سے بلکے ہوا سخت انتشار
 سینوں میں عاشقوں کے کہان عاشقوں کے دل
 اک ٹر سیٹے سیٹے رنور کو ہو گئی

—

اس رنگ دبو کو چول ہی تھکے میں میں میں
 میں سے کوئی کہوے کہ ہم بھی چمن میں میں میں
 کتنے ذلیل رسم نگہ بر میں میں میں
 کچھ زلف میں میں کچھ تری چاہو تو میں میں میں
 کیا جلنے کتنے چاک مرے پر میں میں میں

یاد آئیں کیوں قفس میں زنجش کے مصفیہ تھوڑا سا لطف اور بھی اسے چھڑا جنوں آئے ہیں سب سٹ کے تری سید گاہ میں ہوں آبدیدہ درو کی باتیں نہیں کے آپ	غربت میں ہم ہیں بار بار سے وطن میں ہیں دو چار تار اور ابھی سپر ہیں ہیں ہیں اب کہہ پڑیں کباب و آہو خشن میں ہیں پہلو ہزار طرے کے اپنے مسکن میں ہیں
---	---

پیاسی ہیں آبِ خنجر قاتل کی دیہ سے
جتنی رنگین اسیر ہمارے بدن میں ہیں

عزیز جا بیا تھی دم کے میں ہر جھوٹ جاتی ہیں کڑی منزل ہے پیری دانت بھی سبٹ جاتی ہیں اٹھی کیا علاقہ بود جب دیتا ہے انگڑائی اور دل انگشتی ہے جان غمزہ اسے غور خوبی عجب کجاں ہے ساقی محنت جبکہ نکلتا ہے زمانے ہجر میں ہے شہور حال خزانہ پست کا	جیسا تار ٹوٹا سارے رشتہ ٹوٹ جاتے ہیں خدیجہ ساتھ لہروں کی حسین کو چھوٹ جاتے ہیں مرے سینے میں سب خون کو مانگو ٹوٹ جاتے ہیں ترے کشور میں ہوا زحیر ہونا ٹوٹ جاتے ہیں تو سب جام و سہو چا لونی صورت چوٹ جاتے ہیں ملے دنیا کی وہ ہے جس سے بازو ٹوٹ جاتے ہیں
--	---

امیر ناز کی تربت کو چمت سمجھے ہیں کیا گھر کی
یہ ماتم دار اگر جانتاں کیوں کوٹ جاتے ہیں

سنگا کر تہ مجر شہ لب کو یاد کرتے ہیں شہید عشق جی جاتے ہیں جی سے کیا گورے ہیں سحاب خرم ہے ہم ہجر میں جی سے گرتے ہیں سیان آنکھوں میں ہم ہے اب کوئی ساعت میں کوئی زلزلہ ذرہ و غور شہید سے آئینہ صفا ہے ہمارے زخم ہزار اور اسے جراح کیا جا نہیں وہ ہے بیدار دل جو عمر ہر مردہ نہ جان انگو	وہ ساحل کو بھی دیکر ساتھ دیا میں اُٹھتے ہیں خدا یہوت سے سبکو ہم اس مٹنے پر مرتے ہیں پیشے جی تو رخصت شمع سے ہو ہو کے مرتے ہیں قصا کہتی ہو جلدی کیا ہو آئینے سنو تے ہیں اگر سپر بھی جب دیکھا وہ پردہ میں سوئے تے ہیں اگر بھرتے ہیں تو دم خنجر قاتل کا بھرتے ہیں بڑا بدلت دن جاگے خواب آنام کرتے ہیں
---	---

دل پتا زندہ کتاب ہے چکر خضر سے پر چو
 پر کن ان سے بس کا کبھی دیکھا نہیں مہا
 خزان غافل نہیں ہے اسی خزان میں تم سے
 کسے ہے ہوش فصل گل میں خستہ زندہ لے کا
 نہیں ملتی ہے قینچی بھر چری بھرتی بڑھ گھوٹیں ہر
 نقابت اس قدر ہے نامہ زمین اور زمین میں
 نہ مٹی چاکر آب دم شمشیر تامل کی
 نئے گل چولتے ہیں اپنی آواز سرد سے ہر دم
 بیان خطا کے بکو دفن بھی احباب کر آئے
 شمشیر گل میں ہم بھی تم اگر باد بہاری ہو
 خضر کو آواز دے پھر تاپے کیا جھون جلابان میں
 غضب ہو سانا غصے میں آن خوش آواز نکھون کا
 کہان انگو خیرازی کہان یہ یکیش بندھی

سینے تلخیم آسید کے کس گھاٹ اترتے ہیں
 چھری دیتے ہیں جسکو پیٹا سکی پر کرتے ہیں
 نہیں اترتے ہیں چے یوسی پر بے گزرتے ہیں
 بدن سے مثل گل چکر بیان کیڑا اترتے ہیں
 پریل نہیں صیاد بزرگ گل کرتے ہیں
 کہ وہ کچھ دل میں لڑ رہے ہیں یک گزرتے ہیں
 کرانیانی ہے دو گھوٹا سکا گل کرتے ہیں
 جگر کے داغ کی جوت بن جسک اُتھرتے ہیں
 وہاں حمام سے فرست نہیں بانگ نکھرتے ہیں
 جدھر چلتے ہو چلتے ہیں جہاں خبر و غمہرتے ہیں
 اور مرتے کہ ہم نے یہ طریقے خوب برتے ہیں
 غم کا شیر کرتے ہیں جو یہ آہو جھرتے ہیں
 پہنچ رہے ہیں وہاں جو قسمت میں اترتے ہیں

بزرگ طائر تصویر میں گزرا کہان ممکن
 ہم اپنے آشیانے سے زمین میں کب اترتے ہیں

چکر کر مرغ بس کی طرح عاشق جو مرتے ہیں
 نکھرتے ہیں وہ جس راہ سے چھین کرتے ہیں
 ہونہار کے چیرا میں دم ضبط سے بولا
 کیا کہ میں نے ہر غمیرت ان کا مثل میں
 میں اس خوبی چھوٹے ہیں کہ مجھ پر ہم میں پوچھا
 تسلی خاک ہو عدون سے آگے چو زمین ظالم

یہ مثل میں عروس تیغ کے صاف اترتے ہیں
 ہزاروں چنگیان میں ہیں میں گزرتے ہیں
 سلامت میقاری ہم کہیں غم نکھرتے ہیں
 اہل شرانگی بھی کہ مجھ کو پار کرتے ہیں
 یہ بے توفیق ہیں مجھ پر کچھ کہہ کرے ہیں
 اشاروں سے کہتی ہیں کہ دیکھو اب گزرتے ہیں

ہمدی جان تم ہو وہ ہمدی جان کا دشمن
میں کہتا ہوں نہیں نے دل لیا میرا تو کہتے ہیں
حسینوں کی قتل ہے سب محبوب ہونے کا
بڑے رستم میں تیرے چشم دابو دیکھنے والے
جن کے چاہنے والوں میں بھی جو شان محبوبی
نہ رہا جائے قاتل کہ نہ رگ جائے کہیں خنجر
خیر ہم سخت جانوں کی وہ شکر طنر سے بے
سلیمان ہو گیا چشم دگبوس نے بنایا ہے
ہمیں بیتا بیان خط یار کو لکھتے نہیں دین
خواب اُن کا غضب ہی بات پر آتا ہے جو سینے پر
خشب صلت بھی یہ عالم ہے میری میزدادی کا
کبھی بد نظر گر عاشقوں کا قتل ہو سکے
ہر گنہ گار چلنے سے میں پندوست و پا چلنے
جی ہی میں یا کیا ان محبت رشک سے دیکھو

تبار سے دوست میں ہم اگلے دشمن ہو کر تے ہیں
کہاں بان لے دیا اچھا کیا ہم کب بکرتے ہیں
جو چڑھ جاتے ہیں نظروں فریبی دلیں اتنے ہیں
نہ خنجر سے جھپکے ہیں وہ قاتل سے ڈرتے ہیں
قتل مارتی ہے من پر جواہر ان کی مر تے ہیں
لکھا بہ حسرت لکھیں ہم اُن سے تیرے ڈرتے ہیں
کوئی مرنے کی حد بھی نہیں مکتے ہیں مرنے ہیں
ہمارے گھر میں شب بھر سخت پر ہیں کے اُتتے ہیں
ہم سے جی اُٹتے ہیں تو دل پر ماتہ دھرتے ہیں
لکھی آہ سے منہ سے مار ڈالا ہائے مرنے ہیں
تو چاہتے ہیں وہ دل پر جو ہے ہاتھ دگتے ہیں
ہمیں بھی یاد رکھتا ہم بھی نکو پیار کرتے ہیں
شعبہ عالم ہے سارا خاندان جب ہم شہر تے ہیں
جو نکو پیار کرتے ہیں ہم انکو پیار کرتے ہیں

امیر اس جان کے دشمن سے نکو دشمن لگتا
دھرتے سے تر کے منہ چکتے ہو کہ مرنے ہیں

ہمدی قہر کے گئے بھی اب ہم سو ہر تے ہیں
جہاں یہ نکلے کمرے جا کا منزل پر اُترتے ہیں
مرے تو اب ہونے بدان صد اُترتے ہیں
وہی پر ہے میں ہمدی نکو گز سے سنو تے ہیں
ہوئے پیار تو ہم اور پر ہیست آپ کرتے ہیں

دیا یا شہرے ہو تو یہ بھی نکل کر تے ہیں
صدم کے جانیہے راستے میں کب شہر تو ہیں
پھر ان میں گرد تو وہ ڈر کے کچھ خیرات کر تو ہیں
محب پر وہ ہے پر وہ شہریم حصوں کا بہ آخر
میں بھی بخشی سے پہلو تہی طرف تماشا ہے

خیال بادلوں میں جو باد چشم ساقی ہے
 لڑی میں لگی آنکھیں آنے میں خطا غرض سے
 مرا خطا چھینک کر قاصد کے منہ پر طعنے سے پوئے
 چہ سے بن ابرودن بریل کیوں نہ نظر کیا ہے
 تسلی دل کو ہم دیتے ہیں کیف چشم ساقی سے
 مدد ہے آہِ بخیر دم کرانِ تشنہ کا سون پر
 نہ ہوس گل کا ہوس ہے نہ آہ اسکے برابر ہے
 چلے ہی جاتے ہیں پیکِ نفس اک عمر گزری ہے
 میں کسی دیو کا طالب ہوں کس کو س کا خزان
 نہ آتا مکتب کا خوف ہے بلکہ نہ قاضی کا
 امضیہ کا مال تھا اچھا کیا دل سے یا میرا
 بھر ہے مسرتوں سے دل کہاں دلفریگ گنجائش
 سستی کی پہچانے میں جا بجا ہونہ سرب کی
 ابھی اسے جان تو نے مرنے والوں کو نہیں دیکھا
 یہ اپنے داغ ہیں دن رات جن کا ایک ظلم ہے
 وہ سر سے پاؤں تک تصویر میں مہیا خستہ ہیں کی
 دیرِ آتش آئینہ جو دیکھا ناز سے بوئے
 قیامت وہ تہنبا کی کا عالم نوح پر صدر
 جو کہدیتی ہے مشائخ آئینہ تنگ آ کے مشاہد
 خیال آ آ بڑی میری جانی خواب غمی گویا
 کیا ہو نام کیا استاد کا روشن خدا رکھے

حرم میں بیٹھے بیٹھے سیکے کی سیر کرتے ہیں
 غلامانِ حرم فردوس کے بہنریں جس تہ ہیں
 غلامِ صدار سے اس جلا کا یہ ہے کمر تہ ہیں
 یہ دہرے دہرے خجراپ کبھر تیز کرتے ہیں
 خراب جن لیکر عشق کے ساغر میں بہرتے ہیں
 نہ لگی پیاس مرنی جو نہ پیاس ہی مرنے ہیں
 میں دونوں ایک ہی کو کچھ ذرا چڑھتا کرتے ہیں
 نہ منزل ہے کہیں لگی نہ دستے میں ٹھہرتے ہیں
 یہ کسی صبر میں ہیں آپ جن کا خون کرتے ہیں
 کہیں تو یہ پہچانے میں آؤ اس سے ڈرتے ہیں
 کوئی چھینے نہیں لیتا ہوا کسی کون کرتے ہیں
 یہ سب ادا میں جو داغ ہیں جلا بھرتے ہیں
 شکستِ توبہ کی آواز ہر دم وجہ کرتے ہیں
 جیسے ہم تو دکھا دیں گوگرد کچھ اس طرح کرتے ہیں
 ستارے ڈوبتے ہیں دکھو راؤ نکو ابھرتے ہیں
 سونے سے بگڑتے ہیں گزنی سو سونے ہیں
 آؤ سر یہ کون میری لوگ چھینے سندر تہ ہیں
 ہمارے دن لمحہ میں دیکھیے کیونکر گزرتے ہیں
 ادا میں ہوا غمی میں کہ دیکھو یوں سونے تہ ہیں
 ایک چھپ چھپکتی ہے یہ دن بیل گزرتے ہیں
 امیر شاہزادوں پر چلے غم فرکتے ہیں

جانباً ساجھو عشق سے جو پاؤں تے بن
 لگانے میں جو تھمتے کو درد مرے زین
 تصور میں آکر رنگ رخ نیزنگ کرتے ہیں
 بوالہرم جب نہیں تم کو برا کہتے
 نہیں ہے دیر سے طور شید کی وہ گرم بازاری
 پسند آیا نہیں بلکہ سیکھا شکر کیا کم ہے
 مرے سینے پہ مقامیں تیرا قدم ہے اویٹ
 شب غم میں ہے جیسے برا جو سخت جانی کا
 جواب عناصر میں دیتی میں کون کی صنعت میری میں
 جن کی سیر جی چھوٹی تو پھر جیسے کیا حاصل
 چلے ابویاری ایک ذرا آہستہ آہستہ
 لہا سو جانفرا خط کا رنگ مس تھر کی آنکھیں
 تصور میں بھی تیرے چوں تو آتا ہے رنگ نکا
 قیام اس بھر طوفان خیز دنیا میں کہاں ہوم
 جھپک جاتے ہیں دھماکے اپنے نور شبنم
 دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے
 بہت سنبل عین میں آج بیج واپ کھاتا ہے

کر جاتے ہیں پلے سرے چھو پاؤں دھرتی میں
 ستم دیکھو وہ اپنی چوٹوں کی آپ دہکتے ہیں
 کہ تصویر خیالی میں تری ہم رنگ بھر تے ہیں
 ہر میں ہی کا گھر بھرتے ہو جیسے تے آتے ہیں
 ہوا ہے دھوپ کا آئندہ شاید وہ گھر تے ہیں
 کہ شکوہ یکے بیٹھوں آپل ایک رنگ تے ہیں
 کہ جتنے دل میں چکان عجب میں ملے تے ہیں
 نہ آئی موت اس غیرت کو اسے ہم تو مرتے ہیں
 جوانی کی تو ہم ان سے نہیں درخواست کرتے ہیں
 کھلا کاٹن مرا میا بد نام حق کرتے ہیں
 کہ وہ مجھ سے آجھتو میں جوابل اُنکے بکھر تے ہیں
 سچ دھنر و عروا ایل تیون تم پر مرتے ہیں
 بلا میں خواب میں بھی لون تو ان کے بکھر تے ہیں
 حباب سا شہر تے میں تو کوئی دم ٹھہر تے ہیں
 اندھیری رات میں زلفوں کو بھرنے سے ڈرتے ہیں
 جو مرتے ہیں وہ جیسے میں جو میرے ہیں وہ مرتے ہیں
 کسی محبوب کے شاید کہیں گیسو سورا تے ہیں

امیر اہل ہر لشکر ہن ہے تیرا منت کا
 شکار انداز چلے مرنا کے شہر کتر تے ہیں

کرنا ہوں میں شب بھر درد و دیوار سے باتیں
 بیارنے کین ماز کی بیار سے باتیں

بنت یسے کہاں میں جو گردن مار سے باتیں
 کیا بھین ہم اس آنگ کا ایسا سو رنگس

جس دن جوین اُس آئندہ خسار سے باتین
دو چار سے گھماتیں ہیں تو دو چار سے باتین
مباد نہ کر مرغ گرفتار سے باتین

اقبال سکندر سے مرے لڑ گئے طالع
ٹھیک اُنکے نہ وعدہ ہی بیش ٹھیک انگلی وارث
ڈرتا ہے یہ خوشی ابھی آواز سے تیری

کیا دھیان امیر آیا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے
جھک جھک کے جو ہم کرنے لگے پیادہ ہیں

قتون نے قدم چوم لیے مغوش ہا میں
اک شاخ تغافل کی لگا دی ہے جہا میں
شرفی بھی چھپی ہنسی ہے پہلو سے حیا میں
ہما شیر کھلی جاتی ہے ہنس نم سے دعا میں
لمبا بے زول میں کے کیسین رنگ حیا میں
آج آگ لگا دوں گی میں دامن حیا میں
کچھ میری تعنا میں گئے پھر تیری ادا میں
میں جاے کہیں آج نہ خوشی و حیا میں
ہم سے نہ رہا جاے گا اس تنگ قبا میں
نکلی ہے تعنا چھپ کے حسینوں کی ادا میں
وہ پیر ہے جو نہیں درگا و خدا میں
کیا حردن کے جبرٹ ہیں یزید شہدا میں
ہم ساتھیوں کے روئے کو اترو گئے سرا میں
پہر اترا شاگرد ہوی میں جو رو جفا میں
لے لیتی ہے چکی دہن پہلو سے حیا میں
تاثیر میں گئیں سب ترے دشمن کی دعا میں

شرفی تھی قیامت تری بہت ادا میں
چھوڑا ہے لنگوڑیہ نیا ناز و ادا میں
سندھائی ہوئی چوڑن پر اسکی نہ جاتا
یار محبت نے کبھی ٹس نہ لگایا
اس ڈر سے وہ پال نہیں کرتے ہیں جھکو
کہتی ہے شب وصال یہ چوڑن کی شرارت
جو ہر چ تغافل کے ازل میں ہوئے نصیم
دل ایک خریدار ہیں دو خیر ہو یارب
کہتا ہے جوانی میں یہ اُس شوخ کا جو بن
شکل ہے سہا کو بھی اب جان بچانا
کس طرح ہونا مجھے جھنڈا ہر اپنے
آنے کا کیر میں کو رستہ نہیں ملتا
اجاب کے نام میں گئی عسر ہمارے
عکس آئے ہیں اُن سے یہ کہتا ہے کاوش شوخ
خراٹے ہیں جب وصل میں وہ مجھ سے خوشی
انگلی جو دعا میں نے نہ عرض سے آئی

کیونکہ شامیر اس سے کرونا زہریں روھیں
ہولون کی بے گناہی گھمبیر کی ہوا میں

<p>لے اہل مہر کراہتا کہ پشیمان ہولون پیلے داغ سے فرادے اگر بیان ہولون مرنے مرنے سے ہاتھوں چہین قرآن ہولون روضت احباب سوائے شوقی بلبلان ہولون ہمسفران میں فرادہ کو غمناک سماں ہولون لب خندان نے کہا میں ہمک افشان ہولون خاک میں خون میں جی کھل کو غلطان ہولون</p>	<p>قابل غمومین آلودہ عصیان ہولون پھر دہی میں ہوں وہی جا سوری خوشین پھر کے پتلی نے دم نزع کہا قاتل سے آنے دیگی مجھے پھر کا بیکو جفت ہوشہر بھی بھل نہ گلستان سے چھنا کر صیاد مرحوم زخم جولائی وہ زبان شہرین نہج کر کے مجھے چھوڑے دم بھر قاتل</p>
--	--

قدر راحت کی پس رنج ہے دنیا میں اکیر
تب چلون بنا کو جب قیدی زندان ہولون

<p>دل تو ہی کچھ تباہ سے کہ دلبر سے کیا کہیں آپس کی چیمڑ داویر مشہ سے کیا کہیں گدگد بکارتی ہے کہ نشتر سے کیا کہیں محشر میں جا کے شاخے محشر سے کیا کہیں ساقی نہ نہ لگائے تو ساغر سے کیا کہیں آئینے اپنا حال سکندر سے کیا کہیں گدگد میں بھی ہم اگر تو مقدر سے کیا کہیں سو کئی زبان و کماے تو خیر سے کیا کہیں خدا عزوجل دل منہ سے کیا کہیں وہ بے خطا ہے زلف معین سے کیا کہیں</p>	<p>باغ تڑپ کا شوخ سنگر سے کیا کہیں آس بے گئے جو خانی اکبر سے کیا کہیں غم نے ترے بڑھایا سر سے پاؤں تک غرم آتی ہے گناہوں سے اور پودہ پودہ خلق خالی ہی جب نہ دے تو گلہ آسان سے کیا واقعہ دنوں کے بید سے ہے آفریدگار بگڑا ہوا وہ آپ ہے اس کا قصور کیا سارے جان میں اب تو ہو پودہ بید جنین شہر اسے روز مشہر چہ درختار کا دل ہیچ دنا بے رہ ہے تو شکر کی پیچ سے</p>
--	--

لہا نہیں مکان سے تالا مکان پستا
 کہنے کی بات ہو کسی سے کچھ کوئی
 کہہ نہیں سنے تو کہیں اس سے درو دل
 قسمت سے سنا کبھی ہوتا بھی ہے اگر

ہم کیا ہوے نخل کے ترو گھر سے کیا کہیں
 دل تم نے یلیا ہے یہ دلبر سے کیا کہیں
 کہے میں ایٹھ جوئے سے پتھر سے کیا کہیں
 بہر وہی ہی سوچنے میں کہ دلبر سے کیا کہیں

پیاسے شراب وصل کے میں ہوتا ہے اکبر
 شرم آتی ہے کہ ساتی کوڑھ سے کیا کہیں

محبت کے جو داغ ڈالے تھے ہیں
 یہ بک سب مرے دیکھے بھالے ہیں
 خوشامد جو کی میں نے جوہن کی بولا
 نہ کر بے نیازی سے تو خون اران
 کبھی خون سوداؤں کا گرا تھا
 ہر کب میں غصے میں آنکھیں تھلائی
 پا کا بلا نوش ہے دل بسلا
 زہاد قضا کے حوالے ہے اور ہم
 تون کا قصور جو انکو نہیں ہے
 گاتے ہیں کیا بھلیاں بھر کو سسکی
 یوہن تو ڈیوالے کے اتھ تو نہیں
 پیستے ہیں چوٹی میں اور اس پر ہی نے
 جو آتا ہے تو نزاع میں جسداؤ
 نہ مٹی کو چر گردی نہ مسداؤ
 پیاسے کہان وصال کے سیکڑے میں

بھر کر وہی دل میں چھالو جوئے ہیں
 تصور کے ساغور میں ڈالو جوئے ہیں
 اسے یا رجم بھی نکالے ہوئے ہیں
 کہ سب حیرے ناز و نکو پالو جوئے ہیں
 پھل کر وہی قطرے لالو جوئے ہیں
 یہ وہ شیراز نکسین نکالے ہوئے ہیں
 غم دو جہان و دو فوالے ہوئے ہیں
 تمہاری ادا کے حوالے ہوئے ہیں
 تو ثبت کیوں یہ اندہ والی ہوئے ہیں
 ترپ کر وہ تڑپنے والی ہوئے ہیں
 بیت دل شکستہ پیالی ہوئے ہیں
 جو کالے خواب کوڑیا ل ہوئے ہیں
 سب خالے ابھی کچھ سنبھالی ہوئے ہیں
 یہ رستے ہمارے نکالی ہوئے ہیں
 کہن دست ساتی چالو ہوئے ہیں

یہ لپٹے ہیں گیسو کو اسے بت کہنیا
یعنی ہے وہیں بٹلے کیا تیغ نفل
کر میں تری ہاتھ ڈالے ہوئے ہیں
عروں اس کے یہ چالے ہوئے ہیں

امیر ایسے روئے ہیں ہم سیکرے میں
ہوئے بلال پیرا کے ہوئے ہیں

ستارے سرے دیکھے بھالے ہیں
وہ سے خرو بھی میں جاو کے پٹلے
یہ بگڑا کتا ہے جو سے کہ کب دو
یہ تو آڑ میں کس کے گلے پر طین گی
یہ صنف اور صنف مڑھون میں کیونکر
یہ صنف سے ہم اور اس صنفان پر
یہ صنف سے ہم دم گشت رہا ہے
یہ چٹ کر تہ میں شیردن چہ دیکھو
عجب بخودی صحبت وصل میں ہے
یہ میں میں یہ بھون کے کیا گل کھلایا
یہی یہ کس کے ہو کے ہیں پیا سے
کوئی یہ کھلی میں ہے ناگن کر یارب
سنا ہے جو ہے اب دھض جنون کو
جگر دل کو دل روکا ہے جگر کو
یہین شجہ جی بدھ رک دن میں دانی
یہنا میں عجب من ہے گیسو دن کا

یہ بگڑا کتا چھالو ہوئے ہیں
کہ جب میں آڑ میں بھالے ہوئے ہیں
آٹھے درو ہم دل بھنڈا ہوئے ہیں
کہ دل تیرو یوں پر وہ ڈالے ہوئے ہیں
یہ خند و رون سنہالے ہوئے ہیں
آٹھے ہم خوش نالے ہوئے ہیں
گردل ہما بانک بھنڈا ہوئے ہیں
میں میں آنکھیں بچا تے ہوئے ہیں
وہ ہم کو ہم ان کو بھنڈا ہوئے ہیں
کہ طیل کو جیسے کے ہالے ہوئے ہیں
کہ خضر زبائن کھالے ہوئے ہیں
وہ گلے کا سوا بان ڈالے ہوئے ہیں
تو چھالے سے سنا چھالے ہوئے ہیں
یہ سلی کو بس بھنڈا ہوئے ہیں
یہ سب جام سے سے کھٹکا ہوئے ہیں
پری آڑ کے پر وہا کالے ہوئے ہیں

امیر ان سے کیا کیا لپٹے ہیں شب بھر

رفاعت میں کیا دشمن کے ہوسے ہیں

ہزار چلن تکا تین گھرمین وہ کیا جنگے بیٹھے ہیں
 دشمنیں وہ جمع اغیار میں کیا جنگے بیٹھے ہیں
 عجیب برسات ہو کیا کائناتے گھر جنگے بیٹھے ہیں
 تاکر خاک میں بھی اُسے خرم اُن کی نہیں جاتی
 ہمارے دوست کے پہلو میں جب بیٹھا ہو بگر
 نہ وہ جس کوئی ہو گئی ہے خود غنائی سے
 بگاڑا جنگے ہزاروں گھر بناوٹ کی داؤن سے
 وہ ہر مال دیکر کیا مرے دشمن کو دے دینگے
 کیسے تو نے تاک چوٹ آئی میرے ہی دل پر
 اُٹا یہ جاتے ہیں عاشق کے دلوں سبز زہری سے
 جنگو و حقوق ہی پردہ دور ہے کچھ نہیں ٹھکتا
 تری دھن میں جو آیا آفتاب حشر بھی سر پر
 علاقہ میرے دشمن سے نہیں جانا نہیں جانا
 یہ کہتے آئے غانے سے اُٹھ جاتے وہ گھبرا کر
 رہے ہیں دھل میں کیا کیا نیارو تاز کے جھگڑے
 دکھاتے ہیں دم کی ماہ اُن کے مرد دم دیدہ
 بگڑ کر جب دھاتے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں کو
 ترسے ہی قدر وہ ان کاٹے ہیں صحرا و محبت کے
 ترسے درد دوسرے پر غم نہیں نف ہر بازو نکلا
 چھڑا جان کا فخل ہے کائناتوں سے علاقے کے

ہزاروں سرکنت مشاق اک چتون کے بیٹھے ہیں
 وہاں دشمن ہی سب اُٹھتی ہوئی جنگے بیٹھے ہیں
 کہیں جادو ان کو فراوی کہیں سلون کو بیٹھے ہیں
 لگ کر بھی کیسے وہ سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں
 تو خنجر کی تل پہلو میں ہم دشمن کے بیٹھے ہیں
 ابھرا پاس ہے جو بن اور جب وہ تنگے بیٹھے ہیں
 بنا لیں گے بہت کچھ تاج و پھر جنگے بیٹھے ہیں
 مراد دل لیکے کیوں پہلو میں دشمن کی بیٹھے ہیں
 نشانے ہی چپب ناؤگ تری چون کر بیٹھے ہیں
 غصہ کے دو اُچکے عیس میں جو جنگے بیٹھے ہیں
 کہ چلن کے اور حرا و اور چلن کو بیٹھے ہیں
 تو ہم سمجھے کہ ساؤ میں تری دامن کو بیٹھے ہیں
 نہیں دشمن تو اب وہ لوگ میں دشمن کی بیٹھے ہیں
 یہاں سب اُٹھنے والے مرد و جو جنگے بیٹھے ہیں
 کبھی ہم دھڑک اُٹھے کبھی دامن کی بیٹھے ہیں
 حقیقت میں میں ہر جہیں میں ہر کو بیٹھے ہیں
 ہزاروں فتنہ اُٹھے ہیں جہاں وہ جنگے بیٹھے ہیں
 کہیں گا بک گریبان کو کہیں دامن کو بیٹھے ہیں
 یہ چلپیں بھول چنے کو تر و نگشت کے بیٹھے ہیں
 یہاں سب کھینچنے والے مرد و دامن کے بیٹھے ہیں

کہیں اٹھ کرے جسے اُن جو جنوں پر نہ تھی سجدتی

کہ دو مالی پر دو غنچے لیے سوس کے بیٹھے ہیں

امیر آتی ہے نگہ کو ظہر اس محفل میں کچھ بڑھتے
اگر میں ناقص ہوں و کمال یہاں ہر فن کو بیٹھے ہیں

دو دل کی تاک میں جیہ شوق کو بن دشمن کو بیٹھو زمین
اُدھر ہو عکس اُدھر وہ دونوں ہائے نگہ بیٹھے ہیں
یا آہ چشم جتنے کمر لکھن میں بن کے بیٹھے ہیں
وہ آواز سو نہ سونے پر ہم آواز وہ ہیں مرنے پر
عداوت ہم سے کیجاتی ہے پرے میں عیش کے
اُذیت سے نہیں غالی کوئی فعل اپنا فرقت میں
یہ کیا یہ وہ فرمایش ہے اس سوا کو دل نلوان
اشارہ کر کے آئینے کی جانب کہتے ہیں مجھ سے
جو میرا دل دکھانا ہے مرے پہلو میں بیٹھیں
وہ کہتے ہیں اُدھر عاشق اُدھر عاشق کو ہر جاؤں
پڑی ہے ہاتھ تری بھی تو رونا بھگوان یا ہے
وہی انصاف سے کہدیں کہ ہے کسی جگہ اچھی
بملا ہے پردہ کوئی جلوہ اس کا دیکھ سکتا ہے
وہ آئینے میں پیاری محفل اپنی دیکھ کر بوے
دل آغازہ مضامین عمر کے مہر و مزے کو نہ کر
وہ رخ غار تگر جان ہے تو خطا سبز پھر کیسا
لگے جیسا شاہد انخسین کا دل دہتا ہے
نخال رنگہ جو غیرت ہو کاسے قاتل ہے ارما

تو سوغزوں سے دلہر حراس چون کو بیٹھو زمین
غضب جو بن ہو دو دو گز فوٹا ہٹکے بیٹھے ہیں
وہ سا ہی ہے غلام حری جو کنگے بیٹھے ہیں
اُدھر وہ ہٹکے بیٹھے ہیں کہ ہر فن کو بیٹھے ہیں
اتھا کر بھگو خود وہ مسافر دشمن کے بیٹھے ہیں
اسٹھے ہیں وہ بنگہ نقوش صرعت بنگہ بیٹھے ہیں
بھلا یہ وہ نشین باہر کہیں حلیں کے بیٹھے ہیں
وہ دیکھو دیکھنے والے مرے جو بن کے بیٹھے ہیں
انگ پر ٹھیکو کیوں پہلو میں دشمن کے بیٹھے ہیں
وہ طرف کھینچنے والے مرے دامن کے بیٹھے ہیں
تری محفل میں ہم تصویر حسرت ہٹکے بیٹھے ہیں
بغل میں انکی ہم پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
یہ کیا کم ہے کہ ہم نزدیک اس حلیں کے بیٹھے ہیں
کہ یہ ہیں کون میرے گھر میں جو بن کے بیٹھے ہیں
جوانی کے وہ کنگے نقوش پچھن کے بیٹھے ہیں
تراشا ہے کہ خضر آغوش میں نہر بنگہ بیٹھے ہیں
وہ دھڑک رہا ہے پھر مرے دھن کے بیٹھے ہیں
تو کٹنے کی زب زب ہر جاؤں بن کے بیٹھے ہیں

ہنیں لے اودش یہ آسمان پر جا بجا مارے — پٹنگے کچھ تری شمع مرغ روغن کے بیٹھے ہیں
 یہ کیا بے وقت کی لے حضرت دل کپڑا سو جی
 کر ملی منزل ہے بڑھوں کی جوت آؤ تو یہ لو ہو
 آٹھے ہیں روٹھ کر لاپ پٹ پٹنگے بیٹھے ہیں
 ٹھکاندے ساز منتظر رہنے کے بیٹھے ہیں

امیر احمدی نزل ہے جامع کی بجائے صرع ہے
 بھونکے تھی میں ٹھہرا تھ میں ہے تنگے بیٹھے ہیں

عفت وہ کس کی جان لیتے ہیں
 آزارش میں جان لیتے ہیں
 ناواقی سے ہم سینوں میں
 ندرے ندرے میں دل چڑھن چڑھن
 وصل میں کچھ نہیں نہیں ہی نہیں
 پیر ہوئے ہیں جو شباب کے بعد
 طعنے دیتے ہیں عشق میں بے ہر
 سوز دل ہنس پری سے کہنے کو
 دختہ رز کی جرات آتی ہے
 کس سے پیکے ہیں ظلم پر چھو تو
 ساتھ مستون کے عفت میں ناہمی
 لب لیگون و خطہ ہنر کے مست
 ہر قدم پر پرانگہ نقش قدم
 وصل میں بھی جھپک نہیں جاتی
 کیوں سدا پائہ جان ہوں ٹوٹی
 میکشون کو عس و چستی میں —

دے کے کمنہ میں زبان لیتے ہیں
 خوب آپ متھان لیتے ہیں
 پھاٹ کر دھان پان لیتے ہیں
 باقون باقون میں جان لیتے ہیں
 مانسے ہیں تو مان لیتے ہیں
 تیر دے کر کسان لیتے ہیں
 چنگیان مہربان لیتے ہیں
 شمع سے ہم زبان لیتے ہیں
 نیچے خوب چھان لیتے ہیں
 کس کا نام آسمان لیتے ہیں
 دختہ رز کو کسان لیتے ہیں
 مے میں ہنری بھی چھان لیتے ہیں
 دم ترے ناواقی لیتے ہیں
 پسہ کر مٹہ وہ زبان لیتے ہیں
 سارے عالم کی جان لیتے ہیں
 ہاتھوں ہاتھ آسمان لیتے ہیں

ہم سہ کے لئے نعت میں آمیز
نعت کی زبان لیتے ہیں

وصل میں یوں وہ جان لیتے ہیں	منبط کا اٹھان لیتے ہیں
دل تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پھر	بکے انجان مبان لیتے ہیں
دل بچے کس طرح مہینوں سے	ملکے سب چھین چکان لیتے ہیں
نہیں ملتی یہ تعلق مینا	بچکان مہمبان لیتے ہیں
میری ہر بات پر میں سوسو غل	غیر کی خوب مان لیتے ہیں
ہو کے ہر بات پر سے خانہ خراب	کامکان میں مکان لیتے ہیں
ہاسے کیا دہری کی مین گھاتیں	دم دہ سے مین جان لیتے ہیں
یہ ملاوچ خاک رسی سے	کوکھ دم آسمان لیتے ہیں
نقد دل دیکے ہر شخص سے ہم	کیا انگبلا جوان لیتے ہیں
چھوڑتے ہیں وہ سینے میں بیکان	دل ہی کر کے مبان لیتے ہیں
ہر گھوڑی پر چیز ہے شہید وصل	ہم یہ رخصت کا پان لیتے ہیں
وہیں زخم جو سستے ہیں دور تیغ	کیا مہ سے بے زبان لیتے ہیں
پیر دین دل نہیں جوان کو پسند	کیون غریبوں کی جان لیتے ہیں
چوم کر خط و رخ کو اس گل سے	آنے ہم بھول پان لیتے ہیں
مردم دیدہ پہلے گرد نظر	سات پردوں میں چھان لیتے ہیں
تب مزہ دیکھ ببال کا تیری	دور سے میری جان لیتے ہیں

ہم کردل مرا بک کہ آمیز

ہم تو ایسا جوان لیتے ہیں

اچھے اچھے ہائے ہم آپ میں آئے بھی نہیں

اچھے اچھے زلف نگھاتے بھی نہیں

اور یہ غصہ کہ میں روٹا تو مناتے بھی نہیں
 دل ہو جاتے بھی نہیں آنکھوں میں آنسو بھی نہیں
 ہاتھ اٹھاتے بھی نہیں ہاتھ لگاتے بھی نہیں
 روز کے روٹنے والے کو مناتے بھی نہیں
 چوٹ کھاتے تھی چوٹ لگاتے بھی نہیں
 بیٹھ جاتے تو مردت ہو اٹھاتے بھی نہیں
 جاؤ اب پردے میں ہم ٹھکراتے بھی نہیں
 شرم کی بات ہو تم ان کو دباتے بھی نہیں
 منہ سے نکال رہی ہے آنکھ لگاتے بھی نہیں
 تم کمرے دیکھتے ہو اور بتاتے بھی نہیں
 ایسے دیوانہ کو تو وہ دھیان میں لاتے بھی نہیں
 محکوم و ناتواں ہی ہے کہ رلاتے بھی نہیں
 اب موت ہوئی ہم ٹھکراتے بھی نہیں
 بال پر لٹ بھی ہو دام لگاتے بھی نہیں
 ماوس اس ڈر کے بھاڑیو دھاتے بھی نہیں
 اپنے سہان کو دو گھوٹ پلاتے بھی نہیں
 کپڑے دوس سے جو لوٹیں سلاتے بھی نہیں

بنت بنے بیٹھے ہیں کچھ بات بتاتے بھی نہیں
 کچھ دنا کچھ ہے حیا جان ہے کس شکل میں
 بھجان کر کے مجھے سر پہ کمرے میں پھینکے
 روٹنا اور ڈکا شہر ہے تو یہ سن رکھیے
 آگے آئینے کے بیٹھے ہیں بھکائے آنکھیں
 اپنے پہلو میں بٹھاتے نہیں عاشق کو اگر
 آن بھگاہوں سے جوانی میں حیا کہتی رہے
 نگہ ہی پڑتے ہیں محرم سے اچھلے دیکھو
 جی و حرم کا ہے جو کوری نہ ہو دل کی ثابت
 ہر سبب شرم میں چوڑے تو وہ مجھ سے ہلے
 سچ میں جو رہی سبلی دشیرین کیسی
 شرم ہی دین دیکھو کے رونا نہ کریں جہر دہی
 آکے تربت چہری کہتے ہیں لیاٹھ بیٹھو
 پیر دو دل جو نہیں دیتے ہو بوسہ کب
 ناز کہتا ہے کہ جان انکی ہو تم ہی نہ اٹھے
 زائد حق تو یہ ہے تم ہو جسے بے وفائی
 جب سے عاشق کے ہوتے چھوٹا کھٹا کھٹا

لعل مرے کا دکھائیں کسے قوت نہیں امیر
 نہیں کہتے وہ تو ہم جان سے جاتے بھی نہیں

بڑھتے بڑھتے دی آفر ہوئی گمراہی میں
 سر پہ آنکھوں میں پریان میں پریدل میں

اے خوشامزم ہوئی انجمن جو سر پر دول میں
 آنکھیں تیری ہیں نظروں میں مری تو دل میں

وازاب ٹٹا لے گا خال تر ابرو دل میں
 خفایا ہے کہ آیا مجھے غش جب آیا
 گرمیاں کر کے رلاتے ہو مجھے یاد رہے
 جوڑ پورا دل صد چاک کا ہوا چاہے
 بزمین ہوش نہیں صبر نہیں تاب نہیں
 کرتی ہے آنکھ تری داغ محبت پیدا
 مژدہ سا بچا ہے غم و دودھ محبت جس سے
 ہو گئے مست مباحی جزوِ نغمہ سے نقاب
 ہے نگہ تیرا اداسیہ جاتیسہ قضا
 ناکو ناز ہے آواز تری چمگل کی
 کرتے ہیں اپنے تصور کے مکان کی زینت
 دل سے جلتی ہوئی آنکھوں نے جو مانگنا پائی
 کھینچ کر سرے کا و نہال دکھائی مجھے آنکھ
 ناز آواز آواز غمزدہ کر شہد شہد
 کہتے ہیں تیرا کمان و دوڑاں میں میری مگر پاس
 اب خدا حافظ و نامہ مرے اراکان کا
 پرگنی جان جہا یا تری افشان کا خیال
 ناکو ناز و آواز کا ترے اندر سے ادب
 کوئی چیز ہے معشوق کو عاشق سے عزیز

جہاں لاکھ ہیں بچانے کو وہ گیسو دل میں
 کوئی پہلو کے بدلے کا بھی پہلو دل میں
 جہاں ٹٹا لینگے یہ جلتے ہوئے آنسو دل میں
 ساتھ خانے کو بھی لے آئیں دو گیسو دل میں
 اٹھ بھی ابرو و دل سکھوں ہے پڑا تو دل میں
 محل گھلاتی ہے تری رنگس جاو دل میں
 پڑھتے ہیں آٹھ پیر موتی سے آنسو دل میں
 رنگس پہل کا آنکھوں میں گیا تو دل میں
 دل ہے پہلو میں مرے تیرے پہلو دل میں
 لے پر ہی جگئے پیکان تری گفتگو دل میں
 دودھ آئینے لیے آئے ہیں آواز دل میں
 ضبطِ الفت نے کہا قید میں آنسو دل میں
 پھر گئی کوکب و دار کی جھڑو دل میں
 لیکے آیا ہے پرچند پر پرو دل میں
 جھوٹی باتیں میں شکرگان جو ابرو دل میں
 پچاسیاں لیتے ہوئے آؤں گیسو دل میں
 سارے آہوں کو شہر جگئے جگنو دل میں
 حشرین جتنی ہیں بیشی ہیں دوزخو دل میں
 مژدہ دل میں ہے گردل میں جہاں دل میں

آنکھ اس آنکھ سے دیکھ نہ مقابل جو امیر
 ہر کمر کی سے آواز ہے جاو دل میں

طرز آیا ہے پہنچنے کا یہ پہلو دل میں
 جھوٹے موتی جو جھپٹتا ہے انہیں تو دل میں
 غمزداس خشن سے کہتا ہے ادا سے اسکی
 کہ ہے ضبط محبت کا کہ ہوا رازہ فاشش
 لاشخنی اس شمع کی آنکھوں کے تصور میں بھی ہے
 تو روزی سے شاہ نشین تک جو ہر ایک چوونکی
 سلسلہ دیکھنے آنکھوں کا یہ سان آ رہا
 عالی مستحق سے عشاق کہیں رہتے ہیں
 سر و گلزار سے فردوس سے طوبیٰ اکثر سے
 عقل خاک نشہ کے جو دھڑپے دستمالے آنکو
 ہو چکا سرست دارین کا تو خون اسے نکال
 نکل لے پاس کہ ہے دل میں ارمان کا جہوم

خیر مانتے ہیں چہری بن کے وہ اہر دل میں
 اور اس غم سے گلے جلتے ہیں اہر دل میں
 یکساں لون میں کلیجے میں تو لے تو دل میں
 آنکے آنکھوں میں پٹ جاتی ہیں آنسو دل میں
 بستے ہیں پیکر میں آ کے یہ اہر دل میں
 آنکھوں میں وہ گل رخسار ہوں تو چشمہ دل میں
 خوب آتی ہے نظر سیر لب جو دل میں
 دھیان خیر ہے جسے یاد نہیں تو دل میں
 ہر جہاں ہے وہ قاسم و مجوز دل میں
 اب تو اتنا سی نہیں صفت کا قلوب دل میں
 کہیں اب کیچے میں چہرہ بن کے اہر دل میں
 اب جگہ خالی نہیں ہے کہ رہے تو دل میں

ایک ایک دن میں خوارہ عجبیم کلا کیس
 آج لگا جاتی جو رہا تھے یہ آنسو دل میں

وہ رستہ دھندلے تر مٹاؤں یہ ممکن ہی نہیں
 رنگ پیری میں جوانی کے ہوں ممکن ہی نہیں
 دیکھیے تکرار میں سے کہ نکر ہو نجات
 جذبہ دل ان سے یہ کہتا ہے کہ اب کیوں آئے
 ہوں تو بچکے گا زابھسا ہوا بوسوں کا حساب
 سادگی میں مرے محبوب کی ہے وہ کہ تباہ
 آں سے مطلب کی کہیں بات تو ہنر کو بولے

بے راتیں ہی قیامت میں نقصان ہی نہیں
 بولنے چلنے کی اب نہ نہیں سن ہی نہیں
 مجرم عشق ہوں میرا کوئی مٹا نہیں ہی نہیں
 تم تو کہتے تھے کہ آنا مرا ممکن ہی نہیں
 ہل سا گر میں تباہ ہوں تجھ تو گن ہی نہیں
 سر سے سستی سے سوہنے لکے بکبان ہی نہیں
 بات وہ کہیے جو ممکن ہو یہ ممکن ہی نہیں

دارغانی میں چٹا اُس کا میں کس سے چچوں
 میرے آغوش میں اُنہی کو جو دُعا نختے میں
 ہمارے کش و مکھڑ دیکھا تو وہ کانسر بولا
 جب کہا میں نے کربِ حم ہے واجب بولے
 اُسے صدمہ چل میں کیا قید کر غمیرے کس دن
 وہ جفا کو ابھی جائیں نہ دُعا کو سمجھیں
 تیجے قاتل ہے کچھ مجھ سے اہلِ مذمتی ہے
 غیر کے پاس سے اٹھ کر جو میں اُن سے پٹا
 اُن سے ہے دل کی دروغا ست جو چاہیں کہیں
 صنعت کا تب قدرت میں رخ و خط دو زبان

— سب میں پر دہی بیان کا کوئی ساکن ہی نہیں
 ناز کی کہتی ہے شیوہ بھی نہ ممکن ہی نہیں
 اچھی مسجد ہے جہان کوئی مؤذن ہی نہیں
 آپ واجب کہیں یا عرض نہ ممکن ہی نہیں
 سب دن اللہ کے ہیں کوئی براؤں ہی نہیں
 بارہویں سال کا آغاز ہے کچھ سن ہی نہیں
 کس کا احسان اُنہاؤں کوئی محسن ہی نہیں
 بولے پر بیان ہی جی آگ کی ہیں ہی نہیں
 غمیرہ کیوں چچ میں بول اُنہا پر حقن ہی نہیں
 دہی اس حق کا خراج ہی ہے باقی ہی نہیں

بے جگر شام ہوئی جاتی ہے جنگل میں ابھیر
 بے کیا پنچھیں گے منتر پکارت پتی نہیں

ردیقت واو

انگشت میں بڑا برسے دھاہو کہ جفا ہو
 ہم تم ہوں شبِ دھسل اکیلے تو مزا ہو
 آئے جو مری لاش پہ وہ طنز سے بولے
 جو اُن سے ادا ہوتی ہے کہتا ہے مراد ل
 بہان چمن آج ہے سیرا گل نازک
 گہرا کے وہ بولے جو شاخِ قیامت
 آئے جو دم نزع کہا نیلے سدناہ
 کیا شوقِ خامِ قد سے قیامت میں حینِ پنجاب

ہر بات میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو
 ہم سے ہو ادب دور حیات سے تجا ہو
 اب میں ہوں خاتم سے کہ تم مجھ سے خفا ہو
 اس پر دے میں اللہ کرے میری قضا ہو
 کہہ دو کہ دبے پاؤں روان باد صبا ہو
 دیکھو مرے عاشق کا بسا زہ نہ اٹھا ہو
 پروین کو تو چاہیبت اب حمد کو چاہو
 کہتا ہوا اب وعدہ دیدار دہشتا ہو

جنگجو کے سزا دین وہ مجھے ہاتھ سے اپنے
 ہر رنگ میں ہے یاد نیا رنگ تیار
 وحشت کو مری ساتھ مرے دفن نہ کرنا
 تو صورت ہوا ہے حبابِ بلِ حیاں زمین
 بنس بنس کے چھری پیر گئے پر مرے تامل
 نیرنگی میں اُن کی یکہتی ہے شب وصل
 رحم اس دل پر داغ پرے اُلفتِ مرگان
 اس دہم سے گندہ موئے میں چوٹی کو وہ جھکے
 اُٹھ جاتے ہیں محل سے جو ہو جاتی ہو گلِ شبنم
 کیا رابطہ ہے سینے سے کچھ تیر تو پیکان
 لایا سونو بدر کا آئینہ منسل میں

ایسی کوئی لے دل جو خطا ہو تو مزا ہو
 بے پردہ جو شوخی ہو تو در پردہ حیا ہو
 گھر خانہ خرابی کا مرے گھر سے جدا ہو
 تیرا ہے قری راہ میں سرخس کا تدا ہو
 آخر کی ٹپ ہے یہ کچھ اس میں تو مزا ہو
 چوٹوں میں شرارت ہو تو آنکھوں میں چہا ہو
 کانٹوں میں نہ کیج اسکو جو پھولوں میں تدا ہو
 مشاطہ کا ہر وہپ نہ عاشق سے بھرا ہو
 ڈرتے ہیں کہ مجھ سے نہ ملی باوِ صب ہو
 ناوک سے جہا ہو مرے دل سے جہا ہو
 اتنا بھی نہ اپنا کوئی اشتااق تھا ہو

کیا اتھ میں درکار امیر انکو ہی منہدی

چھو لین گئی عارض تو وہی رنگِ خا ہو

بولے وہ آئے جو نام مرے سمجھانے کو
 گھر سے ہم نکلے تھے مسجد کی طرف جانیکو
 تو نے گھنٹ کبھی پی ہی نہیں کیا تجھے قدر
 زلفیں اتنی خربڑا ہے دوستِ ناز و عفت
 یہ زبان جتنی ہے نامح کر چھری چلتی ہے
 پٹ گئی عارضِ حسن سے تباری جو نقاب
 خیمِ دولت ہے جہاں آپ ہی آتھو میں لوگ
 چشمِ ساقی کی ادا نے مجھ سے نوش کیا

کون ہو تم نہ سناؤ مرے دیوانے کو
 زندہ بکا کے ہمیں بیگئے بیٹھانے کو
 صفت دیکھ مری آنکھ سے پیمانے کو
 بیڑیاں چاہیے ہلکی حرے دیوانے کو
 قویٰ کرنے مجھے آیا ہے سکہ بھانے کو
 رات بھر شمع سے نفرت دہی بردانے کو
 جرم میں کون طلب کرتا ہے پردانے کو
 دھتِ رزاکے لگا لیگئی بیٹھانے کو

مے کہاں زرق ساقی میں میسر ہم کو
گور میں آئے نیکر میں تو میں یہ سمجھا
شور ہوئی ہے بیان بڑھ کو وہاں سے ناہر
آج کچھ اور بھی نی لون کہ سنا ہے میں نے
باغبان آتہ لگاتا نہیں بھولوں کو ترے
وہ کہاں دن کہہا کر کا تھا دور سا سحر
رات دن خال و خط و زلف کا رہا ہو خیال

رکھ کے ہم سینے پر سو رہتے ہیں جانے کو
نامح و پینچے بیان ہی مرا سر کھالے کو
اپنی سجد سے دلائے مرے سینا نے کو
آئے ہیں حضرت ما غلامے سمجھانے کو
آٹھ دن کبھی دل کے میں بہلا نے کو
آٹھ بھڑاتی ہے اب دیکھ کے پیانے کو
گھیرے رہتی ہیں بلا میں ترے دیوانے کو

جا بجا گل نہیں چھلکے کے دن پر تہ امیر
کیا دیان بھولوں کی میں ہی مرا بہلانے کو

بولے وہ میں نے کہا جی کے جو بہلانے کو
ساقی دختر کا تو بزار خبہ ہے
سوے خرگان یہ نہیں گرد تری آنکھوں کے
چمیز ہر بات میں اچھی نہیں یہ اسے نامح
دل میں حیرا جو قصور ہے تو اسے رشک ہے سی
بے ادب جا کے جو پیشا تو سزا بھی پائی
سے بلانے کو جو ہوتی ہے چیز کی طلب
آگے ترع میں تم راہ سفر کی کھوٹی
جنٹ وار دن کو کر اسے ساقی دوران سپہ جا
خواب لغت میں وہ ہے کون سی منت نہیں
سیری آتش قدی سے نہیں واقف خداو
بھلیان جان پر تو یہ کی گرانے کے لیے

کھلکے گائے نہیں دشمن مرے دیوانے کو
بے وضو میں کبھی چھوٹا نہیں چیلانے کو
غول پروں کے میں گھیرے ہوڑی سنانے کو
چکریان لیے کہا ہے کہ سمجھانے کو
دیکھنے آئی میں پران ترے دیوانے کو
آگ میں بونک ویا خنص نے پردانے کو
زہر مٹھا سا عنایت ہو بھلے کھالے کو
رکھ رہے تم گئے تیار تھے ہم جانے کو
کیا کر دن بیکے میں آئے ہوئے پیانے کو
خواب دل پیئے کو ہے لخت جگر گھائے کو
سکون ڈالے گی یہ زنجیر کے ہر دانے کو
بدلیان گھیرے ہوئے ہیں مری سینانے کو

اب خدا چاہے تو عقل میں انھیں خوب فرسے
 برقِ امین نہ ہوئی ہے مرے تڑپانے کو
 دامنِ تم جسے کچھ ہو سبابتِ رحمت
 لے لڑی ہے یہ عبادِ وحشہ پہ میٹانے کو

یار کو محفلِ خوابان سے اڑا لائے امیر
 پہلے ٹوٹ کے ہم آج بریکھانے کو

مدد کے میں مر با دل کو ہارے رہا کرو
 عرصت یہ اُن سے کبھی ہے اب تم چھپا کرو
 چلتے ہو ساتھ میرے جنازے کو ہے یہ خون
 شونی یہ ہے کہ دیکے دو عاشق کو گالیاں
 و بزمِ تو آگے جانے میں صحرے عشق میں
 جب پرچہ ہوں میں کوئی تیرا وصال کی
 پر دے میں تم ہو اُس پر عالم سے شمس کا
 ہم انگشتے میں ہو سو جھنجھک کے ہر زبان
 بعدِ ٹخنے ہو رکس سے آئینہ دیکھ کر
 لب پر بچھا ہوں اُن سے وہاں درِ عشق کی
 شکل ہے اس سے حضرتِ دل ہوں تو کم ولہ
 کہتے ہیں درمیں تو تہا یا یہ رنگ ہے

تم بادشاہِ امین ہو اسکو ہمارا کرو
 نامِ خدا جو ان ہو سے ہو حیا کرو
 عیاں ہو کد پہ قیامتِ سبب کرو
 کہتے ہیں شاہی مرے حق میں دعا کرو
 یادِ قلم اپنے پانوں سے کانٹے چٹا کرو
 کہتے ہیں مجھ کو اپنے حذا سے دعا کرو
 پردے سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا کرو
 اجا ہے اپنے منہ سے جو چاہو بکا کرو
 اپنی طرف خیال تم اسے ملت کرو
 کہتے ہیں پہلے ہوش کی اپنے دوا کرو
 پہلے تم اپنے رو سے دل آشتا کرو
 تمنا جو بھکو یاؤ تو کیا جانے کیا کرو

لیکھ رہے فسادِ اُفت کی دان گیر

بسترِ میں بھین بھین میں تم کب کرو

سے تیغِ یار کے گلے سے جھکا کرو
 وہ وقت نہیں ہے خفا نہو
 وہ وقت کیا ہے جس سے قیامت بپا نہو
 معشوق نام اسکا ہے جس میں دوا نہو
 حسن و وفا کا ساتھ تو ابے دل ہوا نہو

سیر کی نگاہ یاس کی اک چٹ کھا تو لے — بیدر و پیرمین و کیون کہ درد آستانہ
 چکا چین میں گنچہ تو بولا بھچک بکے یار — ٹوٹا کین مرای نہ بند قہ
 موسیٰ پڑے ہین غفل میں ترپتی ہے برق طور — پردہ تہار سے رخ سے کہین رٹ گیا نہ
 رشتے میں او پچے نغم تو خوش ہو کے تو بھی ہنس — یہ تو ہنسی کی بات سے غلام خف نہ
 لے خف اس قدر تو غلام سیر جسم کو — آئینے میں بھی شکل مری مرد نہ
 ہر وار میں تنک کی بھی چٹکی چلی ہی جائے — کس کام کی ترپ ہے وہ جس میں مزا نہ

خسرت سے دیکھتا ہوں جوان کی طرت امیر
 کہتے ہیں دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہ

حکم دربان کا ہے عشاق سے سر کو سر کو — با سے جائین یہ کہاں چھوڑ کے تیرے در کو
 جھگونی دم رخصت نہ کرو گرم نہ — خندے خندے مری جان جاوے جادو گرو
 ہند میں تاکے ہے آئینہ مصاحب ان کا — مرزو دے روم میں جا کر کوئی اسکند کو
 تھا وہ پیدا جو گیا غلام دل نے پوچھا — پہلے تسنیم کو بی جاؤں کہ میں کو فر کو
 مسکت محمد بن میں بن جگے جو بت بیٹے میں — کیا باویر بن یا ہے خدا کے گھر کو
 کون میزا ہے ذی رتبہ جان میں مجھسا — تاک دیتا ہے کینزی میں بچے خستہ کو
 تا خدا ہے جو خدا پار ہے بیٹا تیرا — پھینکے توڑ کے کشتی سے الگ لنگر کو
 تختب نے تو کیا دونوں کا خون لے ساقی — رو میں میوہا حوے شیشے کو یا ساغر کو
 لکے میٹھا میں شب چل تو جھٹلا کے کیا — دم گھٹا جاتا ہے گری سے خدا تو سر کو
 پھیر کر گردن بس چ جو کرک جاتے ہیں — فوج کرنے کا سکھاتے ہیں چنن خستہ کو
 سیری لڑا کا ہے کب دادی خستہ خدا ان — پاؤں سے کہتی ہیں کانٹوں کی زبانیں سر کو
 سیر ناہک کا اچھا نہیں مجھ سے قاتل — پیر دے اس سے تو گدہ ہا مری خستہ کو

اس قدر ہے لوب پیر صفت ان مجھ کو امیر

بے دھوا تھ لگاتا نہیں میں سدا گر کو

لگ گئی آگ دھندلے میں ہمارے گھر کو
چھوڑکے بھونکے سے ای برقی ہمارے گھر کو
راہ جاتی ہے توھر ہو کے ہمارے گھر کو
پوچھا تم سے ہے رستے میں تھا سدا گھر کو
لے خواباٹھکے جو بیجاوے ہمارے گھر کو
خوش ہوں میں آگ لگادو کوئی سدا گھر کو
بگھرا کر کے تو میں آپ سدا ہمارے گھر کو
چھوڑ کر خانہ خرابی کے سدا ہمارے گھر کو
رو دیے دیکھ کے دریا کے کنارے گھر کو
چھوڑ غربت کو پٹ چل مرے پیاسے گھر کو
ہم سے پوچھا نہ کرے کوئی ہمارے گھر کو
باد مضر ضرے بھرتی ہے ہمارے گھر کو
کیا ہوئی ہم سے محبت تھی جو سدا ہمارے گھر کو
تاک رکھا ہے جاؤں نے ہمارے گھر کو
ہم تو گھرا پنا سمجھتے تھے تہا ہمارے گھر کو

آج وہ چھاؤں میں تارو کی سدا ہمارے گھر کو
ہائے برسات کی رست میں وہ سدا ہمارے گھر کو
کوڑے قاتل کو چلیں ہم تو عدم کو پہنچیں
دیکھو کیا ڈھیت ہوا ہے یہ دل خانہ خراب
راہ میخانے کی ہسم بھول گئے ہیں راہ
دل جو پستک جاے تو ٹھنڈا ہو کلیجا میرا
دیکھو اب خانہ خرابی مجھے لیجا کے کہاں
گھر سے ہم داوی دھشت کی طرف چل نکلتے
ڈوبنا دل کا جو اشکوں میں ہمیں یاد آیا
کہتی ہے یاد وطن مجھ سے نہ وہ خراب من جا
میں نے پوچھا جو پتا گھر کا بگڑ کر پڑے
خانہ بردوش میں ایسے کہ گہوے کی طرح
دم نکلتے ہی ہوئی لاش جو ایسی دو بھر
جب تری میں فلک سے تو یہ بین آتی زمین
کیا خبر تھی کہ گران ہوگا ہمارا آتا

خیر دل کی نہیں نشان کے تصور میں ہا میر

ایک دن چھوٹک ہی دینگے پشوارے گھر کو

زاہد دیکھ سے میں چل رہا
میری باری سدا بے غفل
فصل گل سے چمن میں چل رہا

سجدوں میں نہ بے گل رہا
یارو پڑتا ہوں میں شندل رہا
گھر میں مستونہ آج کل رہا

<p>تم بھی گھر سے ذرا نکل بیٹھو چلنے والو نہ ایک پل بیٹھو روک کر کہتی ہے جس پل بیٹھو حشر میں سب سے پہلے چل بیٹھو دیکھو آٹھنا ہون میں سنبھل بیٹھو بے یقین سے چل بیٹھو دو قدم پر تو گھر سے چل بیٹھو چٹ پڑ جائے گی سنبھل بیٹھو کسی ٹکے میں اب تو چل بیٹھو آؤ کرتا ہوں میں سنبھل بیٹھو کبھی چلنے سے تم نکل بیٹھو جی میں آئے تو تم بھی چل بیٹھو</p>	<p>دیکھو نکلی شہید ناز کی لاش کبہ رہی ہے یہ سوزن راحہ جب میں آٹھنا ہوں کوئے قاتل سے شوق دیدار کا تقاضا ہے درد کہتا ہے مجھ سے وہ رو کر وہ جو اٹھنے میں تھکتے کبھتر میں بزم ماتم کسی کی سوتی ہے دیکھو دیکھو وہ آٹھنا آیا یاد اجاب رفت کہتی ہے وہ نازن باقون سے تمام لود لکو بیقرار دن کی دیکھنا ہو جو شیر کشہ ہمارے میں چولہی جان</p>
--	--

ہو جو مسجد میں دل گرفتہ امیر
 کسی بھٹی چ کیوں نہ چل بیٹھو

<p>ایک منظور اور ناظر ہو کو خیر داراے مسافر ہو عمر آخر ہو یا یہ آخر ہو شہر سے یو پت سا جو صابر ہو پاسے قاتل پہ لوٹا سر ہو شہر بھگانا تم سا سر ہو</p>	<p>راز تو حید کا جو ظاہر ہو کو میں رخصت سے آتی سے آواز شب فرقت دراز ہے در کھین سخت منزل ہے امتحان کی جگہ کیا مزہ ہو جو فوج سے چلے اپنی وابستگی جان سے ہے کیا</p>
---	---

اول عشق میں چال امیر

[تم تو آغا زہی میں آغس رہو]

<p>شجر ہمال جو گل کا چہرہ لال ہو شجر فراق میں ذکر شبےصال ہو کوئی غریب کہیں بے چہری حلال ہو وہ دیکھنے کو نہ آئین جو غیر حال ہو ہنسی ہنسی میں کسیکو کہیں حال ہو اُدھر جواب ہو کچھ اُدھر سوال ہو وہ سر فراز نہیں ہے جو پایاں ہو خیال ہے تو ہے غم کو کہیں حال ہو پر اس قدر کہ پریشان کی حال ہو خیال ہے کہ انہیں اور کچھ خیال ہو میں ڈھکیا کہیں صبح شبےصال ہو وہی بتائے گا یہ حال نصیب حال ہو اگر غمخون کو قہار کہیں حال ہو شبےصال چاہتا کہیں صال ہو</p>	<p>خداؤ تم تو مزاج میں بحال ہو ہے ایک عمر سے بہانے لال ہو غل جلی ہے بیت تلخ از دیکھائے یار یہ غیر سے ہے بہت کہ میں جو ہون یار جو ادھے دھڑکی ہنستہ میں میں نے تار یہ چاہتا ہے تحیر کہ وہ خون ہون تصویر حرم خرام یہ کہتی ہے پاؤں کی بھاگل غرض کی دل میں تباہی کر نہیں سکتا کرو بناؤ سنو اُدھر تم اپنے گیسو کو عروہں مرگ سے بھی میں پٹ نہیں سکتا ہنسی جڑت یہ چہرے کی مدھنی پھل تھکے مریض محبت کو کوئی کیا جانے یہ کہو رہتا ہے نہ بدھنی میں بھی ٹوٹ بہت ہر کہیں ناؤ میں لوگ شادی مرگ</p>
--	---

انہو خط ریح یار سے ہے غوث امیر

کہ غنڈہ گوی کہیں زہم کی دہال جو

<p>پہنچ پہنچ دین اللہ بچاے دل کو اس نصیب سے اب اندھنٹھا لے دل کو وہی اُٹھکے بٹھائے تو سب بچاے دل کو یوں ہی بٹھکے مریض مرگ کر نکالے دل کو</p>	<p>ماہی ڈالتے ہیں گیسوؤں واسے دل کو کیسے گفت میں پڑے جان کے لالو دل کو ہون میں بیکس کوئی ہسم سے نہ غمخوار مرا تھک کر تیر ہی سینے پہ لگائے ظالم</p>
---	---

تجہ سے نہ تھا ہے مری جان نہالے دل کو
سنت بھی لے تو کر دن آنکے حوالے دل کو
کس توقع پر کوئی چہچ میں ڈالے دل کو
پاسے چھلنی کئے دیتے ہیں چھپالے دل کو
بے ڈسے آج نہ چھوڑینگے یکاے دل کو
بھک دو بھرے کہ دن کس کے جوابے دل کو
خیرے گنگر وہی تو سکھ تو ہیں تالے دل کو
جان اپنی جسے دو بھر ہو وہ پالے دل کو
ساکتے رہتے ہیں یہ سیکھے والے دل کو
جان بھی دین نہ تھا کو جو ادا لے دل کو
کیا ہوا آج مرے چاہنے والے دل کو
طہارہ بنائیں وہ کان کو پاسے دل کو
ناز سے انگٹے ہیں ناز و سکھ پالے دل کو
لاؤ جاؤں میں کرو میرے حوالے دل کو
کچھ بھی سمجھے تو بھیجے سے لگا لے دل کو
پھر کہاں تک کوئی سینہ میں سنبھالے دل کو

اُس سے کہتی ہے خبیہ وصل چہرہ میری
ناوک ناز پر ایسا ہے جس پر ہر ہلکے
تم تو وہ ہو کہ کبھی پس نہ گیسو بھی نہ دو
ڈٹ کر آجے ناسور ہو سے جاتے ہیں
اُنکے گیسو تو بلا ہو کے پڑے ہیں پیچھے
کوئی پال ہی کرنے کو نہیں دیتا ہے
تیری نفل کی آواز سے چچ انتہا ہے
دل کیا تو رجو میں نے تو کب ٹھکرا کر
سینچے دختران سے ہیں لگاوٹ میں ہوا
تم جو پوچھو تو کرے کون تھا ہے اہل
ہو گیا سر و تڑپ کر تو دو بولے ہے ہے
اسکو بغیر میں جکر سے گی گلے کی زنجیر
لےنے مطلب کا راضی آیا ہیں کیا کیا گاتیں
چکر چکا خوب محبت کے مرے دل سے کر
سخت نادان ہے کہ کتنا ہے وہ پاؤں کو تلے
دو دم رقص جو حشر لگا میں شوکر

کہتے ہیں عشق سے آئین مری محفل میں امیر

ساتھ لائیں نہ گروشنے والے دل کو

کیا وہ معشوق جس میں خان ہو
یہ زمیں اور یہ آسمان ہو
کہیں وہ شوق بد گمان ہو

میں کس کام کا جو آن ہو
اے جنوں بھل اب دان کہ بیان ہو
اسکی تصویر کیے سوتا ہوں

<p>ہام باقی رہے نشان نہو غم نہیں ہے جو چہاں نہو تو ہمارا خدا کی نشان نہو جس میں جوہن ہو ان بان نہو اُسے سوؤترے جس میں جان نہو میسر رہی کی یہ دکاں نہو کہتے ہیں دیکھو اس میں جان نہو یاؤں کے نیچے آسمان نہو</p>	<p>یوں مٹا اللہ خدا میں خودی ہم رہیں تم رہو وصال رہے جو رہیں ہم تو اسے منہ ترے وہ بھی معشوق ہے کوئی معشوق زلف مجھ زار کو دکھائی داد مست عالم کو کرتی ہے وہ آنکھ وہ اٹھاتے نہیں مرا مڑو مستیوں کا عرن کیا جب تک</p>
---	---

میں جو آیا کہا یہ اس کے آئینہ
 دیکھا یہ وہی جوان نہو

<p>تو جلاوا جس رسیدن کو کیا خوشی ہے ترے شبیدن کو حسرتیں کیوں میرے شبیدن کو بیت بنادے خدا رسیدن کو کیا نرے میں تم کشیدن کو بھاڑ کر پھینکے رسیدن کو خوبیاں لگایا شبیدن کو گھر جنم ہے زن مریدن کو ہو مبارک ترے شبیدن کو یاس ہے آس نا امیدن کو کوئی دیکھے تو ان غریبن کو</p>	<p>منہ دکھاؤ جو ہر دم غریبن کو ملے زین تر جوں میں عید و نکو کہتے ہیں رنگ سے کہیں میں تو وہ ٹھہرے جو کہے جائے مسر جفا کو ادا سمجھتے ہیں ہمارے ہر مے خطوں کا جواب اس ادا سے کیا شبیدن نے دیکھ لے عال شمع و پروانہ سیر فردوس و سایہ طوبی اور تو آسرا نہیں کوئی آئینہ خانے میں وہ کہتے ہیں</p>
--	--

گھوڑتی ہیں جسے شہیدوں کو
سب ملین گئے خدا سیدوں کو

پیشہ بد دور اب تو جہین بھی
جستہ نیت میں زبان دہ جنت میں

افضل خاطر کو کیا کھلے گا ایسے

آزما تے ہیں ہم کلبہ دون کو

پہلے لے لیے دو جی ہر کے بلائیں مجھ کو
پہنٹی جاتی ہیں زمانے کی بلائیں مجھ کو
مرگ کے بعد بھی گھیرے ہیں خطائیں مجھ کو
اب بعد میں بھی جو صندھیں تو پائیں مجھ کو
نظر آتی ہیں بلائیں ہی بلائیں مجھ کو

قتل کرتے ہو دکھا کر جو دائیں مجھ کو
و کیے ان زلفوں کو دل جان بیعت میں پڑی
سکھو سے عفو کو یار کد کرے مطلق صاف
پائے وہ لوگ جو رکھتے تھے دام آنکھوں میں
و لکھو بندہ جاتا ہے جس شب ترے گیسو کا خیال

عقل پیشہ سے مرگ پڑ جان میں امیر

کیا گلبا فزون کی طاقت کو اٹھا نہیں مجھ کو

جاؤ بھی گس کو پیار کرتے ہو
تم بھی کیا مجھ کو پیار کرتے ہو
کیون پسند آسید وار کرتے ہو
اور پسند آنکھ چار کرتے ہو
سچ کو گس کو پیار کرتے ہو
خقیق تم سزا کرتے ہو
اک حصین مجھ کو پیار کرتے ہو
کس کا اب انتظار کرتے ہو
کیون مجھے مشہر سار کرتے ہو

غیر سے آئیں چار کرتے ہو
عکس آئینہ سے وہ کہتے ہیں
ہے جو نعت آسید واروں سے
دکھ دو ٹکڑے اک نگہ میں کیے
بنکے انجان مجھ سے کہتے ہیں
اک مار جو ہم کر میں تو ابھی
روز آنے کو جب کہا ہوئے
تم جو خضر ہے میں ہوں قتل کرد
میں نے قرین حق کی تو کب

پتا کہو کس کو دل دیا ہے ایسے

حبان کبیر شہزاد کرتے ہو

<p>سک کی کھائیگا جوائے تپ نہ آنے بھی ۵۵ آتش افروز انکو بحر کا تین تو بھر کالے بھی ۵۵ محاسب آ آہے بیٹھانے میں تو آئے بھی ۵۵ غزل پر یون کا ہے اکو ساتھ پوانے بھی ۵۵ پھول بے فصل کے ہیں انکو نہ بھانے بھی ۵۵ یہ جو سر سجدوں میں مگر اتنے میں مگر اتنے بھی ۵۵ زہر و اپنی سی اگر گاتی ہے تو گالے نہ بھی ۵۵ ساتھ ہی دو سجدوں کے ہیں بیٹھانی بھی ۵۵ حورین جنت میں جو گھبراتی ہیں گھبراتے بھی ۵۵ اس قدر انکو نہ صاحب بال سلیمانے بھی ۵۵</p>	<p>سیکھو انکو نہ واعظ سے بحث جانے بھی ۵۵ آنسو دنگے ایک چھینٹے میں بچاؤ گامی آگ ۵۵ نہوت کیا تنہا ہے وہ مجمع بیان نہ سیکھو ۵۵ وہ خطِ ناراض وہ گیسو دیکھ کر باغیاں ۵۵ سخت دل میرے جو دیکھے ہنکے اس گل نوک ۵۵ آدم تم سیکھو مسجد سے بیٹھانے چلیں ۵۵ کوئی پوچھگا نہاری فرستنی کے حضور ۵۵ ابرو دنگو اور آنکھوں کو تو ان کی دیکھئے ۵۵ حضرت دل آتو چندے رہ پریون سے ہے ۵۵ تنگ ہو کر کئی ہے مشاطہ ان سے بار بار ۵۵</p>
--	---

بوسلبلکے خود ہی جو گیا ہے بہت امیر

بات کیا حکم بھی چٹکے ہو جو جانے بھی ۵۵

<p>روڑ دیکھاتے ہیں پانی کوئی مپتو بھکو ۵۵ تکیے پہلو کے ہیں اب حور کے زانو بھکو ۵۵ سب جاگ آنکھوں چوہیں صورت ابرو بھکو ۵۵ گھورتے ہیں یہ جگائے چوئے جاو بھکو ۵۵ خواہشیر سے سورج روم ۶ ہو بھکو ۵۵ پھولوں میں چھوڑ دیا توڑ کے بازو بھکو ۵۵ دو دو تلواروں سے دھمکاتے ہیں ابرو بھکو ۵۵ چار زانو سے بٹھائے گی دو راو بھکو ۵۵</p>	<p>دیکھ سکتے نہیں پایا سر سے آنسو بھکو ۵۵ چہلوں کی بچا سے اتنی ہے تری بو بھکو ۵۵ آبرو دے لگو لطف سے گر تو بھکو ۵۵ سرگین آنکھیں جو آئینے میں دیکھیں تو کہا ۵۵ کشتہ ہوں دشت طرز نگہ متاع کا ۵۵ ہوں وہ لیل کبھی صبا کو آیا جو ترس ۵۵ چتر میں پستی زمین لے لیکے کھیلی پھر بیان ۵۵ آنسو کیوں مجلسِ شعر میں لیے جاتی ہے حرس ۵۵</p>
---	---

لوٹتا ہے دل دیوانہ پشنے کے لیے
 جو دم کراٹھوں میں نکالوں نہیں تکی طیار
 شمع سان کیا ہے مجھے حاجت دیلے غرق
 ارسی سانسے آئی تو کب بھجھملا کر
 میرے چلو میں تری مسج وہ بکری شے
 ہوں جواں آج پیری سے مگر قاتلون
 میں جواں بیٹہ کے رونا ہوں منہ ہی ہوتی ہے
 کچھ میں دیکھنے والا جو تری آنکھوں کا
 سنا جاتا ہے مرا حشر میں رویاں رویاں
 میکش راز ہوں بسر ہے مجھے چاؤر آب

سانو لے رنگ کی بریان میں رو گیسو محکو
 یاد دلواتے ہیں سُب گنی تری جگہ محکو
 آپ سے ڈوبے گا ہر عرقِ رُو محکو
 دید سے بیوٹن ترے کہن گھورتی ہو تو محکو
 درود دل ایسا بتا دے کوئی پہلو محکو
 کہ جبین سے نہ بنا دے کہیں اہر محکو
 ہر جگہ کرتے ہیں رسا مرے آئندہ محکو
 کیسے سزا دے ہیں اب دیکھ کے آہر محکو
 غم عصیان نے بنایا ہے لب محکو
 بے جا بول بول کر نکسے پہلو محکو

کو رہ چاہے مجھے کوچہ جان نکلی میر
 لے چلین کاش بیا کر مرے آئندہ محکو

جہین آتا نہیں دم بسر کسی پہلو محکو
 عالم غل میں بھی ہے الفصیح غیسو محکو
 میرے قاتل کو تر پنے سے ہی لڑت
 کشتہ عشق بھاد کھکے انگلیں اسکی
 انگو شوق سے کہتی ہے عرصہ اسکی
 کیوں نہ مضمون ترے گوہر غل کو تمین
 عاشق چشم ہوں دل لوت کے بجا ہے
 ضبط سے اور محبت میں کلا گشتا ہے
 ہوں دیر نوار کہ بھٹی میں ہی خاک ہے ہم

اتنی تکلیف تو اے درد نہ دے تو محکو
 چاہیے تکلف نہ مانے آہر محکو
 ذبح کرتا ہے دبا کر تھرا نہ محکو
 شیر کے منہ لگالے گئے آہر محکو
 کرا چھو تا مرا پستہ ہے نہ چھو تو محکو
 طبع شبیدہ کی بات آئی ترا زو محکو
 نظر آتا ہے جو تیری کوئی آہر محکو
 آئندہ چیتا ہوں تو حباب آہر آہر محکو
 مات مسد ہے سب تو گزیر پہلو محکو

مہشم ابرو کے اشاروں سے ہوا یہ ثابت
بار بار اُس گلِ خوبی کا سمنشا شبِ وصل
ہوں وہ خوش چشموں کا عاشق کہ غنم سے عیا
سب کو سنجیدہ کب خود نہ ہوا سنجیدہ
آہدہ مان یہ کج بخت بن سکے دشمن
اس توقع پہ چسپاں کرنا ہوں گلزارِ دمن
کس کی آنکھوں کا ہوں وحشی کہ خوشی کرے
روح جوتی سے جو رخصت تو یہ کہتا ہی دن

زیرِ شمشیر جاتے ہیں یہ آہو جنگو
یا دو لو اتے ہیں شہرہ کے سجاو جنگو
چھاٹ کر بھیجتے ہیں سختے میں آہو جنگو
طالع بد نے کیا سنگ ترازد جنگو
مار ڈالیں گے ڈبر کر مرے آنسو جنگو
کہ کسی گل سے کبھی سے قری ہو جنگو
بھرتے ہیں جو کرناں دیکھو کہ آہو جنگو
اسیدن کے لئے لائی تھی یہاں تو جنگو

پسوں ک ہی دیتی مجھے گرمی و خسارِ امیر
انے سائے میں نہ لے لیتے جو گلیو و محجو

مہر آئی یہ انہیں دیکھ کے تبسمل محجو
دکھت نہیں جوتی دم پسل محجو
تو ہو کچھ درد سے آگاہ میں میدوی سے
بو سے پرہ سے دم فوجِ اشدوں میں لیے
لیکلیاں بیٹا ہے پہلو میں مرے آٹھ پہر
آنکھ جیسے نہ پنگون سے قوسِ جمع میں
پھر مزہ محجو چکھا دوں میں دلِ آزاری کا
کچھ اس انداز سے وہ ملا بھرے ہاتھ چلے
شبِ غم کون ترس کھا کے سہو و نبوالا
انکانی نے بنایا ہے مجھے نقشِ شدم
کچھ خبر محجو نہیں ہے کہ کہاں جاتا ہوں

چمک بلا ایسا ہی ملہا ہے کوئی دل محجو
اپنے زانو پہ سلا رکھے حکمتِ اس محجو
حلِ مرا محجو ہے اور ترا دل محجو
ابھی سو بھی یہ خوشبختی محجو
دلِ یابن کے سستا ہے مرا دل محجو
پہو نہ کہے پہو نہ کہے لے گرمی محجو
چار دن کو بھی جو ملہا ہے ترا دل محجو
آگئی چند یہ خوشبختی محجو
کبھی رو لیتا ہوں میں دل کو کبھی دل محجو
پاؤں رکھتا ہوں جہاں مٹی ہو منزل محجو
کہیں کھینچے لیے جاتا ہے مرا دل محجو

دو مسافر ہوں بہادری بھی اپنے گھر میں
 بن سوز کر جو نکلتے ہیں ادھر سے وہ بھی
 دست و بازو کی ہو خیر اور لگا ئے اک ہاتھ
 گھر لگا کے مرے میسگی منزل مجھ کو
 گدگدا دیتا ہے ارمان بھرا دل مجھ کو
 میرے پیر و زہ جادو کے بسمل مجھ کو

اسکی رحمت سے جو ہر حالت کا خیر ا میرا
 پھر ہے سب سہل کر می ہے یہی منزل مجھ کو

پھیر دو پھیر دعا سے جان مراد دل مجھ کو
 یاد آئی کسی محبوب کی منزل مجھ کو
 بنشتر بن کے یہ چھوڑ لے غلغل دل مجھ کو
 دھرمین کہتے ہیں کیوں دیکھ کے بسمل مجھ کو
 اُنھکے تنظیم کو لے پردہ محل مجھ کو
 ہوئے اترے ہوئے ہمارے سلاسل مجھ کو
 ہر گولے میں نظر آتا ہے محسوس مجھ کو
 نکلی میں آنکھ سے اہر تو ملا دل مجھ کو
 عکس دانوں کا پتلا دے گا حال مجھ کو
 لیگیلیا یا اس میں قابل لب ساحل مجھ کو
 سرمد سے دھڑکے گرد و پس محل مجھ کو
 پاؤں چوٹے گل چپائے گی سلاسل مجھ کو
 بھیک دینے وہ بڑے جانکے سال مجھ کو
 کر دینے ہاتھوں میں رکھ لینے کے دل مجھ کو

پوس دیتے نہیں پھر فیض سے حاصل مجھ کو
 غنچے خوردن کے جو فروں برین میں کھجور
 سانس کے ساتھ گہ جان سے لہتا ہے
 اسکے خیر نے کہا کیا میں کوئی مرشد ہوں
 ہوں وہ مجھ کو کہ جو لیلی کی طرف جانکھوں
 اس تسامی کہ لکھا میں مجھے اٹھ نہ سکا
 دشت دشت میں یہ سنگوں میں ہی جڑیلے
 وہ گدگداتی ہے کس گھر میں نہیں میری جگہ
 وہ نزاکت سے یہ کہتے ہیں نہ ہونو لگا میں بار
 شہد ب ویکھلے کھینچا مجھے خنجر کی طرف
 شوق نظامہ لیلے جو بنائے اندھا
 شوق پاؤں کسی کا ہے مجھے دشت میں
 گڑا گڑا کر گچا اس انداز سے ہوسہ مانگا
 ساری دنیا مجھ سے پردے میں اٹھ نہ سکی

یاد اس شوق کی تیری تھی سو اسکو جو میرا
 چین لینے نہیں دیتا ہے مراد دل مجھ کو

کم نہیں ہو سے کمر سے جسم لا غور دیکھ لو
 میری جیوت پر عبث ہو اس قدر حیران تم
 دینہ بیل سے نفارہ رخ گل کا کرو
 نفع میں چکی جو آئی تم نے کوٹھے سے کیا
 باغ میں تم نے کیا داد سس کو تو پناہ
 من میں بیجا چھینائی کا دعویٰ جان من
 نزع میں جاتے تو وہ بالین سے بچہ ہمارے

فرق کیا ہے ہو گئے ہم تم برابر دیکھ لو
 اک ذرا آئینہ اپنے آگے رکھ کر دیکھ لو
 کاغذ کی آنکھ سے قند صنوبر دیکھ لو
 سر اٹھا کر ایک ذرا نیچے سے اوپر دیکھ لو
 اکوہ پر ہے کبکب اسکو بھی چلکر دیکھ لو
 اک حسین ہے لہو آئینے کے اندر دیکھ لو
 اک نظر انگھون کا صدقہ اور پھر کر دیکھ لو

سوچ کیا نظارہ برق تجھ لے میں اکیر
 اکو لہو آنکھیں دکھائے جو سحر دیکھ لو

ہو وصل پر دلی کی کہیں اس میں روزنو
 زاپہ شراب تاب سے جب تک وضو نہ ہو
 پہلو سے دل جدا ہو تو کچھ غم نہیں بگھے
 وہ کم شہد ہون میں کہ اگر چاہوں دیکھنا
 کس نگار ہا ہے جو تیغ نگے سے ہر جسم
 غن تو کیا خاک کو گنائیں نہ ہا سہ وہ
 ہم میں میں فحش کو چھوڑا یہ کہنے آج
 ہندی کھاتے قہقہہ میں کہتے ہن بار بار
 خوش بگیا سے بیکہ گمان اور کچھ نہ کر
 شامین اسی کی جن بھی چڑھے فساد کی
 تو بوجھ بگھے کب سے کم نہیں
 میں ان کو دیکھتے ہی جوکل ہونے لگا

تو ہر تو میں ہون میں اگر ہوں تو تو ہوں
 قابل نماز پر جس کے سجد میں تو ہوں
 لے ہر دل جدا ہے پہلو سے تو ہوں
 آئینے میں بھی شکل مری رہو نہ ہوں
 منظور ہے کہ چاکر جگر میں رفو نہ ہوں
 جب تک شرک پر خون مسزاد نہ ہوں
 سے لڑن سیکھ سے سے جو آئینہ ہوں
 خالی کسی شہید کا اس میں ہو ہوں
 اچھا ہوں میں اس مری جان تو ہوں
 پہلو میں دل ہو تو کوئی آرزو نہ ہوں
 ہر جسم کہ ہے جو کچھ میں تو ہوں
 ہرے تھارے ہرے کوئی خبر نہ ہوں

ایسا پسند ہیں وہ ترسے زخمیوں میں بسم
عسلی حین ہوا برو شیعہ ہو چاہم ہو
آکسو وہاں کے میں نے جو کھل میں تو کب
کہتے ہیں مانتے ترسے پیشین ہم مگر
ساری چمک دمک تو بخین برتن ہو ہے

دوڑا سے مذول جو زلف تری مشکو نہو
بوسہ تو ہوں غنچہ کر پہلو میں تو نہو
دیکھا سقدہ نہ رو کوئی بے آبرو نہو
پیشہ طے کر گئے کوئی آرزو نہو
آمنہ ہون تو عشق میں کچھ آبرو نہو

پرو سے میں آسنے کے بدل جو امیر کا
سچان لے جو وہ تو کبھی رو برو نہو

اجو آئے بھی جاتے ہو جلدی کیا ہو ملایو
نہ دو برس ہو کھلو عطف ہی بدل صنم بسر
کلا خیر چہین نے دکھ دیا آتے ہی تو برو سے
سیو میا نہ آتھکے جو قاضی دغب زہولی
زمین گور ہر مہمان سے اپنے یہ کہتی ہے
خدا نے دن یہ دکھایا کہ وہ بیت یہاں آیا
خبر ہے حضرت مجنون کراہی خب میں بیٹے
فراق یار کا دن کم نہیں عاشق سے ناو
دکھانا ہے جو زور نشہ بسم شہر سو زور
نہ لے نہ تک یہ اسے شیخ عزم سلا تقدس ہے
ابھی تو سلاز ناک میں گرا ہوا تو تم ہون
چمن سے پیے کوئے یکسو برسات میں لگ
نہیں کچھ نہ تپاںس ترک کے کشقون کی بھنی
غرض تو یکسو سستی سے چٹکرو سے حال

دھچک لگتا میں جیسی جاوہر غم بجھے قسم یلو
آتا ارماں بچہ تم دیکھتے نیست ہمیشہ کم یلو
کرینگے دن غم کو کون سے جاتی ہو دم یلو
برسے دم غم میں حضرت میکشوا نہ دم یلو
آزما کے کھنکے آگے کراہی منزل ہو دم یلو
مے تو خنچ سے کہہ گئے دو دن کو دم یلو
نہ پہنچے ہاتھ محل تک تو ناتھے کے قدم یلو
آٹھان تغزو میں اپنے دل کا تم علم یلو
غلاموں سے نہ ہاتھ آئے اگر غم جاہم جم یلو
برہمن مے تو سجدے کر کے مٹی کا صنم یلو
جو میرے سر سے پھرتے میرا بار غم یلو
نہ بچے تو گراہ دیکھے رمنان سے اہم یلو
کہن تک تم کہہ گئے نہ تھکناؤ گویا دم یلو
سٹیچ پر مٹان سے جھڑو مٹیں دم یلو

ہم اسکے قد کے من عاشق ہیں کیا غیر مطلب - عبت کہتی ہے یہ قمری صنوبر کے قدم لیلو

امیر شمس دوران کو خط لکھنا جو ہو محمو
فلک سے ماگ کو کاغذ عطار سے قلم لیلو

جو وقت ہوسہ ادا ہو تو ابھی بس جانان کو
اکمال میں نکلیں بیکار اس شاو خداں کو
گلوں سے جا کے من آدرغ دل آؤ غلائے حق
خدا نے من کو تر سے عجب تر بخشا ہے
مہرورد کے ان آنکھوں میں سے گل کھلا زمین
اجل سے کہیں پیری میں ہمیں دروچھو زمین
میں آفتابوں کو کائناتے پاؤں پر چڑھ کر تو زمین
جب گلی مجھتیں یاد آتی ہیں یاد ان روشنی کی
تسلیم یاد رخ میں جب کسی صورت نہیں جوتی
وفا نکھیں تاکتی ہیں لوت کو فرکان کی لالہ
اگر توں نکلتے جیسے دل میں وہ فرکان گشتی ہو
سوا اب خاک ہو چکے نہیں حسرت کوئی باقی
تباستہ اندویشیں اسکی چال کو کیونکر
ترپنا جاتا ہوں لذت ناک سے احوال
گیا میں بزم جانان ملک تو بے درگاہ سے
میں اس پر وہ نشین کی جا نشینی کا ہوں پوتا
عبت نکوش میں قائل کجوں کے رنگ گستا ہے

گھر کی طرح میوے توڑ کر میں اپنے دستان کو
جگر بیلو میں دی برہن کے لایح سے سلیمان کو
بہنیں بچھ پینا آگیا ہے یہ گلستان کو
یہ نعت دیکھنے سے پیر کر دیتی ہے مہمان کو
جہن سے دیکھتے تہ ہیں گلچیں میری زندان کو
شکستہ حلال ب دیکھا نہیں جاتا ہے دستان کو
اجی مٹھو کی کیون دربان کرتے ہو بیلایان کو
تھک کر سے دیکھ آتا ہوں میں گور غریبان کو
تو ہوسہ چکے آنکھوں میں گلا لیتا ہوں قرآن کو
کریاں جھانکتی ہیں ان جبر و کون سے سلیمان کو
خرو کی طرح نکھوں آنکھیں خراب مقلان کو
کو سنی ہو گیا جی دیکھ کر گور غریبان کو
اکھا کرادہ میں چلتے ہیں نقتے جگے داران کو
زمین سو فادہ کو جان توں بیچاؤں میں پیکان کو
اختیار آئے کو بیٹھنے دو میرے حیران کو
چھپائے کہتی ہو پردوں میں عصمت جگے داران کو
مجھے ہے چکر بیلو میں کوں حیرے پیکان کو

نصرت قید میں ہے اور کرب جنت کی آنکھوں کا

پر پیکار نہ بنا رکھا ہے مرنے لپٹے خدا ان کو

منصف ہے اپنے عیبوں کا خیالی کرنا انسان کو
 اگر میں مجھ سے محبت میں تو ہو سکا ہوں محبت کا
 میں آگ غریب مزدور باقی رہ تھا میں بھی آتا ہوں
 نہ جلتے دین نگہبان مجھ کو زندان کی نہیں پروا
 میں نے اپنے بڑے صحیفہ کو توڑے چھو کر ہوا مجھ پر
 راحت نہ کہ انگلیں کی جو وقت صید داد آئی
 خیال آسودگان خاک کا دل سے نہیں جانا
 بری کو بھی اترتے ہیں نہیں دیکھا پوچھتے ہیں
 ان آنکھوں کی نظر بازی میں دل کھو گیا میرا
 جو دیتا ہے یہ منہدی میں تو منہدی نگاہی ہے
 جگر کو ڈھونڈتی پھرتی ہے تیغ نازقائی کی
 دبار کھا ہے اسنے ایک مدت سے گھامیرا
 بہت ہی مختصر ہے دل کی خرابی تو بڑھ جائے
 بہار گل میں کام آئے تو ہے دیو بخت و حشت
 کیا تھا شام کو ناہ ٹرپ کر تیرے وحشی نے
 بہت ہو زور پر دست جنوں نامح الاک رہنا
 جو آئے گل سے کھتم مرنے کی بل کی جگہ میں
 میں وہ بہت وحشی ہوں جو میرا دوسرے جیتا

کیا ہے خرم عروانی نے غم خم شیر عروان کو
 اٹھارکھیں جو غم اپنے منتہا ہے انوار کو
 سداک بادو سے آئے کوئی گور غریبان کو
 مری بھینکر کے نامے تو جاتے ہیں بیابان کو
 مسلمان رات دن ہو سے دیا کرتے ہیں قرآن کو
 جان زخم نے چسپاں سے لپٹے پیکار کو
 لیے پھر تاروں اپنے ساتھ میں گور غریبان کو
 عجب انداز سے تو نے اکام دل میں پیکار کو
 نگاہوں میں آؤ اگر گیسٹیں پہاڑی سلیماں کو
 پسند سناٹے کرتے ہیں وہ خون خشیدان کو
 کیسے دل میں جا بیٹھوں میں چوکی پیکار کو
 کوئی جھٹکا توڑے لے چو بخت گریبان کو
 مری خاطر سے ہم ہر کھو لود زلف پریشان کو
 نگاہ کھا ہے میں نے لیے اپنے گریبان کو
 بلا بار لڑے نے صبح تک دیوار زندان کو
 ترازو میں نہ پکڑے چھوڑ کر میرے گریبان کو
 لیے پھرتا ہے ہر جگہ اس ساتھ پیکار کو
 بنا آؤ تلوں کی ڈاٹ و اعطاکے گریبان کو

امیر ایسی کہاں قسمت کی پہچان آؤ کچھ دنوں تک
 کبھی جاگ نہیں سے جہانک لیتا ہوں گلستان کو

گروا غیب از بچہ من تو ہو جام پر سفید شہلباز جو ہو بوسہ کب چاندی چین کا لیا آنسہ اور درخ رو دشمن عشق احمد سے عاشق مشکل بات کہنے زبان کشتی ہے کیا تدارک لے چمن میں نشان عاشق چشم بھی شراب نہیں پاس سے تم آنسو تول بیشی قد ہے طوبیٰ سے کور	ہاے کیونکر قضا پہ قابو ہو یار ہو میں ہوں سا قیا تو ہو کیا سبب ہے کہ چین بانہ ہو سفا ہو اور اس کا گیسو ہو ریخ بانہ ہو جو زور باد ہو کس سے قرین تیج ابرو ہو رنگ میں رنگ بو میں تم ہو ہاے سانر جو چشم آہو ہو کبھی خالی نہ اپنا پہلو ہو وہی فردوس ہے جہان تو ہو
--	--

شکر کس بات کی ہے نکلو اسیر

کیا سبب ہے کہ سر بزا تو ہو

دھل کی رات تو راحت سے بہرہ نہ لے دو ناوک تار کا پہلو میں گزر جو نے دو دیکھنا کیسی برابر کی پڑی سنگی چوٹیں دھل جو قتل ہو جو نفر ہو جو جاسے جھنپے درد دیا ہے وہ دوا بھی دے گا میں غریب اور غریبوں کا خدا والی ہے کھلنے میں ترپنے میں کمی کی کس دن کہر سب خاک میں مل جائیگا سفر درون کا ذکر رخصت کا بھی سے نہ کرو بیشو بھی	شام ہی سے جو دھکی کہ سحر جو نے دو کب سے برا ہے آباد یہ گھر جو نے دو یار کا آئینہ خانے میں گزر جو نے دو یا اوجھر جو نے دوا نکلو اوجھر جو نے دو لا دوا ہے جو مراد رہی مگر جو نے دو ہو نے دوسارے تو نے کو اوجھر جو نے دو ہے جو اسیر بھی خدا دے مگر جو نے دو اک نہا گور غریبان میں گزر جو نے دو جان میں رات گزرنے دو سحر جو نے دو
---	---

ہم تصور میں نہ کیے پھینچیں یہ نہ ہو گا ہم سے	-	لو کہ نازک ہے حسنین کی کم ہونے دو
تو سہی مجھے سوا صبر تڑپ کر چھینے		میرے دل تک تو ذرا اُسکا گز ہونے دو
وہل دشمن کی خبر مجھ سے ابھی کچھ نہ کہو		مخبر و مخبر دیکھنے اپنی تو خبر ہونے دو
ہاں وہ وہل کی شب اٹکا ادا سے کہنا	-	باندھنے دو مجھے جوڑے کو سحر ہونے دو
جاگ کر کاٹتے ہیں بھر میں ہم بھی راتیں		نہ تھکے ہوتے ہیں گر غیر کے گھر ہونے دو
شوق سے تم ہو دو دایم پسر گرم خرم	-	دو ہون عالم ہوں اگر زبرد زبرد ہونے دو
آنے دو آنے دو زلعون کو ذرا گالوں پر	-	شاہدِ شب کو ہم آغوشِ سحر ہونے دو
خواب میں تمکے وہ پورے مر کا ہونے سے		بیتِ شب کو شبِ داخِ شب ہونے دو

پھینچتے کیوں ہو جوانی میں حسنین کو امیر

رات ہی بھر کا یہ چوہن ہے سحر ہونے دو

رو لطف ہاں ہے ہوز

واغدا ذرا سی پکیے ٹوٹا س کا مڑا تو دیکھ
لیل کا سن نہ حالِ مہین کی ٹھٹھا تو دیکھ
نابہ کہ مر خیال ہے تو نہ چندا تو دیکھ
کبھی کا دیکھنا نہ سہی کا لکا تو دیکھ
نخلا ہے چاندِ عید کا سوسے سا تو دیکھ

کتنی ہے گرم دستِ روز کی ادا تو دیکھ
اسے گلِ بیار جاتی ہے دکھا ہے مگر میں کیا
بٹ سنگِ طور کے مہین نوے سنگ ہی نہیں
وہ رخ بھی لا جواب وہ گیسو بھی برہمن
اب تو نہ بند کر رہا میٹھ نہ محنت

اُس آستان کو عرض سے تشبیہ دی امیر

پہنچا کہاں رسائیِ ذہن رسا تو دیکھ

ہزارا لے کدوں باغ میں ہزار کے ساتھ
کہ وہ بیار کی باتیں گنیں بیار کے ساتھ
ہزار میں آٹھ تیس جنِ مطہرِ غبار کے ساتھ

چمن میں غیر بھی آسے جو میرے یار کو ساتھ
نخان میں کہیے نہ میل سے چہلے کو
کیا وہ مال کہ دل سے محلِ گنیں چنانسین

زمین تو روتے ہیں شمع ہر مزار کے ساتھ
 کر فاش فیش کے ہر لہلہ گل ہے خار کے ساتھ
 مزار تو یہ ہے کہ باقیں ہیں چادر پل کے ساتھ
 نظر بھی بگنی ہے آنسو دیکھنے تلوار کے ساتھ
 پہنچ سکے نہ سپاہ و کبھی سوار کے ساتھ

مزار سے جو یہ آتی ہے دردناک صدا
 چڑھنے لگے و شقت سے جی زخاں پر عیش
 شیب وصال جگر نے سے نالہ کیا ہے
 بکا ہے کچھ ہے جوش گریہ سے بے نور
 عدم کو رہ گئی رو گپ تن حسا کی

فرا جو ہے جو وہ آرزو اپنی آئی اجمل

ایسے پھر گئیں آنکھیں لگا دیار کے ساتھ

سوے کرے باندھو گے دزدِ حنا کے ہاتھ
 سارے جہان پر مٹیہ دین ہم اٹھا کے ہاتھ
 دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑا کے ہاتھ
 آئندہ آن بان ہے اپنی خدا کے ہاتھ
 چین چین سے اسے چھری لی بڑا کے ہاتھ
 سینے پر اپنے دھکم نہیں سکتا اٹھا کے ہاتھ
 جو بن نے کھٹے چین پر دل بڑھا کے ہاتھ
 ہڈیا کے پارک پر زمین جو چین لگا کے ہاتھ
 کتنوں کو تم نے ہاتھ سے کھو یاد کھا کے ہاتھ
 کیا چاندنی ہے توڑیے تار بڑھا کے ہاتھ
 جلا دینے دینے گئے سب تھکا کے ہاتھ
 جہانم ہائے مفت ہوئی ہم لگا کے ہاتھ
 بنتا العیب پڑی جو عجب پار سا کے ہاتھ
 یہ جو تھکا کے ہاتھ تو وہ ہے ادا کے ہاتھ

رکھتے ہو رقص میں جو کمر پر اٹھا کے ہاتھ
 چھوڑیں جو اپنے ہاتھ سے اس دل بکا کے ہاتھ
 دیکھنا بار بار مرے پاس لا کے ہاتھ
 اب تک تو بیخ بار سے موزا نہیں ہے نہ
 کچھ بھی ہوئی جودست درازی شب وصال
 تو ہوں اور کچھ نہ سمجھ کر وہ عجب جائے
 میں اسے ہاتھ اٹھا کے جو انگڑائیاں کبھی
 کبھی سے اچھلتے ہیں ڈوبے ہوئے غیب
 دکھلا کے ادا کن کتنوں کو پا مال کر دیا
 دیکھی ہوا کی زلف میں افغان جہاں شوق
 وہ سنت جان ہوں میں نہ چلا کچھ کچھ کہاں
 کہتا ہے قافل آپ ہی مرتے تھے جان نثار
 قاضی کو شوق بادہ کشی کا ہے آج کل
 بس میں مرے نبوت سے چھری نہ لیتا تھا

بے کار عشق میں نگین سیری بڈیان خون آنے سے دل کا کیا ہو کون ہے آتش علاج ہر سب سمجھتے ہو تم جسے یہ دل چراچرا کے کسے آنے دینے	سیجا لگ جیب کو تھفہ ہما کے ہاتھ منہدی نے باندھو گین میں مری ورا کے ہاتھ سورج سے لے رہا ہے بلا کین بٹا کے ہاتھ خالی ہیں دیکھنے میں تو دزدو جنا کے ہاتھ
---	--

قاصد آوارہ ہے تو کچھ غم نہیں کیا
خلا کہہ کے مسجد و گامین یکساں کے ہاتھ

راہ بتلاتے ہیں ہم اور اسے دھیان ہو کچھ کر کے پامال ہے دل کو کہا عالم نے نہیں کرتا ہے ملاقات توڑا ہند کرے سیر غماز سبستی ہے عباد ریش سپید کو کسے غمی مجھے معقل سے چلا ہے تپا غیب سے آئی صدا قصہ جو قاصد نے کیا	دلو سمجھا ہے کس طرح یہ انسان ہے کچھ کون تعظیم کرے اسکی یہ قرآن ہے کچھ لا آ بالی ہیں تر سے مدائین امان ہے کچھ نو نورنگ میں داعی کی عجب شان ہے کچھ دور در کوئی یہ کہہ دے کہ ابھی جان ہے کچھ شیر کے ترش میں جلا ہے اری نادان ہے کچھ
--	---

ہو نہو آئی ہے اس کو چہ گیسو کی ہوا
جوش سودا ہے امیر آج پریشان ہے کچھ

چاند سا چہرہ نور کی چتون اشاد اشاد اشاد گل رخ ہارن لاف جو سنیں گے چو گرس سب نکلنا ساتی بزم روزا زل نے باد میں ہلایا امین تہ غضب ظاہر کی دکا وٹ نچان در پردہ لگا غیر واپکا مشوہ جو دکا وٹ اور امین محمد میں امین نور کاٹن ہے نہ کہے کہہ مے آپس کیا زور کی چمک سج کیا صندین کو تھنے سختی ایسی مری ایسی	لڑکھلا آپ فی جوبن اشاد اشاد اشاد حسن کو تم ہو غیر جاکشن اشاد اشاد اشاد آکھیں میں سائیشہ چکرین اشاد اشاد اشاد چاہا کہ تیر پیار کی چتون اشاد اشاد اشاد جو گلچین مازمہ رن اشاد اشاد اشاد پچھلے گلشن اس کے جو غن اشاد اشاد اشاد سوم بدن ہے دل جو ہیں اشاد اشاد اشاد
--	---

وہ امیر ایسا ہو کہ ہا شعر ہیں یا معشوق کا کہنا
صاف ہے ہندش صفوں روشن بشارت شاہ اشرف

روایت یا کے تھمائی

کیون وصل کی چرخ کو خبر کی
کیسی آرنی و فن ترانی
اسے یاس ندول میں پاؤں پھیلا
خطا لیتے ہی چہلہ یا مردم کو
نیرنگی مبار بارغ عالم
کچھ میری سنو کہو کچھ اپنی
خدا دے نہ اس طرف کیا چاک
دن بھر مجھے رکھتی ہیں پشیمان
ہر بات میں تھو زبان سے نکلا
غفلت میں نہ کو غضب بایں
سینے میں نہیں ہے داغ عالم
چھا گل کا یہ شور ہو شب وصل
عشنا جسے جانتا ہے عالم
آنکھیں کھولیں گی ہند بھی کیمن
ہنگامہ حشر کو جو دیکھ

آند ہے جو شام سے سحر کی
تھی ایک مہا ادھر ادھر کی
پہنائیں شمعین مرے جگر کی
اتنی ہی بکھی تھی تا سر بر کی
گڑوسی ہے ترے گلے در کی
باتیں نہ کرے ادھر ادھر کی
یہ ان آدھ گنیں و حیان جگر کی
بشارت دو چہ تو نہیں سحر کی
جب رہنے لگی کہی ادھر کی
سیرات ہے جان عمر سحر کی
آہری ہیں یہ چنگیان جگر کی
آواز سنوں زمین سحر کی
بر چھائیں سرے وہ تری کمر کی
وہ شکل نہ سامنے سے سر کی
ڈیوڑھی سمجھا میں ترے گھر کی

شام شب سحر و عمر آخر

اسیاد میر کیا سحر کی

کون جانے تجھے کہاں تو ہے

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے

+

لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ	سودشانون پر بے نشان تو ہے
تو ہے غلوہ میں تو ہے ہلوت میں	کبیں نہاں کبیں عیان تو ہے
نہیں تیرے سوا یہاں کوئی	یہ زبان تو ہے یہاں تو ہے
جسم کہتا ہے جان ہے تو ہی	جان کہتی ہے جان جان تو ہے
نہ مکان میں نہ لامکان میں کچھ	جلوہ فراہمسان وہاں تو ہے
لنگ تیرا چمن میں ہوتی سدی	خوب دیکھا تو باغبان تو ہے

محرم راز تو بہت ہیں امیر
جسکو کہتے ہیں رازوان تو ہے

جتنی کہی کہ نامہ سیاہی میں رہی	آتی ہی دیر غنواہی میں رہی
حسرت نہیں وطن کی تباہی میں رہی	کچھ گرد و غبار کے واس میں رہی
مدد شکر غنویہ سے گئے حشر میں ہوئے	حسرت گدا کی مجلس شاہی میں رہی
ایک لکھ اُس نے پھر لی تو کہاں پھر ماری زبیت	آدمی تو جان فیہ بگاہی میں رہی
تھی لڑاکو سے یار میں کیا جاتی اپنی خاک	اتنی تھی کم کہ آرم کے ہوا ہی میں رہی
دی ہی تو قدر یار کو طوبی سے دی مثال	پستی مری بلند بگاہی میں رہی
دیکھو تعلیم مری تندرل آہ کی	کیسی رنگ کے مرغی الہی میں رہی
ڈوبے ہوئے نصیب نہ اچھلے کی طعن	کشتی اُجڑا سہر کے تباہی میں رہی
بغضو سید سے انگلیں شائس سی ہوئیں دوچار	چوک چوک چوک کے سیاہی میں رہی
سائل برآ کے تھنے دکھائیں وہ خوش خیال	پستلی بزم کے دیدہ ماہی میں رہی
ابلیس آدم تھکا تو مراد اول آدم تھکا	دو ہاتھ چل کے رہن دراہی میں رہی
منہ آدم تھکا تو مراد گئی تیغ یار بھی	چلتی ہوئی زبان گواہی میں رہی
مدد شکر تھ سے نام محمد محل گیا	بات اپنی بارگاہ الہی میں رہی

کیا رویہ ہلال سیاہی میں رہ گئی
 تربت فقط عارتِ سٹا ہی میں رہ گئی
 اچھی مٹی شے خوند، شاہی میں رہ گئی
 بان اک خدا کی آس مباحی میں رہ گئی
 ایسی زبان دراز گواہی میں رہ گئی

ابرو پر اسکے آنکھی اڑا کر ہوا سے زلف
 اندر سے انقلاب محل سے نہ قصر ہے
 صد شکر حق نے میری تواضع قبول کی
 امید نا خدا کی کہانِ بحرِ عشق میں
 اخبارِ جہم عشق میں کی آہ نے کی

پردے سے اسکی ذات کو کیا کام تھا اسیر
 چھپ کر صفاتِ نامتنا ہی میں رہ گئی

ہے ایک ہی صورت کردار بھی ہوا میری
 اے بے بھر و کچھ تمہیں آتا ہے نظر بھی
 صد تے تری آنکھوں کے کوئی جامِ ابرو بھی
 ہن بابتن ہی باتن کر ہے کچھ تو نظر بھی
 گھبرائی ہوئی پھرتی ہے کچھ بازو سحر بھی
 پہلو میں سرے دل بھی ہے سنو سنو جگر بھی
 میں کیا کہہ نہیچ نہین دان میری خبر بھی
 شاید کوئی معشوق تمہیں سا ہے اُدھر بھی
 اک عمر ہوئی ہے نہین آئی ہے خبر بھی
 کس آنکھ سے دیکھو میں ٹھہرتی ہو نظر بھی
 کچھ سوچ کے انجامِ اُدھی ہے اُدھر بھی
 کچھ دل میں ہے قاتل کے قزم کا اثر بھی
 دشمنِ جدوژن کی طرح مرنا سحر بھی
 ہر وارچہ کہتا ہے کہ کالم کہیں مر بھی

آئینہ ترے حسن کا دل بھی ہے جگر بھی
 خورشید بھی اُس روز کا منظر ہے قسم بھی
 ساقی ہون تری بزم میں من تشد جگر بھی
 تو چیم سخن گو سے مجھے پا چھو دے رات
 کھلے پلے جاتے ہیں گل کسک سے آد
 کیا پاس نہین میرے جو تم غیر سے مانگو
 اشرے ناما قتی و نصف کا عالم
 نہ نہرِ فلک کا جزا و مسد کو نہین پھر تا
 کیا جانیے کیا حال ہے یا مانِ عدم کا
 وہ جیسو پر نہر ہے اک برقی تجلی
 تہانے سے دل پانا کہے سے پھر ہے
 رک ترک کے جو چٹا ہے گلے پر ہے خبر
 کس کس کا گلہ کیجئے یا رب کہ غضبِ اہل
 کیا تنگ ہے بلو اُدھر سخی جان سے

گدے ہوئے باغ میں دیکھے جو شجر بھی
اللہ تعالیٰ ایک ہی فتنہ ہے بشر بھی

جو بن مری آنکھوں میں پسند اگلی دن کا
رقار تری دیکھ کے کہتے ہیں فرشتے

مستور و مژدہ ہے تو ایسا راد کر جو شجر

+

ہو گئے نہیں پورا دن میں چرخ میں شجر بھی

پرو یہ کہتے جاتے ہیں نکمہ دن سے راد بھی
اثر ہے جو آنکھ کھلے وقت سے راد بھی
لب خشک میں ایک آن پینے میں جو تر بھی
ساتی ہے گل رنگ سے سائو کہیں سحر بھی
کیا تیر چمری کھینچ کے نکلی ہے نظر بھی
نخلیں گی جو کلیاں تو نخل آئین گے پر بھی
غائب ہے دہن یا کارو پوشش کمر بھی
بے شب کوئی شہر ہے دلچسپ اور بھی
پیکر داس دجھاٹنے کو کمر بھی
دل ہو کر جگر دو دن اور بھی میں اور بھی
تسلیم کو اٹھانے مراد و حبس بھی
آئے نہ کہیں شام کے ہمراہ سحر بھی
کافی مرے وہ جاتے کو ہے گرد نظر بھی
سبز پیرے ہوئے شمس بھی جاتا ہے قمر بھی
اللہ کی قدرت کا نشانہ ہے بشر بھی

غیر دن سے میں بائیں بھی عیادت کی نظر بھی
پیری میں بھی جا بیکگی جاتی کی نہ غفلت
پتہ کہد نکل بھاگے ہوتا ہو سے یہ ککے
جا ہے بچے دغلی محفل میں نہ کر در
جب تک کو آیا ہے مرے غمزدہ قافل
کیا غم ہے خزان میں جو نہیں طاقت پر دانا
معلوم نہیں کس کو کیا متصل کہ ڈر کر
جا ہے جو چہتی سے عدم کو نہیں پھر تا
ہے شوق جہانوں کے بڑانے کا تو ایک آن
پہلو میں مرے ہستہ میں ہی دیتے ہیں اپنہ
بیل میں کس کا ہون کہ آئے جو سیما
ڈرتا ہوں شب و صبح کہ تقدیر بری ہے
اُن آنکھوں کی آفت میں ہوا ہوں میں لاغر
ڈرتے ہیں یہ خانے سے یہ ہو جو دو دن
رخ عرش کی قندیل ہے قدیم تعسلی

وقت میں ایسی ہی رہتی ہے آداسی

روتے ہیں مرے حلق پر دیار بھی در بھی

+

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو میں رہ گئے
 اندھ شبید صل کی سن لے مرے گھر میں
 رخصت ترے یکس کو کرے کون دم نزع
 اندھ سے ختم بخود کی عشق کے ہم پر
 عاشق کی طرف خود بین بن جاتے ہو لو کہند
 آئے وہ دم باز پسین یوں مرے گھر میں
 کوٹھے سے نزاکت تو اترنے نہیں دیتی
 ہمسایہ ہی کے کوٹھے پر آئے کبھی وہ ماہ
 دیکھی جو مری یاس ترس کھا کے یہ بولے
 یاد آئے اگر مجھ کو چین کچھ نفس میں
 ہنس ہنس کے بہت زخم جگر حیرت ہے میں

شہد احوں کیجیو یہی امید ہو آئے
 اندھ سے منڈھام سے پہلے سحر آئے
 بھکی ہی ابھی کوئی وقت سحر آئے
 ہم آپ میں آئے تو کہا تم کہ سحر آئے
 کچھ ناوک دلوں ہی شکین کر آئے
 جی طرح کہیں جاننا پی پچھلے پتھر آئے
 تم آنکھوں سے دھین مرے کیونکر اتر آئے
 جاننا اور دیکھنے گھر جاننا ہی میری گھر آئے
 اندھ کو اب تری امید ہو آئے
 دامن میں بیٹے پھول نسیم سحر آئے
 تھانی وہ لگا اندھ کہ دل تک اتر آئے

کس طرح امیران سے نہا ہے کوئی الفت
 دل دیتے کو ہر روز کیا ان سے جگر آئے

ہیں استاد سے یہ تیغ قاتل کے
 داغ افسردہ ہر چلے دل کے
 شہرہ لیٹے تو مارنے دینار
 ہم سے یکے میں جو طرز نا کہ کشی
 دل میں آ کر نہ دل سے پھر نکلتے
 سوتے کیا ہیں پڑے ہیں نگہ میں
 فیصلہ کر رہے ہیں جہان کا
 عزم کوئین سے بچے سب کام

آؤ ایمان نکالو دل کے
 جھلکاتے چراغ محفل کے
 صفت ہر نام پر دے گل کے
 پھول نہ چوم لین عناد دل کے
 تم تو ایمان بن گئے دل کے
 تھکے ماندے غریب منزل کے
 پیچ میں چڑکے پر دے محل کے
 کسی کو نے میں پڑ رہے دل کے

اب تو کمر سے بھی دو پہنٹا ہے
 ہون جو واقعہ جزائے احسان سے
 کیسے مجنون کے بنگئے ہیں رقیب
 حائل دل درو و داغ سے پر چھو
 موت سے دو جہر تک کے کہتا ہے
 پوچھتے ہیں دو جہر سے عید کے دن
 تیرا آئے ہی دل کو اے بھکے

چھاپے دے دیکھے خونِ بک کے
 ہاتھ جو میں کریم سائل کے
 پا کے بیل کی کوہرے محل کے
 بیڑے راز دار ہیں دل کے
 ہٹ نہ پاس میرے بسل کے
 کہو کیا بلِ غیب گلے بل کے
 اچھے آئے یہ مدلی دل کے

اُس کی رحمت ہے لو لگا کر اسیے
 ازل سے اسی کی کشتِ خصل کے

وہ بن سنور کا دھرتے ہیں جہا کے لیے
 خیال ہی میں غزے وصل و ربا کے لیے
 کما زمین کی ہے اپنی نفسِ حقیقت پر
 خدا کی شان جو شوخی سے آشنا ہی دشمن
 دباں زخمِ من خبر دہر کہ کے کہتے ہیں
 دکھاؤ کھٹکشاہِ مسل انکو پھول داغون کے
 یہ چکیاں نہیں آتی ہیں ترغاب میں بہم
 وہ آئینِ نرنا میں چلتی نہیں زبان نہ چلے
 وہمِ اخیر تو ترسانہ اپنے جلو سے گو
 کنگاوِ لعل بھی خالی نہیں ہے شوخی سے
 یہ کس کے وصل کی ہے آرزو کہ اس میں اب
 دل و جگر کمر سے ہلک کر وہ کہتے ہیں

نرے ہیں کج دل درداشتنا کے لیے
 لیے جو بہتے تھوڑے خون کی بھی چھپا کے لیے
 تون کی ماہرین میرے ہیں ہم خدا کے لیے
 ٹرس ہی ہیں وہی آنکھیں اب جیا کے لیے
 کہ بے زبان مجھے دیکھ میں سب کے لیے
 نگارِ ماہون یہ ڈالی اگر آشتنا کے لیے
 جھٹائی جاتی ہے ڈاک و قضا کے لیے
 کنگاوِ اس تو ہے عزمِ مدعا کے لیے
 مسافروں پر ترس کھا فضا کے لیے
 کسی ادا کو تو رکھ چوڑے بیہ میا کے لیے
 دروغین ناگہ ہی ہے مری دعا کے لیے
 نشانے خوب ہیں یہ ادا کب جہا کے لیے

چنگ دہی جے مرے بال بال کو حشر
دوست کرنی ہے کیوں بار بار سفاط

یہ سب مذاہن میں اظہار دعا کے لیے
شکست عیب نہیں گیسو دوتا کے لیے

اہمیر گجے کو جاتا ہوں میں تو دوسرے بُت

بکارتے میں اور بھی ذرا خدا کے لیے

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
شکر میں کھلا اسکے لیے چالِ شلائی ہوئی
آنکھ میں ہر ادا کو دیکھ کر کہتے ہیں وہ
جان بلب سرسٹ میں پانی ہے جو مجھ ناشاد کو
کسل گیا جو میں تو محض سے حیا نے یہ کہا
کہہ تو اسے چچین سیران نفس کے واسطے
میں تو راز دل چسپاؤں پر چسپا رہنے بھی شے
کیونہ سخی میں بھی رہتا ہے یہ جو میں کا سفاط
سو آئی روح جاتی ہے کوسے کون انجام
کیوں ترے لب پر تبسم مجلسِ مقرر میں ہے
آنکھ آنکھ پر وہ بٹھے یہ بھی ہے کوئی بیکھنا
دوس کی شب داہری جیتا بی خوق وصال
غزوة نازد او اس میں حیا کا ہے لگاؤ
جھاوا کی جس میں نے میری آنکھوں نے کہا
دوسل میں خالی ہوئی اغیار سے محفل تو کیا
انکھ گیا پر وہ مختلف کا آنکھ جیتا کھمباتہ
کیا پھلے پورے گئی سید دل پر آرزو

ہائے کیسی اس بھری نخل میں رسوائی ہوئی
کیا جوانی پھرتی ہے جو میں پر اترائی ہوئی
آج دیکھا چاہے کس کس کی ہو آئی ہوئی
کیا جنتی پھرتی ہے ان ہنسون پر تو آئی ہوئی
ایک انگڑائی سے ہم دونوں کی رسوائی ہوئی
تو دونوں دو چار کلیان میں بھی مرجھائی ہوئی
جان کی دشمن یہ ظالم آنکھ لپھائی ہوئی
آنکھ انگڑائی بھی آئی ہے تو شرمائی ہوئی
اگنگا وہ داپسین پھرتی ہے گھبرائی ہوئی
یہ نہیں بھی کیا مرے پھول میں پر آئی ہوئی
اپسین گھونگٹ کی لکھا وہ بھی شرمائی ہوئی
شرم بھی نہیں لگا ہوں سے تماشا کی ہوئی
یہ ہے چچین کہ شوخی بھی ہے شرمائی ہوئی
میں یہ سب پائے نگر کی تھوکر میں لگائی ہوئی
شرم بھی جائے تو میں جانوں کہ تنہائی ہوئی
اس کے حسن و عشق میں مست ہ انگڑائی ہوئی
یاس کے دامن میں جو یہ پود شرمائی ہوئی

گروار کھانہ شوق کی تربیت تو جنھیں لاکر کب

داد سر چڑھنے ملے باطن کی ٹھکرائی ہوئی

شکر گلدستے میں مجھ اس قدر دل کے کیا امیر
دامن گھبین میں کچھ کلیان میں مرجھائی ہوئی

کیا رنگ کہوں مضبوط نفس پس لب کے
دہا کے تصور میں جدا ہو گئے کب کے
عز سے رمضان میں مین وہی بنت عجب کے
شہرین کہیں مشرق میں بھی بے جرم نہ مجرم
جس غفل کے سائے کے تلے راہ میں شہر سے
دیوانہ گلستان کو چلو باویداری
الٹیں تو وہ مشرق میں نہ پھر سے سے پردہ
ایک ایک گڑھی رزق مات سے بڑھی ہے
لین ساق جھے ڈرتے ہیں کیوں حضرت جوتی
بتلا میں گئے کیا بلکہ یہ دربار کا آئین
آئینے حسینوں تک آنے بھی نہ پاتے
کس سے کے میں سائل یہ جواب لہجہ نہ
مستحق حقیقی میں بھی گری کی ہیں بائیں
داغ کا کسے ڈر ہے چوسانی ہو سلامت
گھر بیٹھے ہیں ہاتھ لگی سنبھل مقصود
جب تیغ تری؟ کے گلے ملتی ہے قاتل
ہر راہ میں دیکھا کیے وہ مصعب رخسار
سے میں کاتے حسین فاطمہ بڑھنے

پس پس گئی فواد مری ہوشوں میں لب کے
ہم سے رہتے ہیں جو کبھی انکس غلب کے
شعبان کے کام کے نہ اعمال جب کے
کشتے تری آزد و کی غیہ سب کے
ہم ہاہر و زار و میں رو گئے لب کے
پتے جوار اٹلی سے خط میں یہ طلب کے
آگے بھی ہو جائیں گے بھیجے ہیں جو لب کے
کسطح کٹیں چار پہر عیس کی شب کے
طالب میں وہ خود دہا دیدار طلب کے
خود ہوش نہ کاسے نہیں خدا ام لب کے
افس یہ ہے ہم ہوئے حاکم نہ طلب کے
غالی سے ہوا ایک قراح اٹھ سب کے
قرآن میں بھی آتے ہیں آیات غضب کے
ہم سے تو ملتے نہیں گرد و نوس لب کے
جب توڑ کے ہم بیٹھ رہے پاؤں طلب کے
آتے ہیں میں یاد عز و جل کی شب کے
اس سال میں سب چاند ہوئی مگر جب کے
دن پھرتے نظر آتے ہیں کچھ گری لب کے

میں گونگا مٹاری ہوں نہ تو مری و نہ لب کے
میں تیرے کائنات کے قیاس کے غضب کے

کوسوں کا تھوڑا ہے دغا اور جفا میں
دو قند ہے تون میں ترے چاہنا اور

باتی ہے امیر اتو نقطہ مبہن کا جانا
ہوش و خرو تاب و توان ہا چلے کب کے

سجھو کہ ہنگام میں ہیں جو جھوٹے لب کے
غیر میں قیامت کا رخصت ہو میں غضب کے
کائنات میں مری چالوں کو مٹھیں تو لب کے
دیکھو کہ کائنات میں میں لب ہر لب کے
آئے میں بھری بند میں جا کر ہر لب کے
جو بیٹھے داسے تھے تری بزم لب کے
دو ہام مرے پاس میں یہ آپکو لب کے
نقشے یہ آواز میں تری بزم لب کے
کیا کیجیے عشق نہیں مٹو میں لب کے
دیکھو کہ میں کل جانیں بیان لب کے
سنبھلی بھی جو زبان باندھی ہو لب کے
دل اور بھی دو چار جو جلتے ہی لب کے
ہمراہ نہیں کچھ جو رہیں ساتھ میں لب کے
سب باتیں تو ابھی میں یہ فقر میں غضب کے
لوگوں کو خطا تے میں اور میری طلب کے
دو دن یہ نسل میں مری بھر کی شب کے
جو چاہئے داسے میں یہ لب لب کے

نہ دو جو ملو غصہ جفا منی سے تو لب کے
دیا تو پری جگے پیدا تھی ہے اب کے
کیا لب جنون وادی و خستہ میں جو لب کے
بتھانے میں آؤ گھی اسے حضور سدا بہر
سو لیختے سے لے قبر ہم اٹھ لیں تو دانا
اپنے دو سے سامنے اللہ کے اوبے
ساقی نے مجھے آنکھیں دکھا کر یہ کہی بات
انکھ نے جھکائے ستارے تو میں سمجھا
دل ہی میں ہے جاتے ہیں جہانوں میں
تھو کر سے مرا سر نہ ہٹاؤ نہ ہٹاؤ
سکون نہیں خون خبیان کی حسین قدر
ہی بھر کے ترپے نہیں چھاتی سے لگاتے
ہی چاہے جہان جائز میں کون جو مان
ہر جہ کہتے ہو کہ ہم جاتے ہیں گھر کو
ہر صبح جو ہوتے ہیں عیان غوطہ حافی
زخیم ہر جو ہو یا شیر گی گور
نہا نہیں ہوگو کو دان چاہیں گی حورین

دیوانہ بہار آئی نئے رنگ سے آب کے
جو گارٹھنے آئے تھے وہ خود رنگو دہ کے

شاخون پر نہیں بھول یہ تھوڑی پران
ہاتھ میں مرے خاک پھانے یہ اڑائی

قوان میں اسی آئے ہیں خود کی جادو صاف
دور ہو وہ انداز میں سب میں طلب کے

نار کی کہنی ہے سر نہ نگار ہنسنے دے
عشق کے سار کو پہنان کوئی کیا رہنے دے
غشش نہ کہ مرہ کا نگر سے دل شکوہ
اول اس دور میں ایسی نہیں سنتا کوئی
بے پردہ ہون حاکمات نہیں لڑکی صبا
رو سے چون سرعشر نہ دلاور حشر
اسے ننگ پوش خدا کے لیے جنگی نڈر کے
سویا نہیں ہیں مرے ہوش کی ٹہنیں شہر
دور ویدر و مرے دل کو ستا یا کیوں ہے
بب و نہت ہی نہیں جنت میں تو نہ کدھی
بے قراری جڑا خانی ہے بگھے اس دور سے
دل یا صبر یا ہوش کیا جان ہی چھوڑ
کتر عین سے دور کے نہ کر دل خالی
دل شکستوں کی نہ توڑ اس ترس کھا ایلاس
اسے خاک گور غریبان کو تو بر باد نہ کر
اک کشک سی ہے مرے کوسین در کا جنون

نار کہتا ہے کلی سہی بلا ہنسنے دے
دراغ کچھ وہ نہیں ہے کہ چھا ہنسنے دے
کیا فرے کی ہو چھائیں کچھ چھا ہنسنے دے
تکراس قصے کو ب ذکر وفا ہنسنے دے
اک ذرا خلیخ نشین کو چھکا ہنسنے دے
نیکو تو خاک کی پرے میں چھا ہنسنے دے
کوئی دم اور تر پٹنے کا مزد ہنسنے دے
سے اڑیں اورا فائیں جو حاکم ہنسنے دے
چپ چاپ ہے یہ غریب اسکو پڑا ہنسنے دے
ایسی جنت سے تو دفع میں غلط ہنسنے دے
صفت کہتا ہے پھیر اسکو پڑا ہنسنے دے
کچھ تو گھر میں مرے کو رو دھنا ہنسنے دے
یہ بھرا گھر نہ اجاز اسکو بھا ہنسنے دے
اسرا اسرے والوں کا نگار ہنسنے دے
اس نئے نئے خانے کا کچھ تو پتا ہنسنے دے
کوئی کاٹا گئی چھالے میں چھا ہنسنے دے

سوچیں صحت کیے دامن چھین پر اسی تر

ذکر چولون کا بیان باوصیاء نے دے

باقین مکرچمین وہ انداز سخن کسا ہے
حشر کی کچن میں جتنی چنسن کسا ہے
تیرے چلتے ہوئے نقرہ زین چلن کسا ہے
یہ نیا شعبہ اسے چرخ کہن کسا ہے
تجہ میں اے گری فستار چلن کسا ہے
اس قدر تنگ سیا تیرے دہن کسا ہے
تلخے دین چولون میں کٹو یہ چمن کسا ہے
جو ہرگز نہ بے پھر وہ وطن کسا ہے
آئینے روپے یہ مگر تبار من کسا ہے
امطرا ب تھے اے تیر فلک کسا ہے
بوجھ تو جاؤ کہ یہ سبب وطن کسا ہے
دل دھڑکتا ہے کیا اب یہ کفن کسا ہے
کاشے چولون کی مین لڑکی چمن کسا ہے

لوٹ جو جس پر تبسم وہ دہن کسا ہے
فٹنے پستے مین یہ بے مسافرین کسا ہے
پوچھ اے تیجا ادا تیجی قصا سے جل کر
تو اے سلاے کے مگر نہیں باور آتا
پہونک جیتی ہے دو عالم کو ہوائے دامن
بات چوس چوس کے نکلتی پوجنی پس کر
چشمہ ہی مین دل داغ مین فلکین کس کی
مگر اچڑتے ہی مین پستے ہی مین لیکن کوسج
در سے ہم گئے کبھے کو تو کبھے نے کہا
تیر چکی مین کمان ہاتھ مین غنچیں
مین تو مین غنچ مین وہ کہتے ہرنگار کبھے
نظر آتی ہے کہین جب نئی چادر کوئی
دیکھ کر خط ترے کالون پر یہ کبھی ہے بیبار

بولے مجھ تار کی تربت مین نکیر مین آئیں

لاش تو سے نہیں خالی یہ کفن کسا ہے

مین کہون گا سنے وہ دانے سنے
ایسی حسرت بھری لسانہ سنے
پاسان کیا ہے نقش پاؤں سنے
آشنا کی جب آہستہ آہستہ سنے
لڑکے کبھی سنانہ سنے

نہ سنے درد دل مرانہ سنے
دل کی بارہب وہ دلر دانہ سنے
یون دیان مل کپاؤن کی آہستہ
کسی آہستہ کا کبھی شکوہ
لاکھ دھوپ ہے مرا قصہ

جو کسی کو بڑا بھلا نہ کہے
 دل وہاں ٹھنڈی سانسیں لیتا ہو
 خواہشیں وصل پر دوشوخی سے
 داتے قسمت جو ب کی سنا ہے -
 دل جو کہتا ہے بے اثر ہے دوا
 پھول آہستہ توڑے گلچین
 وعدہ وصل چکے چکے ہو
 حال پیو لوں کا جو خزان نے کیا
 میری ضرر دیا درنگان تو نہو -
 درد پر دل نثار دل پر درد
 نالے میرے تھے وہ اور ترسے
 بہت سے دل وفادار نہ بکار
 میں ہوسنا ہوں تو جو کہتا ہے
 رات تھوڑی سی مسرتیں جمید -
 مانا ٹھوٹا ہے قصا سحر سے
 وہ کسی سے بڑا بھلا نہ تھے
 کوئی فقرہ بھلا بہت نہ تھے
 بوسے بس جانے وہ حیا نہ تھے
 وہ بھی عاشق کی التجا نہ تھے -
 درد کہتا ہے چپ دوا نہ تھے
 دیکھ غلام کہیں صبا نہ تھے
 عرقا عرقہ آوا حیا نہ تھے
 کہیں مہبل وہ ماجرا نہ تھے
 بیت ہی سن لین اگر خدا نہ تھے
 ایسے دیکھے ہیں آشنا نہ تھے
 میں سناؤں اگر تو گیا نہ تھے
 کہیں وہ دشمن دم نہ تھے
 اسے شکر مگر خدا نہ تھے
 کیا کرے کیا تھے وہ کیا نہ تھے
 کہیں اس شوخ کی ادا نہ تھے

جو کوئی درد آشنا ہوا میر
 ادھر آئے مرانا نہ تھے

سنہ چکدین گئے ہم قیامت کے -
 پھر وہ چلے نصیب فوجت کے -
 چھپتی پھرتی ہیں مسرتیں پس مرگ
 اس ادا سے چلے جھڑکے دن -
 مین یہ نکتے کسی کے قیامت کے
 تم چلے دن پھرے قیامت کے
 گونے گونے مین میری تربت کے
 نکتے پس پس گئے قیامت کے

چلے جاتے ہیں دھڑکی بیٹھے ہیں	کیا جھلے میں میری شکایت کے
میشس کر لوتی جوانی ہے	یہی دو چار دن میں فرحت کے
بہر کی ایک شب نے دکھلائے	سیکڑوں دن مجھے قیامت کے
جلوہ نغم میس بسیر ہمعن	میں ترار سے سند دولت کے
دیکھ کر ذہن دز کو پگھلے سٹیج	ایوٹھ سے دنو میں حضرت کے
دسم دیکھو ہاڑے نالوں کا	کنگرے میں قصور جنت کے
کیا کیا کو بکن سے شیریں نے	بھاگ سائے سے پمروت کے
نازی طرح اٹھے محاکاوت	ہم ہیں کھٹے تری نزاکت کے
باغ لوگوں کو بسم کو داغ جلیے	تھے ہی پھول اپنی قسمت کے
دل کی انفر دگی سے ستر کے دی	جھلے میں چراغ تربت کے

ہفت روزہ کو جانا ہے اسیر
گرم فقرے تری شرارت کے

دل میں جو داغ میں غامت کے	پھول میں سب پہاڑ جنت کے
سو کھے جب پھول میری تربت کے	دوڑے تھے سحاب رحمت کے
وصل کے دن قریب آتے ہی	جوڑے چلنے لگے نزاکت کے
کہتے ہیں عاشقوں کو اب اٹھیے	فرے جاتے ہیں پان غصت کے
دل مرا اور آرزو تیر سی	جان صدقے ہو بی حسرت کے
تیری صورت بنا کے جیش ہے	کارکن کار کا و صنعت کے
کیون نہورنگ آسودن کا سیام	میں عرا دار دل کی حسرت کے
ہو گئے سرخ بوٹھ باقوت میں	داہ کیا رنگ میں نزاکت کے
دو دن عمل ہوئے نہو بالا	تم تھے ہونے میں کیا قیامت کے

<p>رگڑے ٹھنڈے گھونٹ شربت کے صدقے اس پیاری پیاری صورت کے ہم تو عاشق ہیں اس طبیعت کے ہم نقاہت کے وہ نواکت کے رنگ بھرنا مری طبیعت کے آج ایمان نکلے حسرت کے وصل میں حذر تھے تراکت کے کیون چکھا دون مری محبت کے</p>	<p>تیرے کشتوں کے حق میں میں قائل کہتے ہیں غمکو دیکھ کر یوسف جبکو دیکھا حسین لوٹ گئے وصل کو نہ کر دو دون قیدی ہیں اسکا نقش بچے تو اسے نقاش اسنے تمہوں سے میرے دل کو کلام قتل کو دوڑ کر چلے آئے رکھ کے خنجر لگے پہ کہتے ہیں</p>
--	---

جیسے تجھے میں سو رہے ہیں آہیں
یار ہیں سب ہمارے ہی صحبت کے

<p>و عادی تھی اسکی منزل رہی ہے خزانتہ سے آنکھیں حیاں رہی ہے مریضہ کو اچھی دوا مل رہی ہے یہ گویا قضا سے ادا مل رہی ہے لہو میں جادو سے خیال رہی ہے لگے تیغ کے کیوں قاتل رہی ہے قیامت صداسو صدل رہی ہے یہ ٹٹھی میں میری دقائل رہی ہے آؤ بیت میں ملات سوال رہی ہے</p>	<p>یہ گالی جواسے دلربا مل رہی ہے لگا جا رہی ہے کوئی لنگ تازہ بحری زہر سے ہیں عیادت کی باتیں لگے پر جو رنگ کے چلنا تو بھنجر ابنی آنکھیں داس کے یہ زینت مرے قتل کا دن ہے کیا عید کا دن بہار آئی ہے چھپاتے ہیں بلبیل مرا دل وہ تمہوں سے ملے نہیں ہیں آریا راجا کیون کروں چاہا گر سے</p>
---	--

ایسا بکبان ختمین کوئی کامل
رہی ہے تو اک بکر کامل رہی ہے

قد نے گیسو کو سہ چڑایا ہے
خود نہیں ایریگر کے آیا ہے
... پھر گئی جن میں مرے
سجدے کرتے ہیں طاق ایروین
مشریب صلح کل میں اسے زاہد
مرد آفت ہے روزِ فرقت بھی
دیوہ تر سے کر کے، سمجھ چسپی
گیسوؤں سے ضیاءِ رخ جو عیان
کیلے تیریں وہ خیر سے بولی
ہو ہو چین زلف میں ہو گا
نقدِ طاعت جو روز کرتے ہیں تار
انس پیکان سے کیونہو دل کو

سر سے بھی بستہ سایا ہے
شوقِ مستون کا گھیر لایا ہے
دیکھو تربت پہ کون آیا ہے
ہم سے کعبہ نیا بنایا ہے
تویر بھی ایک حرم کاسایا ہے
مشرنے راس اسے بٹھایا ہے
کیا سندرنے غوطہ کھایا ہے
نورِ مہتاب چمن کے آیا ہے
دل بہو ہو کے رنگ لایا ہے
ہم سے دل کا پست لگایا ہے
مسند کا پیشگی کرایا ہے
پست ہمشکل یار پایا ہے

کھڑیوں روئے ہیں ہم ایسے لہو
زخم کوئی جو شکرایا ہے

کیون وہ شرابین اپنے زبان کو
نشر ان کی کیلی پلکوں کے
آبلے وکے جب دکھانا ہوں
ہم سے بلبل نے دام میں دیکھا
نعلِ امید ہوں ہی میں سرسبز
چاک کرے گی وضع پوچھتی ہے
چاندنی کو اگر چمکنا ہے

حوریں چھتی نہیں میں مزار سے
مانگتے ہیں بہو رگہ جان سے
چیز دیتے ہیں تو کب ترکان سے
آب و دانہ اٹھا گلستان سے
سینچے، اکو آب پیکان سے
سج عطر مرے گریبان سے
مانگے تیرے اکی نشان سے

دستِ دُخت سے پینتر اُٹے	آگے ہل نکلے ہم گریبان سے
بادِ مِزگان ہوئی سپاہِ اہل	خون اُٹنے لگا دگ جان سے
برگِ گل لکڑا سے ابرِ جبین	تیرے دامن مرے گریبان سے

پہول جھڑکے ہینِ خزان میں اکیر
اُڑے جاتے ہیں گلِ گلستان سے

نخلِ نینب جو حیرت ہوگی	دیکھ لیٹنے کی تو صورت ہوگی
کچھ تو بچے جاہن گے آنسو میرے	لاش پر تنکو جو رقت ہوگی
کہتے ہیں آئینے ہم بھی پئے دھن	شکس چوٹی سے جو فرقت ہوگی
وصل میں شام سے جو خوف رہا	سج کو کیا مری حالت ہوگی
لوگ کہتے ہیں کہ بجلی جسم کی	سیری آہوں کی خفارت ہوگی
دور ساقی کو ترے مستون کو	ہوش آیا تو قیامت ہوگی
نزع میں ہوں نہ جزاؤ آنکھیں	دیکھو پھر تنکو بھی حسرت ہوگی
کب تک اسے شیخِ مصیبتوں کو گریز	یہی عروں کی بھی صورت ہوگی
جے یہی چال تو دہی دن میں	آگے تم پیچھے قیامت ہوگی
گراؤ اسے عورتوں کو چے کی	اڑکے بسے گلِ جنف ہوگی
بادِ غیاں ہے تو کیا رنجِ فراق	شہِ رخمِ عور کی صورت ہوگی
دمِ ہون پر ہے بہت دیر نہیں	آئیے جلد فراغت ہوگی
آنند دیکھیے رہنے نہ سمجھے	آپ کی بھی یہی صورت ہوگی
چیز دی شہیدہ ڈٹے کوئی	تکھ ساقی سے غلامت ہوگی
لاش اُس عور کے کو ہے بین گزی	روح اب داخلِ جنف ہوگی
ہم بھی محشر میں طلب ہو گئے امیر	کیا قیامت میں قیامت ہوگی

<p>نہ اٹھو نزع میں حسرت ہوگی آپ گم غیر کے جاہلین ہسم بھی بھی بیباکی دل ہے تو مجھے وہ تو ہونے کے نہیں گرم خرام روئیے گا نہ مرے ماتم میں گرمی سے قیامت کیسی بھسے دیوانے اگر جمع ہوئے کشتہ اک چاند سے رخسار کا ہون آنکھ اس جوڑ کو تھکتے تھکتے یہ اٹھا دینے کی حکمت جو نئی دل اٹھاؤں گا میں اس سے واضح میں نے شکر اٹھایا غیروں سے</p>	<p>یار چہرہ کا ہے کو صحبت ہوگی میری جاہلین گے جو غیرت ہوگی مر کے بھی خاک نہ راحت ہوگی کون کہتا ہے قیامت ہوگی قبر میں مجھ کو اذیت ہوگی پیش دل کی شرارت ہوگی کیا پریشان قیامت ہوگی چاندنی چادر تربت ہوگی خس گلشن جنت ہوگی کہتے ہیں پھر بھی زیادت ہوگی نازا ٹھانے سے جو فرست ہوگی آنکھوں کی بھی شکایت ہوگی</p>
--	--

آنکھ دیکھنے دو ان کو اسی
دیکھنا اور ہی صورت ہوگی

<p>اٹھا پردہ تو شرم حائل ہوئی طبیب کہیں اُن کی مال ہوئی جہاں شہرہ سے مقابل ہوئی بڑھا جو میں اس قدر ضعف دل چھپا و خیر روز کو سپر معاف جل آنکھی اپنی سیدی میں یاد چھری کھینچے اس ترک کی میان سے</p>	<p>نہ چلی سے چلی مست بل ہوئی جو پاؤں تھی وہ سلاسل ہوئی جراغ تھمہ شمع محفل ہوئی مجھے سانس مہنی بھی مشکل ہوئی جوان ہو کے بڑے قابل ہوئی سحر کو جو غل شمع محفل ہوئی کلیجے میں رکھنے کے قابل ہوئی</p>
---	--

شب بزمِ حواس زلف کا تخیال
ہوا جس اُس سے توڑاں م کے دم
ہوا گرم رحمت کا جب فکر
شب بزم کی صورت نہ بھلی کبھی
بکھی قسنگار میں جو تیغ ادا
وہ لاعلم ہون باہر جو ہون آپے
جوانی کے دن آئے نامِ خدا
ہوا دونوں آنکھوں سے جو شمع
نظر بھر کے دیکھا یکس مست
پڑی قیدِ غم دیکھ کر زلفِ یار
چھری تیری سرنگان کی یہی جو تیر
دانِ بالغ میں کی قبائل نے چاک
میں دیوانہ کیوں رہشس ہو گیا

بلائی پری سبکے نازل ہوئی
یہ سمجھی کہ شب آنکھ کا تیل ہوئی
مرے جرم کی منہ رو باطل ہوئی
بلا جو مرے عمر میں نازل ہوئی
قصا غرق سے بڑے کے میں ہوئی
تو مجھ کو کٹے کوئی منزل ہوئی
وہ گات اب چپاؤ کے تامل ہوئی
کو گنگا سے جتنا متاثر ہوئی
کہ سرشارِ مفضل کی مفضل ہوئی
مرے دل کی انجمن سلاسل ہوئی
کہ ساقی بیڑے بھی بیس ہوئی
یہاں نکرے نکرے سلاسل ہوئی
یہ کیسی مری نقلِ زاکر ہوئی

بڑا ماعرفانک برسوں امیر
تو کچھ معرفت اس کی حاصل ہوئی

حجابِ نور ایسا درمیان ہے
کہ رقیبوں پر جو وہ بت مہربان ہے
زناغ مرگ دوستی اب کہاں ہے
کہیں وہ ایک بوسے پر جو دون مل
ہوا تو ہے ترے عشاقی موحین
کہو لیلے سے اب پردہ الٹ ہے

عیان ہو کر وہ آنکھوں پہ چھان ہے
بہار حقِ نصیب دشمنان ہے
قدمِ خجھر کا تیرے درمیان ہے
کہاں چھا کر قیمت گراں ہے
جد مر تو اسطرح عالمِ روان ہے
ترے ناتے کا مجنون سا زبان ہے

<p> یاد پسر کا ہے کو صحبت ہوگی مری جانین گے جو غیرت ہوگی مر کے بھی خاک نہ راحت ہوگی کون کہتا ہے قیامت ہوگی قبر میں مجھ کو اذیت ہوگی پیش دل کی شرارت ہوگی کیا پریشان قیامت ہوگی چاندنی چادر تربت ہوگی فرخس گلشن جنت ہوگی کہتے ہیں پھر بھی زیادت ہوگی نازاٹھانے سے جو نصرت ہوگی انگوس کی بھی شکایت ہوگی </p>	<p> نہ اٹھو تو زمین حسرت ہوگی آپ مگر غیر کے جانین بسم بھی یہی بیباکی دل ہے تو مجھے وہ تو ہونے کے نہیں گرم خرام رویے گا زمرے ماتم میں گری مسرت قیامت کیسی بھے دیوانے اگر جمع ہوئے کشتہ اک چاند سے دھسار کا ہون آنکھوں میں جو کو سکتے سکتے یہ اٹھا دینے کی حکمت ہوئی دل اٹھاؤں گا میں اس سوا صبح میں نے سکر لگا لیا غیروں سے </p>
---	--

آزمند دیکھنے دو ان کو امیر
 دیکھنا اور ہی صورت ہوگی

<p> نہ چلی سے چلی است بل ہوئی جو پاؤں تھی وہ سلسل ہوئی چراغ محسوس شمع محفل ہوئی مجھے سانس مہنی بھی مشکل ہوئی جو ان ہو کے پردے قابل ہوئی سحر کو جو گل سسٹم محفل ہوئی کلیجے میں رکھنے کے قابل ہوئی </p>	<p> اٹھا پردہ تو شرم حائل ہوئی طبیعت کہیں ان کی ناکل ہوئی جب اس شہر سے مقابل ہوئی بڑھا جرمین اس قدر ضعف دل چھپا دختر رز کو پیر معاف اجل ناکلی اپنی پیری میں یاد چٹری کھیلے اس ترک کی بیان سے </p>
---	---

شب غمِ جامِ زلف کا تھنیل
ہوا جل اُس سے تو اک دم کے دم
ہوا گرم رخصت کا جب تھک
شب غم کی صورت نہ بھلی کبھی
کبھی تھک گئے میں جو تیغ ادا
وہ لا مہر ہون باہر جو ہون آپ سے
جوانی کے دن آئے تاہم خدا
ہوا دونوں اسکھون سوچے خوش ملک
نظر بھر کے دیکھا یکس مست
بڑھی قید غم دیکھ کر زلف یار
چمکی تیری مرگان کی ایسی پرتیز
دھان باغ میں کی قبائل نے جاگ
میں دیوانہ کیوں ہو شش میں گیا

بلا بھی بری سبکے نازل ہوئی
یہ سچی کہ شب آنکھ کا تھل ہوئی
مرے جرم کی مسرہ باطل ہوئی
بلا جو مرے عمر میں نازل ہوئی
تھنا شوق سے بڑھ کے بس ہوئی
تو بھن کھٹے کوئی منزل ہوئی
وہ گات اب چپاؤ کے قابل ہوئی
کہ گنگا سے جتنا متاثر ہوئی
کہ صرف محفل کی محفل ہوئی
مرے دل کی الجھن سلاسل ہوئی
کہ ساقی بیڑے بھی بس ہوئی
سہان بکڑے بکڑے سلاسل ہوئی
یہ کسی مری نسل زاک ہوئی

بڑا ماعناک برسوں ایسر
تو کچھ مسرقت اس کی حاصل ہوئی

حجاب نور ایسا درمیان ہے
رقیبوں پر جو دہشت مہربان ہے
تزلزل مرگ دوستی اب کہاں ہے
کہیں وہ ایک بوسے پر جودوں دل
ہوا تو ہے ترے عشاقی موحین
کہو لیلے سے اب پردہ الٹ گئے

عیان ہو کر وہ آنکھوں جتنا ہے
جہاں حق نصیب دشمنان ہے
قدم خیمہ کا تیرے درمیان ہے
کہاں جھانک کر حقیقت گراں ہے
جہر مر تو اسطرح عالم روان ہے
ترے نامے کا مجنون سا زبان ہے

<p>اتھا جب ابرو ڈھلے مسست برہنہ زمین کی جو نکو دیکھ پائین ہزاروں نور و رتے ہیں ہر زمین تڑپ کر کہتے ہیں شکر گان کے کشتے یہ وقت مرگ سیلے کی دعا تھی تم اپنے پاؤں سے کانٹے نکالو نہیں جو بوسیدی بیکراری صدائے شیشہ سحر ادا کی تھی</p>	<p>ظلم کیا میفرودنی کی دکان ہے کہیں دست بھی کیا پھر ہواں ہے یہ دل بھی کیا تاشے کا مکان ہے یہ لذت زخمِ خنجر میں کہاں ہے اہلنی خوش رہے مجھوں جہاں ہے مجھے اے ہر جو فرصت کہاں ہے کوئی شاید کسی کا میہاں ہے ارے تیری مشقت راہ گمان ہے</p>
<p>کوئے دو حصے تجھ کو تیغ اس کی امیر ایسی مری قسمت کہاں ہے</p>	
<p>مہر الفت میں تیری جلتا ہے ہے زمانہ بھی کیا ترا بیتاب غم کہتی ہے یہ چنگون سے حورین کیونکر تری زبان یکھیں سوز غم بعد مرگ بھی ہے وہی</p>	<p>صبح کا بجھ چہ دم نکلتا ہے رات دن کرو میں بدلتا ہے کہو پہلے سے کون جلتا ہے لب و لہجہ کہیں بدلتا ہے بڑھوں سے دھواں نکلتا ہے</p>
<p>سے گل رنگ یہ نہیں ہے امیر وہیں شیشہ مسل اکلتا ہے</p>	
<p>بدن میں جان خبیہ وصلِ داستان آئی ہزار طوطی و مہل نے عشق پیدا کی ہمارا جوش چہ ہے شود کہ جن چہ لوں میں کہا جگر نے کاب پھیرے مر افسر</p>	<p>اجل ہوا بھی ہوا سوت تو کہاں آئی نہ اسکو آئی نہ اسکو مری زبان آئی نہیں ہوگی جواب باغ میں عزان آئی جو غلتے چہ کہی دل کی داستان آئی</p>

پہری نہ مرضی حبلاً د سے بھی گردن

نہرا بارہ قریب آسمان آئی

دو باد و کش میں قدم بگئے امیر دین

چوسید و دش کی بھگو نذر دکان آئی

کوسے جان میں ہوئی ہے جو شہادت میری

آج کل آئندہ یاد ہے حیرت میری

بیچ میں عشق کے ہون پہ ہے یہ بہت میری

ہشکے فزاتے ہیں وہ دیکھ کے حالت میری

پھر کیا ہے بچے دیکھ کے منہ آئینہ

سو پر نیانے مرے دھت جنوں کے مدینے

یاد آتی ہے دم نہ کر جو وہ طرہ خسروام

کیا وفا دار ہے تاکو مر ساتھ دیا

چارہ گرج سے کدہ ہے ابھی کیا ہے

کس سے شرتے ہو تم وصل میں یان یونین

بر چکے تمل وہ عالم تو کہا عالم نے

چاہ سے تمل کرو پیار سے سنی دیدہ

میں نے آغوش قدو میں بھی کھینچا تو کہا

باتہ جو بن تاکہ انکے تو پہنچت ہی نہیں

لا مکان میں نہ پتا ہے نہ مکان میں میرا

بید مرگ وصل میں حبلاً د نہ انت دیکھو

جرم گفت سے میں انکار اگر کرتا ہوں

یار پہلو میں ہے تنہائی ہے کب نہ گئے

ہاں میں حور کے ساتھ میں ہے قرب میری

چڑھتی ہے منہ پہ سکر کو بھی قسمت میری

تیرے گیسو سے بھی بل کرتی ہے قسمت میری

کیون تم آسمان بگتے تھے مجھ سے میری

میرے آگے سے سرک جاتی صورت میری

عنت پر یوں کے ادا دینی ہے دھت میری

تذکر کرتی ہوئی جلتی ہے طبیعت میری

میرے گھر تک بچے پہنچا گئی طربت میری

آج متی ہوئی جاتی ہے طبیعت میری

میں ہوں یا ایک مرے پاس جو حشر میری

آج کچھ رنگ پڑائی ہے طبیعت میری

پاس اتنی ہی نہیں تکو مر دست میری

پس گئی پس گئی بید و نراکت میری

چکلیان دل میں مرے بیٹی جو حشر میری

بھوکہ کیا جانے کدھر لیگی جنت میری

کہیں گبر کے نعل آئے نہ حشر میری

آئینہ سا تھے رکھ دیتی ہے حشر میری

آج کیوں دل میں بھی جی بھی جو حشر میری

آنا تے مین ابھی تک وہ محبت میری
چار بھولوں کو ترس جاے گی تربت میری

حور آئی مری تربت پہ تو مین یہ سمجھا
تجربے لے باو صبا مجھ کو یہ اُمید نہ تھی

کس ڈشائی سے وہ دل چھین کر کچھ مین امیر
وہ مرا کھرے رہے جس مین محبت میری

میر میری تربت سے لگی بیٹھی جو حسرت میری
تو بھی چاہے تو نہ نکلے کوئی صورت میری
آئی ہے جس بد کمر خب فرقت میری
کیا دین خوب بناتی ہے محبت میری
سج فردوس کے پھولوں کی جو تربت میری
ابو مجھ سے ہی لہانے لگی صورت میری
بدلی آتھی بد لجاتی ہے نیت میری
کہیں نکلے تو ترے دل سے کدورت میری
خضر مین بیٹھی ہے اس کو چھین تربت میری
چہم لے گی ترے ہونٹوں کو شکایت میری
کیون غل مین لیے بیٹھے ہو محبت میری
دیکھو ظالم بھی تھی مشام کو صورت میری
تھر کی طرح لگی رہتی ہے نیت میری
خاک مین مجھ کو ملا دیگی کدورت میری
کر پالیتی ہے یہ وصل مین عزت میری
دیکھیے دیکھیے وہ آئی طبیعت میری
میرے گم ہونے سے عالم مین پھرت میری

بدمر نے کے بھی چھوڑی نہ رفاقت میری
ایسی نازک ہے ترے پھر مین حالت میری
وہم ہے روز قیامت کی قیامت کیسی
پھول داغوں کے مرے دل مین جو دیکھو ڈکھا
چھین سے حور کے آغوش مین مین سوتا ہوں
آئندہ دیکھ کے خراے تو ہنکرو بے
توہ کی جان کو بھلی ہے چمک عبسلی کی
مستی مرے کے لیے تان مین پران لچا مین
دور غافل کا پتا دیتی ہے سشتا حق کو
دس مین چھیر کا شکوہ نہ زبان پر لانا
کتے مین دل ہے سیراقہ بھی کو دید
آئندہ صبح شب وصل جو دیکھ تو کب
تو بھی کر کے خرم ہے کا نہ چھپ چھوٹا
مجھ کو کیا غم نہیں دیتے مین وہ مٹی تو ندین
کہتے مین جن نزاکت کے مین مدد تے جاؤں
سہون دیکھ لیا آسنے وہ ہلا آٹھا
خود ہی نے کیے بال و پر غمت پیدا

دخست و زکبتی ہے واعظ کو کہ میں کچھ ہی ہوں
تیرے حشر میں یہ کیلے چھوڑا یا مجھ کو
اُسی آئینہ چوری میں بین و دون استاد
جب میں جانوں کہ بدلتا ہے زمانہ کروٹ

مگر اُن کے گھر میں تو ہے حسرت میری
جہانے دے اسکی طرفدار ہے حسرت میری
جب بھی آنکھ بچا لیکن حیرت میری
وہل کی شب سے بدل دے شبِ نوبت میری

جان لب ہو کے بھی دم توڑ رہا ہوں میں میر
مقدور صنف پر اشد رے طاقت میری

مر کے بھی ایسی شگفتہ سے طبیعت میری
کہتے ہیں حسن میں دیکھے کوئی عصمت میری
خیر ناز نے نشتا ہنسا یا مجھ کو
وہل میں اُن کی جیا دیکھ کئے نکلے کیونکر
خاک میں جھکو لا کر بھی ہو سے صاف نہ وہ
شع روئی ہے بہت اسکو اُٹھالے کوئی
دیکھتے ہیں جودہ آئینہ تو کہتا ہے عکس
اپنے ستون پر کڑی پڑتی ہے ساقی کی نگاہ
کہتے ہیں میری جگہ پیا رکھا کر اسکو
گدہ بھر کیا میں نے تو وہ بُت بولا
غم گزری ہے نکلے کا نہیں لیتی ہضم
ناکھے کو جو وہ آیا تو پُٹ کر دیا
آج گھر میں مجھے جنت کا مزہ آتا ہے
دل سے بھی باتیں میں کرتا ہوں تو وہ کہتو ہیں
شان پیدا ہوئی ہے عشق میں معشوقی کی

چوہ کے ساتھ کھلی جاتی ہے تربت میری
کہ نہیں لیتی ہے پر یوں سے بھی رنگت میری
آئی مقتل میں دھن جکے شہادت میری
دل میں خرابی ہوئی بیٹھی ہو حسرت میری
مٹ گیا میں مٹتی ہاں کہ ورت میری
میتہ جائے نہ کہیں کچی ہے تربت میری
تم تو بختے ہو گزرتی ہے طبیعت میری
آج مشکل ہے کہ ثابت رہے نیت میری
میں نہیں تو ترسے دل میں بے محبت میری
قد رے اشد کی تم اور شکایت میری
غیبِ نوبت بھی ہے خایہ کوئی حسرت میری
نفسِ حُب بن گئی تو بیدار تربت میری
گیو جو حرکت ہے غیبِ و صلت میری
سن رہا ہوں میں کیے جاؤ شکایت میری
جوڑے غری نزاکت کا خاف میری

کہتے ہیں آنکھ کی ہلکے سے خرم آتی ہے
کھوئے دیتی ہیں مرے دل کو لٹین زلفوں کی
اتھ سینے سے جھٹکتی ہیں وہ سوتے ہیں
حسن اور عشق ہم آنکھوں میں نظر آ جاتے
اُس مٹی روز قیامت کی نہ آبادہ بھی
بیسویں شاہد رحمت کو اب لے رت کریم

میری صورت کو بھی مٹی ہے جو صورت میری
انہیں لکھوں میں جھٹک جاتی ہو نیت میری
رات کو روزِ سرک جاتی ہے دولت میری
تیری تصویر میں کچ جاتی جو حیرت میری
چمک گئی آنکھوں میں شبِ وقت میری
ہمنشین کوئی نہیں سنی ہے تربت میری

افتِ مرے کمرے یہ گھلا ہے امیر
آنکھ میں نظر آتی ہنرین صورت میری

بے ترے حالت ہے یہ گلزار کی
حکم ہے بائیں کروا غبار کی
دل لکین ہم سے نکلا ہیں یار کی
ہوں وہ لا غور پڑ سکے گر پڑا
اٹھ چلے جب وہ خبر دی موت نے
حال مجھ سے سر پہننے کا نہ پوچھ
خوشگین ہے یار ظاہر میں تو ہو
دل میں رہے خواہ آنکھوں میں حضور
ہر دم میرے حد سے باہر ہیں تو ہوں
شمس کی آتش لبانی پر نہ جا
ہجر میں باقی نہیں کچھ میرے پاس
فربِ بیاد ہی سے میں گھٹا نہیں
آکے بالیں پر مہر بولی اہل

نکبت گل سانس ہے بیاد کی
داہ کیا فہم بائیں ہیں یار کی
ہو گئیں آپس میں بائیں پیار کی
کھا کے غم کو سایہ دیوار کی
تجربہ بھی چلتی ہے اس بیاد کی
دیکھ لے حالت درو دیوار کی
ہم نظر پہناتے ہیں پیار کی
جلد لگا ہیں دونوں میں سرکار کی
رحمت میں ہی ہے غفار کی
اور ہوتی ہے زبان گفتار کی
اک نکایت ہو تو وہ بھی یار کی
کوفت کھائے جاتی ہے غمخوار کی
میں وہاں عشق کے آثار کی

دُورِ خیالی

کل ترسے عارض کے دیوانے جمے — پھاڑے کپڑے راہ لی بازار کی
وہ مسلمان ہوں اگر تو دن میں بت صاف آواز آئے مستنفاہ کی
عاجزی کس دن مرے گھر سے گئی ہے وہی افتادگی دیوار کی
خشر کے دن بھی نہ وہ آئے نظر دل میں حسرت رہ گئی دیوار کی

— اے ایسا نسلی لگاؤ شب پرہ جا
ارڈالین گئی نکلا ہیں چار کی

ہم تری الفت پوشیدہ کا بھرنے والے — دل جلے سینہ جلے آفت نہیں کرنے والے
عشق میں جی سے گزرتے ہیں گزرنے والے — سوت کی راہ نہیں دیکھتے مرنے والے
دارِ دل سے مرے کہتا ہے یہ اسکا جوہن — دیکھا سچا اکھرتے ہیں ابھرنے والے
بزمِ ماتم میں کبھی شب ہی کو آ جا چھپکر — او مرے سوگ کو پردے میں سنو نے والے
پھر بہار آئی ہے پھر ہلو جنون ہوتا ہے — کیونکہ دن آؤ میں فراغت سے گزرنے والے
دیدہ و دل میں رقیبوں کے بسے ہیں جاگر — میری آنکھوں میں جو مردِ طین اترنے والے
آخری وقت بھی پورا نہ کیا وعدہ اسل — آپ اتنے ہی رہے مر گئے مرنے والے
پھر کھیل گئی بے لگ رنگ جڑ میں گے فٹے — خوشی اگور کے رندو میں اترنے والے
آٹھے اور کو پچھو ب کو پچھو عاشق — یہ مسافر نہیں رستے میں ٹھہرنے والے
یام پر کھول کے زلفوں کو وہ خود دیکھتے ہیں — رستہ بند یہی سانپ ہیں کرنے والے
بحرِ مستی میں جو ڈوبے تو عدم میں نکلتے — پارا نہ جاتے ہیں یوں پارا نہ کرنے والے
ترجیع میں ہم میں غمِ عشق یہ چلا ہے — دیکھ غرت میں جگہ چھوڑنے مرنے والے
دلِ میناب مگر آد کوئی کی تو نے — روٹھے چٹکے کیوں بات نہ کرنے والے
اب مرے اُٹھیں گے اُٹھی ہے جوانی انکی — غل اُٹھتے سے دوپہل ہیں اترنے والے
کیوں قیون سی جلون میں کہ یہ ہیں لڑکے — تو کہ میرا ہی سرکار میں کرنے والے

خون اقرار کا کرتے ہیں مگر نے والے
تم سلامت رہو ہر روز کے مرنے والے
نویسے ملتی ہو دو گھنٹ اترنے والے
لاکھ بہان ہوں یہ مگر نہیں مرنے والے
جلدی بے کوڑ کے منہ فیصلہ کرنے والے
آنکھیں کر پٹتے ہیں کیوں بند یہ مرنے والے
اور مے پھولوں میں پھولوں سے مرنے والے
مگر سب چمک اب کہیں اور روز کے مرنے والے
ایسے صدے بھی کشتوں میں گزرنے والے

دقت اکابر زبان چلتی ہے غضب کی طرح
جہان کو لے کر کہاؤں سے تو ہنکر بولے
آبِ حُجْر کو بھی قاتل نے مجھے رسایا
مرد سے پروردے مرادوں میں گرینگے تا حشر
تج و خیر سے دھمکے داسد و گردن کا منا
نزع میں کیا نظر آتا ہے کوئی برق جمال
بکھی داغوں کے چہن پر بھی نظر حسرت سے
جب میں کہتا ہوں کہ مرنے کو کہتی ہے اہل
نزع کا دقت جو گرام تو خوشی کیا اسکی

آسمان پر جو ستارے نکل آئے تو امیر
یا آئے مجھے داغ ایسے ابھرنے والے

ابو غریبوں کے مرادوں پر گزرنے والے
مگر سب لیا کرتے ہیں ہر مگر میں ٹھہرنے والے
داو پر حشر کی خدمت میں گزرنے والے
اور مجھے مفت بے مرتے میں مرنے والے
مشکین بندہ و آؤ میں خود بال بکھرنے والے
برسون تڑپا بیٹھے دم بھر کے ٹھہرنے والے
سر ٹکیاتے ہیں سر پاؤں پر دھرنے والے
بڑے مرتے نہیں جو لڑکے میں مرنے والے
اب گلے سے نہیں ہمار اترنے والے
ہر قدم پر یہ مسافر میں ٹھہرنے والے

ابک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہیں مرنے والے
پھر کہان دل کا پتا دل میں حسین جب آئے
دل عشاق کے ٹکڑے نہیں یہ پچھتے ہیں
سرت کہتی ہے کہ دیتے جو حسینوں پر ہیں جان
مگر پھر آؤ کے نہ رہیں لڑکھ ہے کیوں چوٹی
جلوسے ان برق جمالوں کے غضب میں لک
آئے تربت پر تو وہ کوٹ کے مٹا ہوئے
ساتھ دو چار کسے غلیں گے ہم مقتل سے
آراہنوں کا نہ توئے سما بہت کراؤں سے
مقتل با سے بھی اباج کہیں دیکھے ہی نہیں

خوہیں بولیں گئے جنت کو جو مستانہ عشق
 گھر کے گھر کر دیے خالی توڑے غصے نے مگر
 دل و سر دکھتا ہے مرادیکہ کے جوہن کا ابھار
 علم کو نہیں سے جھنجھلا کے یہ بولا علم عشق
 ہست و کم کو چہ جانان ہی میں جا کر نہیں گئے
 چاند کو داغ لگائیں جو طہین وہ عسازہ
 روح نے پردے میں توبہ کے کیے لاکھ بناؤ
 آئے کوثر سے بناد ہو کے نکھر نے والے
 آج تک تجھ کو بھرے جاتے ہیں بھرنے والے
 چوم لیں منہ نہ تہا را یہ ابھرنے والے
 بھاگ تجھ سے دل عاشق نہیں بھرنے والے
 گور کیسی نہیں جنت میں ٹھہرنے والے
 چاندنی میلی جو نکھریں جو نکھرنے والے
 لڑا با طرح سنوڑتے ہیں سنوڑنے والے

خوب بچان گئے اہل چوس کو وہ امیر
 نعرہ زن پر چڑھ گئے سب ل سے اترنے والے

لیکے دل کہتے ہیں وہ بال بکھرنے والے
 آئے قاتل نہیں مٹا کہیں شمشیر کبھ
 دو قدم وہ جو چلے نھتے یہ چپل آئے
 بوئے وہ آئندہ خانے میں عجب میر جو باں
 کہتے ہیں کیجیے عشاق کی خاطر کب تک
 کام آئیگی نہ ظاہر کی چمک مکش میں
 جیتے ظاہر میں وہ دنیا سے الگ رہتی ہیں
 یوں بدھنے کے نہیں لالہ وریحان کو لباس
 جان لینے کا سلیقہ تو آجسب کو آئے
 کچکے محرم جو بندھی اور بھی ابھرا جوہن
 زلفین ہوئی جو پریشان تو جھڑکی افشان
 گلچن میں جو خوردن کی خبر لیتے ہیں
 کہ بگڑنے میں بھی جیسے ہیں سنوڑنے والے
 سر مشعلی پر لیے پھرتے ہیں مرنے والے
 اب نہیں پاؤں قیامت کو ٹھہرنے والے
 ساری دنیا کے اکٹھا ہیں سنوڑنے والے
 انکے دل کو نہیں دیدار سے بھرنے والے
 عرق شرم میں ڈوبیں گے نکھرنے والے
 خضر ک گھر میں ہیں دہزن کو ٹھہرنے والے
 نکڑے ہو جو کسے یہ کپڑے میں اترنے والے
 جان مرنے سے چڑاؤ نہیں مرنے والے
 کہیں دبتے ہیں جانے سے ابھرنے والے
 بال کے ساتھ یہ سوتی ہیں بکھرنے والے
 کیا قیامت ہو وہ میں آج نکھرنے والے

لیکے دل کہتے ہیں وہ بال بکھرنے والے
 آئے قاتل نہیں مٹا کہیں شمشیر کبھ
 دو قدم وہ جو چلے نھتے یہ چپل آئے
 بوئے وہ آئندہ خانے میں عجب میر جو باں
 کہتے ہیں کیجیے عشاق کی خاطر کب تک
 کام آئیگی نہ ظاہر کی چمک مکش میں
 جیتے ظاہر میں وہ دنیا سے الگ رہتی ہیں
 یوں بدھنے کے نہیں لالہ وریحان کو لباس
 جان لینے کا سلیقہ تو آجسب کو آئے
 کچکے محرم جو بندھی اور بھی ابھرا جوہن
 زلفین ہوئی جو پریشان تو جھڑکی افشان
 گلچن میں جو خوردن کی خبر لیتے ہیں

ہم میں رنگ اپنی تصویر میں بہرے والے
پھول باؤن کیلئے ہیں وہ کترنے والے
دل مذستون کو تھر تھاک گئی پھر نے والے
کیا کہا پھر تو کہہ دو کہہ کے مرنے والے

عشق نے پھر کے مٹا پر سے زردی یہ کہا
کہو میں سے کہ منقار کی لائے مقراض
نغم کے خم جو گئے خنجرانہ غنم میں خالی
چوہین کبھی میں کرتا ہے جو وہ دعدو دھول

اقبال پر رسم قیامت میں دھم دھم کیے امیر
دھم دنیا میں غریبون پہ مکر نے والے

جس گھر سے آئے تھر پھر اسی گھر چلے گئے
ہم اٹھ سکے نہ آپ سے باہر چلے گئے
دل میں مرے چھو کے وہ فشر چلے گئے
پر ان کے جواز توڑ برابہر چلے گئے
وہ فاش تھے سے ہاتھ اٹھا کر چلے گئے
سٹر جہان میں آئے بہتر چلے گئے
مقتل میں توڑ توڑ کے خنجر چلے گئے
کیا جانے کیا وہ پھونکے فشر چلے گئے
آواز کے شوے باغ مرچ پر چلے گئے
چپ تھوڑی دیر مٹنے اٹھے گھر چلے گئے
جھلکی دکھا کے پردے کے اندر چلے گئے
آئے تباہ کر کے مرا گھر چلے گئے
مانند پیر ہر سکور لا کر چلے گئے
دیکھا جو جھکوا آنکھ چرا کر چلے گئے

خانگی نزا و خاک کے اندر چلے گئے
شب اٹھکے انجن سے جو تم گھر چلے گئے
کین چلتے چلتے مڑ کے نگاہیں نہ تیز تیز
غیر دن کے بند بند کیے یار نے جھڑا
تربت پر میری ہاتھ اٹھانے کا ذکر کیا
کاب عدم کی آمد و شد کا ہے کیا شمار
موج سخت جان ہے چل سکنا فائون کا زور
دل پر ہے اختیار نہ قابو سے جان پر
اے جھفیر آؤں سکنا جب میں ضعف سے
آئے وہ کیوں اس آئینے حاصل ہی کیا ہوا
بھلی ابھی چاک کے بھی پی یا وہ ناز سے
خیشے پکار تے ہیں کہ رہا اب باوہ نوش
منستے ہو سے وہ سامنے آئے جو بل برق
آنکھیں لڑانے غیر سے نکلے تے وہ مگر

کیا ہستی و عدم کا کہیں حال اے امیر

اس گھر سے تنگ جب ہوئیں مگر چلے گئے

جو مگر مین بھر کے ہم انکے حضور سے آئے
خدا سامان کرین آئین شب کو وہ چسپکر
سندناز سے اترے نہ بیشتن اکو یا
خدا تو حضور کے بار بار دیکھ کے جسد
وہان یہ حکم کو کپڑے ہی جمیں لولا کے
دکھاؤن و خستہ رز کا جمل واغذ کو
محد میں آئے نکیرین تو مین یہ سمجھا
وہ بادہ کش چون کہ ہو جاؤن مست حشر کو دن
ہمیں نہ تم سے رلا کچر رہے وہی اپنے
گناہگار ترے گیسوؤں کے محشر مین
بیزیر کجے لگا یا د معز تب ہوئے

کلیتم بہر بلا قاست طور سے آئے
وہ دن ہی فضل خدا کو غفور سے آئے
وہ آئے مگر مرے پرکس غور سے آئے
غضب ہے باز بندہ تصور سے آئے
مین منظر کوئی غصہ حضور سے آئے
کہ شرم کچھ آئے تعریف حور سے آئے
نقیب بھگو پلائے حضور سے آئے
صدائے غفلت مینا جو سور سے آئے
اک خالی ہاتھ تو موسیٰ ز طور سے آئے
بند سے ہوئے سن زلف حور سے آئے
کبھی جو ذکر چارا حضور سے آئے

امیر اپنی جماعت میں ہوں طالب دیدار
چمک کے برق ابی کو و طور سے آئے

آکے غربت مین مین عیش وطن بھول گئے
نجد مین پھرتے ہیں کیون چاڑھت سرگردان
اتر ہوئے سے بھی کڑا نہیں تو یاد ہمیں
مین وہ دیوانہ عریان تھا کہ مرشد مین عزیز
قد مین طول بچا یہ کہ اسیران قفس
بہشت بیدار ہوئے آکے ترے کچے مین
دل کو ہر وجہ مین گیسو سے رسا کے ڈھونڈا

لطف ٹھایا یہ قفس مین کہ مین بھول گئے
کیا نشان مرقد بمنون کا ہر مین بھول گئے
جتنے وعدے تھے سب وعدے بھول گئے
دفن کرنے لگے مجھ کو تو کفن بھول گئے
فلک گل بھول گئے رنگ چمن بھول گئے
سورت خواب فراموش وطن بھول گئے
پر یہ چوکے کہ ترا چاؤ ذوق بھول گئے

ساہا سال برسے ہیں نہیں آئی ہچکلی - کیا غریبوں کو عسکرین وطن بھول گئے

انے گت گت کے مرگے دل ہی میں تڑپیں لگی
کیا بلا انکو جوئی راہ دہن بھول گئے

<p>تجھے کھینچے جو یار آتا ہے - اور بھی جب کبھی پڑتا ہے دل کو اب کب تر آتا ہے - سن لیا ہے کہ یار آتا ہے پال کھولے جو یار آتا ہے - کھمکے ابر پڑتا ہے زلت و رخ کو سنوار آتا ہے - اور کب تجھ کو یار آتا ہے تیرے وعدے کو عشق ہے اسکو - ساتھ ہی اعتبار آتا ہے وصل میں اسکو کئے یاد آیا - غصہ کیوں بار بار آتا ہے دیکھ کر جبکہ چہ زون سے کہا - وہ تھلا شکار آتا ہے ہو زکیون میں جا کے دل میرا - دوستوں کو بچا کر آتا ہے کیا مصیبت عدم میں ہے یارب - کہ چراگ اشکبار آتا ہے اک نظر دل کو دیکھو اور دیکھو - کب سے امید وار آتا ہے درد دل میں مری سلی کو - گرہ بے اختیار آتا ہے تھکو آتا ہے پیار پخصہ - تجھ کو غصے پہ پڑتا ہے چہیں آتا نہیں مزار میں آج - کون سوے مزار آتا ہے کچھتے ہیں آنکھیں بند کر کو تم - اسی رستے سے پیار آتا ہے گر دکھت کہ دل میں دو نہ جگہ - آنکھ میں غبار آتا ہے زندگی میں کبھی نہ آ سگلا - مر گئے پرستار آتا ہے تیری رحمت کو دیکھ کر مجرم - حشر میں شرمسار آتا ہے ذبح کے وقت اسکی گھرا ہٹ - دیکھ کر تجھ کو پیار آتا ہے</p>	<p>اور بھی جب کبھی پڑتا ہے سن لیا ہے کہ یار آتا ہے کھمکے ابر پڑتا ہے اور کب تجھ کو یار آتا ہے ساتھ ہی اعتبار آتا ہے غصہ کیوں بار بار آتا ہے وہ تھلا شکار آتا ہے دوستوں کو بچا کر آتا ہے کہ چراگ اشکبار آتا ہے کب سے امید وار آتا ہے گرہ بے اختیار آتا ہے تجھ کو غصے پہ پڑتا ہے کون سوے مزار آتا ہے اسی رستے سے پیار آتا ہے آنکھ میں غبار آتا ہے مر گئے پرستار آتا ہے حشر میں شرمسار آتا ہے دیکھ کر تجھ کو پیار آتا ہے</p>
--	---

بیقراری کا گھر ہے دل میرا	تو کہان اسے قرار آتا ہے
تھنے کھتے تیرے دیکھ کر ہنس کر	فستہ روز نگار آتا ہے

جائے شکوہ مری زبان پر مایہ
شکر بے اختیار آتا ہے

جب سے طبل توڑنے دو تنگے لیے	لوٹی مین بکلیان اُن کے لیے
سے ندی ترخڑے سے درد نگے لیے	جسے توڑے جسے گن گن کے لیے
دن مرادوتا ہے میری راع کو	رات روتی ہے مری مین کے لیے
ہے جوانی خود جوانی کا سنگار	سادگی گستا ہے ہر مین کے لیے
پاک رکھا پاک دامن سے حساب	پو سے بھی گن کو دیے گن کے لیے
کون دیرانے مین دیکھے گجا ہمار	پھول جنگل مین کھلے کن کے لیے
ساری دنیا کے مین وہ میرے سوا	مین نے دنیا چھوڑ دی چٹکے لیے
ڈرتہ ڈرتہ دُرو سے کا زابدو	دور مین سے چشم باطن کے لیے
وصل مین جنھلا کے وہ بول کر داسے	کس کا جین اور ہے کن کے لیے
کیسا اگر اگل سادیکھ سنبھین	تار سونے کے دیے تنگے لیے
باغبان کلیان ہوں ملے رنگ کی	سے بھیجا ہے ایک کس کے لیے
سب حسین مین زابدون کو تاپسند	اب کوئی حور آئینگی ان کے لیے
جائے سو نپا سدا کو جائے	تسا یہ ساما مین ضامن کے لیے
فوج کرنے میں بڑا مشاق ہے	گھر جو سلع مین مؤذن کے لیے
وصل کا دن اور اسٹا مختصر	دن گتھے جلتے تھوس دنگے لیے
کھا گیا ہم نا تو اذن کو نہ راق	گھول کر منہ دیو نے تنگے لیے

صبح کا سونا چہا تھا مایہ

بیچتے تھے ہون کے لیے

تندے اور ایسے کس کے لیے
 حویلیا رہا ہے جو کس کے لیے
 وہاں قسوت وہی کہتے ہیں بُرا
 بی بھی لے نام جوانی میں خراب
 آئین میں ہی جوان کی ہے مزہ
 دختِ مذہبی پاک دامن جاہی ہے
 بختِ بہن چھپے گی بھی اچھی کہی
 دل کا نام نہ توڑا کیا اعتبار
 چھاؤنی چھا لگی کب فوجِ نثار
 دھول میں بولے جنگ کراخ وہ
 بن سوز گراؤ سہی دیکھا کیے
 بچھے دھست ہو مرا عہد شباب
 جہانِ فانی ہے کون سے گل کی نظر
 کھا گئی سپیری جوانی کو مری
 بوس بازی میں امنین دھوکہ دے

ساقیا بگی سی لارن کے لیے
 بیچو گے دنیا میں دو دن کے لیے
 ہم بڑے سب سے ہو چکے بے
 عمر ہر تر سے گارن دے کے لیے
 اک ہنر ہے عیب بھی انکے لیے
 شخی ہی سے پاک باطن کے لیے
 پروے میں بیٹھ گئے ہم انکے لیے
 پہلے اک منا من ہوا من کر کے
 صر مرا آئی باغ میں تنکے لیے
 پھول پہل سب کچھ میں انکے لیے
 سب مختلف تھوئے عمرن کے لیے
 یا خدا کتنا نام و دن کے لیے
 بلبلین پھرتی ہیں کیوں تنکے لیے
 بائے تھی یہ رات اس دن کے لیے
 بے گئے دس میں اس گن کے لیے

لاش پر عورت کہتی ہے اے

آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

عجب عالم ہے اسکا وضع سادہ شکل بھولی ہے
 وہاں کیسی ہیں رنگ لہو اس نے قوی ہے
 کسی جاتی ہے دل میں کہ یہ سلی نام بولی ہے
 ہو کی جیتی میں بیکار یاں قتل میں بولی ہے
 یہ لائے نے تھے گلزار میں انیوں گولی ہے
 یہاں ہی دل کی سرخ میں ہے یہ خوش سستی ہے

بہار آئی زمین رہتا ہے الامال دولت سے
عجب بیوس ہے ہم دشمن کا دغ و غریبی
گمشدگی میری خبر سے گل کر دیکھا سے ناہد
پری نے ناف میں دیکھی جو وہ تصویر بولی تھی
غنا کیوں ہو چھا آواز سے کسے عاشق کو غیروں پر
سراخی دھرم آتی ہے زبا ہون جو فصل میں
نظر بازی سے جوتی ہے لعل دھرم دیکھو زمین
اداسی سے تری تہا ہے جو رہتا ہے دنیا میں
جنگالی ہے یہ کہہ کر صبح پیری چشم غافل کو
ملے سے وہ لگا دھو خج جالیشی ہے دشمن سے
وہ کہتے ہیں کہ ہم انگوں میں سب کو مار لیں
صبا ان تر بندگی کیوں نے جنگو کسی چری کی

نکالا چاہتے ہیں زرگرہ غنیمت کو کسولی ہے
گریاں ہے نہ دامن جو نہ پر دھو چولی ہے
نبائے کو یہ چرتی حور نے جنت میں کھولی ہے
میں اس صورت کو صدف کی کیسی اتنی بولی ہے
یہ آوازوں کی باتیں میں یا اکی بولی تھولی ہے
جنگالین جی آکھیں ذخیرہ زندگی سے ڈولی ہے
حرے دیوار کے جوئے غمزدن کی یہ جھولی ہے
تھنا کتے میں جبکہ وہ اسی سانچو کی گولی ہے
بس تھا دیندگی باقی کہ شب بھر جھپٹالی ہے
کڑکھلی نے کوہ دانش افشان کی تھولی ہے
محبت ساری دنیا کی اسی کا پڑین تھولی ہے
کو تو نے صبح کو ایک ایک کی بچی تھولی ہے

امیر ایسے شگفتہ میں معنایں نازک و گہیں
منزل کیا ہے یہ بیوون کی بھری گھٹیں کی جھولی

عجب ناگن ہے زلف کسی کہ جس نعل میں کھولی ہے
تصور میں مری کیا کیا بری معنوں پر تے ہیں
ملے کی قہر سے پرچی نہیں جاتی جیسوں سے
انگوری کھائی اس عجب دہن نے تو یہ مرجھائے
کہان ہے تھیر شاہی میں جھپٹ نازنین کا
کرم کرتی ہے عزت دیکھیے کپڑے کھنڈر میں
چپا کر نہ دلو اسکو روہر حشر او ظالم

وہاں سے جو چلا ہے، شعلے کو ساتھ ہولی ہے
مری نازک خیالی ان جیسوں کی جھولی ہے
اکرت غمزدگی میں جا کر تاروں کی تھولی ہے
کہ ہے جو جھول غمزدگی میں مری بیوی کی کھولی ہے
وہ چون کا گھر دنا ہے یہ گرمیوں کی کھولی ہے
وہ صفت پر میر نگاروں کی یہ غمزدگی تھولی ہے
جہان بگڑ لکھ سے یہ ایسا وقت میں تھولی ہے

گھر بل بل کے خدمت خیر کامل سے ہوئی ہے
 یہ بولا چاہتی ہے پر نہ بوسے کی نہ بولی ہے
 نکیلی چتونوں نے سنا ہے یہ جیجی کب تو لی ہے
 تجھے دیکھا ہے جب آہی نے آنکھ کھولی ہے
 مسک جاسے خدا دیدار تک میری چولی ہے
 ابھی بگس نے آنکھیں جن میں آنکھ کھولی ہے
 ہنسی سے چہرہ ہے اس کی چہرہ میں ہنسی ہے
 ہزاروں خنوں پر تو چنگ کر نہ سہی بولی ہے

ناروک اسے سحت جانی جانی سنا بجان پہل کو
 تو خدا سے دل جیسا اب اس تصور کی کب تک
 ادا کی تیغ ہی سے ساری دنیا ہو چکی بسمل
 مسہاتیرے کیا آئے نے مژدہ بین دیکھا
 تصویر میں بھی آنکھ کھینچتا ہوں تو وہ کہتے ہیں
 بہار نا دل دو گھر ہی تو دیکھ لینے دے
 کیلے تم کہاں ہو پھل کی شب دل لگانے کو
 کالی گل کی چوڑائی پھل پھل سے کیا ممکن

امیر اس چرخا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ
 بڑی عیار ہے مکار ہے ظاہر میں بھولی ہے

جیسا ہوا انہیں خنوں میں فتنہ گر بھی ہے
 تری نگاہ میں کچھ جذب کا اثر بھی ہے
 کہ مر خیال تھا اب ہے کچھ بے سہ بھی ہے
 کہ ایک غریب ساشا کی شکل ادھر بھی ہے
 مرے سے بخیر کے تجھے خبر بھی ہے
 کہ بدو مرگ مہری مراد پر بھی ہے
 سیر مراد مجاور بھی نوحہ گر بھی ہے
 بکا رہے دین سے کہیں جگر بھی ہے
 کہان وہ تیغ کو باندھیں کہیں کر بھی ہے

بتوں ہی میں ہے وہ بٹ کچھ تجھے خبر بھی ہے
 بیان تو جان بھی سنہ دل بھی ہے جگر بھی ہے
 پست کے تم سے تصور میں کوئی سوتا ہے
 وہ تیغ میان میں کرتے ہیں کوئی یہ کہہ دے
 یہ چرخاں محبت پر طعن اسے واعظ
 گئے جہان سے منعم مگر ترک نگاہ
 محب رفیق ہے یہ جیسے کسی کہ بدو فنا
 جو تر دل کی طرف اس گلن سے چلتا ہے
 نہ دست ناز میں دیکھیں تو کب کریں تاخر

بہاؤ خوتی اجاں بھارتی ہے امیر

وگر نہ مجھ میں کہیں ملائی سفر بھی ہے

لاش پانچک تری آنکھ سے بارے سے نکلتے

کیا دھواں آہشہ ربار کا ہے تیرا دھواں	دن کی شب ہو گئی گردون پتہ سے نکلے
یا دولہائیں وہ آنکھیں نہ ہر آن صحرے کے	بہم وطن سے ہیں وہی درد کے مارے نکلے
مر گئے عشق میں ہم تم سے یہ امید نہ تھی	سہا آسو بھی نہ ماتم میں ہمارے نکلے
شام ہوتے ہی ہوئی کیسی شب وصل صحرے	دل سے اراں ہمارے نہ تھارے نکلے
خوب دیکھا تو کیسے جرجہ نے میسر جو ستم	وہ بھی در پردہ تھارے ہی اشارے نکلے
کو پر جا کے جو ہم سوختے صبر ان بیٹھے گئے	گر میان کرنے کو پتھر سے شرابے نکلے

کو پلین پوٹین تو ان سے یہ صدا کی امیر
سہرے سودائیں کے چلے لگا کر نکلے

نالہ بلبل سے دلیر جوش ایسی لگ گئی	روستے روتے باغبان کو آج کھل لگ گئی
بہ صغیر داس جہن میں ہوں میں وہ درو آشنا	غنی غمی چکا تو میرے دل پہ گولی لگ گئی
بیت بیرنگن سے دل گیا باہم تراو	سلسلہ پیدا ہوا رفت کا سیر بھی لگ گئی
واہ رے شوقی تماشا وہ بھی ٹھہری میں ہیں	آٹھ گئی دیوار در پچھوڑ لے سی لگ گئی
کجا بیداد اب فریاد کی طاقت نہیں	باغبان آواز میں لب لکھتی لگ گئی
وہ دل نے اٹھکے پہلو سے وہیں چھٹکا دیا	رات بھر میں ایک پہل جب آنکھ میری لگ گئی

آنکھ پہلی اسے امیر نے میں بس ہو گیا
دان نگہ بھی ہوئی ان دل پہ بھی لگ گئی

ازیر گے شوقی چشم پر پردہ اور ہے	لاس ختن میں طرہ جست و خیز آہوار ہے
دور آنا کس لئے کچھنی ہے شمشیر پال	جس کا بھل ہے جہان دو تیغ ابرو اور ہے
تن منتش ہرے سے ہے اگر کب نامد	نقد کے جاسے کو زینت دے وہ آتو اور ہے
دلی ہے ختم گلستان میں تو بھس پڑے ہیں گل	پانی بانی جو کرے دل کو وہ آسوار ہے
وہ گلخانی پوش آیا ہے گر گلگشت کو	جاسے سے ابرجین گل رنگ اور پوٹو اور ہے

ملگیا ہوں تجھ میں میں ہرچیز مثل آب و رنگ
ہوے یوسف کھرے کھان میں لائی جو صبا
ہو ابوس دم دیکھے کیا لنگام مری قاصد سو خط
بہر باش جو رکازا نوبہیں درکار کس
کان میں موتی جو تم پہنو بر سے یہ آبرو
یا نازا دیکھئے بتو شہر جا کوئی دم
جنبش مخرجان سے ارا نا نوا نون کو تو کیا
بو تو گل رکھو تو کیا ہم کو اٹاتی ہے صبا

شوقی کہتا ہے ابھی میں اور ہوں تو اور ہے
اب دلیغ حضرت یعقوب میں ہو اور ہے
ملگیا عجاج مہر پر وہ صبا وہ اور ہے
جبہ ہم سر رکھتے سوئی ہیں وہ نازا اور ہے
بجرتے تھوڑے کچھ میں اور ہوں تو اور ہے
میرے مڑ پانے کا وقت اکو در و پہلو اور ہے
اباکیں کی کوک لے کر جو جفا جو اور ہے
تازہ ہے جس سے مبلغ اپنا وہ پنجواں اور ہے

آہو میں کب چھٹا سکتا ہے بکولے کھیر
شیر کو جو صید کرنا ہے دھا آہو اور ہے

چشم غمور کو کیا کام تمنع نوشی سے
زندگی بحر میں رہا جائے سربانی میں
کبک سے ہو جو ہم آغوش دلذعاتھے
چپ ہو جسکی لہجہ گور کے تم نے دیکھا
سوز کہ کچھ تو کیا میسری پریشانی کا
رنگ بگڑا تجھ نظر آ یا صبا سے

کم نہیں سہو تارا دار و دیو نوشی سے
مرگ کے بعد ہے کیا کام غضب نوشی سے
لطف کیا ماہ کو ہلے کی ہم آغوشی سے
کم نہیں گرد نظر سہرہ غاموشی سے
آج ابھی وہ بیت زلف کی مرگوشی سے
غنچہ سان بند میں لب لذت غاموشی سے

علق نماض خدا نماغوش امیر اس سے ہے
عجب بدتر نہیں انسان میں حق پوشی سے

ہے جتن بھر دل عاشق کہ کبھی غم میں رہے
مرگ دشمن کی خبر کنگے بھی ماتم میں رہے
خادول غم میں رہے عید محرم میں رہے

عشق جا کر جو سے حسن کے عالم میں رہے
ہم غنی میں بھی رہے عین کہ کوئی غم میں رہے
کچھ سیدی بھی مرے جائے ماتم میں رہے

علم کہاں جا کے رہیگا نہ جینگے جب ہم
 غنچہ گل کو جہن میں رہا ہے اسے گل
 شوقین نے کسی قاتل کی کیا ہے بس
 پاس عصمت سے یہ ہے حکم مرے سانی کا
 علم بھی دیا مجھے پانہ بھی دیا مجھ کو
 آگے بگڑی ہوئی اس باغ کی دیکھی جو ہوا
 بیچ میں سائل دشنام ذرا سنہ کھو
 چارہ گر شک سنیں سو دے لباس پہی
 لب جان بخش کی ہے یاد تو مرنا کیسا
 زخو دی سے زمین یہ حال نہ تارکیت کھلا
 اور کوئی تو عوا اور نہ تھا غربت میں

بہت جیت کہہ دو عالم میں اسی غم میں رہے
 عطر وان چکے ترے گیسو پر جسم میں رہے
 مر بھی جائیں تو یقین کہ کتر پیم میں رہے
 دامن دختر نہ چھوڑے مرسم میں رہے
 جتنے تھے چھوٹے بڑے سب مری عالم میں رہے
 شخصے کو ج کے شب بھر گل و شبنم میں رہے
 بے غلبہ فعل جو دروازہ حاتم میں رہے
 جزو کوئی فرہ زخم کا مرسم میں رہے
 موت کیونکر عمل صبی مریم میں رہے
 ایک عالم میں رہے ہم کہ دو عالم میں رہے
 میرے کا ناموں کے فرشتے مری عالم میں رہے

اپنے بیگانے کو دوسری کئی علمیں
 کبھی دشمن کے گھبی دوست کے نام میں رہے

دو جہان چھوڑ کے عشاق ترے غم میں رہے
 عاقبت میں ہو تو خود پیش بیان غم میں رہے
 محو تصویر کی صورت یہ تو ہے غم میں رہے
 حیف ہے تم سے مرنے کا ذرا غم نہ کرو
 غیر کے رنگ میں ملے ہیں کہیں اہل صفا
 مر مر مرگ اڑا لے گی سب پھولوں کو
 کنگھی چوٹی میں مری جان دکھاؤ دوا
 شرم کے ساتھ پوشوختی بھی تمہیں میں کیا خوب

دو دن عالم سے جدا تیرے عالم میں رہے
 ڈوب کر خندہ گل گرد شبنم میں رہے
 نہ رہے تو ہی باقی کہ خودی ہم میں رہے
 آنکھ خورشید کی پروانے کے نام میں رہے
 سبز گل پر سپیدی دی شبنم میں رہے
 خارجی خاندان گلشن عالم میں رہے
 پیس کے مشافکہ دل کیس پر غم میں رہے
 لطف تو جب کہ دو تم میں تو یہ ہم میں رہے

عفو کرتا ہے کہ کوئی جہنم میں رہے
 بزم دشمن میں کہ تم مجلسِ ماتم میں رہے
 آنکھیں جنت میں دین کاں جہنم میں رہے
 شہ خندہ مشادی مرے آدم میں رہے
 کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم میں رہے
 روزِ سومرتے میں کب تک کوئی غم میں رہے
 مسجد سے جگہ یہ آنکھیں بھی مردوم میں رہے

دل میں عصبان کے یہ ہے ایک ہندو اخل غلہ
 چوہا میں توئی جوئی نیل جن پہنیں بڑے
 باتیں ناسخ کی سنیں یار کے نظارے کیے
 زعفران کی بھی پیالی جو کوئی پھولوں میں
 انکے سربانے کی طاقت جہنم میں ہم میں رہو
 مرگِ عاشق کی خیر آئی تو جھنجھلا کے کہا
 تو ابھرتے ہے آنکھ سے اگر بالوں کے

ہم وہ ہیں نہ کہ دندی کا نہ لے نام امیر
 آ کے دو دن پسِ قوح اگر ہم میں رہے

سوگ میں بیٹھے ادا ناز بھی ماتم میں رہے
 اور ہم کون ہے غربت میں جہانم میں رہے
 کشتی سے کبھی کوئی کبھی زمزم میں رہے
 کاش اُمید ہی ملنے کی تری ہم میں رہے
 چلتے پھرتے توے خشتاقِ دو عالم میں رہے
 جا کے اب چین چین گیارہ پر غم میں رہے
 ناز کی کچھ تو مری مجلسِ ماتم میں رہے
 کیوں دشمن سینہ گندم غمِ آدم میں رہے
 یہ بلا جا کے کسی گیارہ پر غم میں رہے
 خاک اڑانے کو چین چہرہ زہر میں رہے
 قید کب تک یہ پری قاسبِ آدم میں رہے
 نوک کی بات بھی کوئی نگہِ کم میں رہے

حسن مرنے کا یہ ہے جن مرے غم میں رہے
 گر غریب الوطنی بھی زمرے غم میں رہے
 کبھی کبھی میں چلے وہ کبھی جنت میں
 یاسِ رسکو بھی تو رہے نہ نہیں دلی دل میں
 جس طرح رنگ رہے شیشِ ساعت میں روان
 وصال کا دن ہے سوزے کو بگڑے تا کیسا
 ہنس ہی دین وہ مرے پھولوں میں روئیں بھی
 بارغِ جنت سے اس کی توبہ و دستِ نخل
 میرے گھر کیا ہے خب چہرہ در آتی ہے
 پانی بتنا تھا وہ سب پیگئے پینے والے
 روح کا چند ہے حق میں کچھ انصاف بھی ہے
 بالکی چوں سے کنکلیوں میں کہ جگہ شکار

گرمی پھر میں یاد آئی جو اُن آنکھوں کی
 دیکھ لے پھر میں عالم جو مرے جینے کا
 جذبہ لغت جو ہوا اپنی چین میں باندھے
 ایک آنکوش میں جودون کو جہنم میں ہے
 مر نہ جائے تو اہل نزع کے عالم میں رہے
 مھر جلی کی طرح دیدہ شبنم میں رہے

جان اس لشکش نزع پہ صدقے سے امیر
 رنگ اگر اسکی کھیاوٹ کا بھی کچھ دم میں رہے

وصل ہو جائے ہیں شہر میں کیا رکھا ہے
 محنت پوچھ نہ تو سنجشے میں کیا رکھا ہے
 کہتے ہیں آئے جوانی تو یہ چوری نکلے
 دل سی خے گرد و گردت میں ستم ہے کہ نہیں
 یاس گھیرے ہوئے ہے جگہ گمان کچھ
 کہتے ہیں میری بلا جانے فرا دل ہے کہاں
 خون عاشق کو ہے اب ہنسن اُس تک مشکل
 کہتے ہیں نازکی لذت کا تو کچھ شکر نہیں
 دین تمہارے ہی تو جلوے کے کوشے سادے
 یاد آتا ہوں کبھی میں تو بہن بیٹے میں
 لذت کشتہ انداز کو پا مال بھی کر

آؤی نازدین دنیا کے حسین لیکن امیر
 یار لوگوں نے بریزا دینا رکھا ہے

آپ نے غیر کا خط ہم سے چہا رکھا ہے
 دین تغافل میں بھی سرگرم ستم دہا نگین
 دیکھیے دیکھیے کیجئے کیجئے میں یاد کیا رکھا ہے
 آپ تو سوتے ہیں قتل کو جگا رکھا ہے
 تو نے سر پہ تو چنگون کو چسٹا رکھا ہے

ناز سے داریا اُس نے یہ بیکر تاج سے
ہم پہلے دیر سے کہے کو تو در بے ہوا
کہتے ہیں دل تو ہوا خون میری مسرت میں
جو خودی نقش خودی جسے نہیں مٹ سکتا
عشر پر قاسم جانان کا ہے جلوہ و کائنات
لوخت رز ہوش میں آئے نہیں دیتی بیکو
سر سے گر گزرتی تو ہی بکھلا دے اسکو

لے نہ خیر بھی تیرے دم کو لگا رکھا ہے
جا کے لے لیجئے کہے میں خدا رکھا ہے
اور یہ کیا ہے جو پہلو میں دبار رکھا ہے
تو مٹانے پہ جو آئے تو مٹا رکھا ہے
اس قیامت کو قیامت پہ اٹھا رکھا ہے
اس پری نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے
صور نے شور قیامت کا بجا رکھا ہے

جان بھی جگر میں دیدیتے مگر بھنے امیر
کسی موقع کے لیے اسکو لگا رکھا ہے

بیکر ہو گئی کو قیامت سفر میں ہے
جو خون اہل چلے وہ مری چشم تر میں ہے
دن رات یاد ہے درد و دُعاں یار کی
ہم ہیں بے گناہ لار ازل سے الم نصیب
لے بحر حسن بیکر تریب انتظار کی
نیزنگیان تصور کمال کی دیکھیے
مرا ہے اسپغیر بھی زمین ہوں مے سدا
دنیا نے بے ثبات میں کیا ہو زمین ثبات
تھاں بھی سوار بھی مگر سے نہیں ہوا
رکتا نہیں زمین پہ مارے خوشی کے پاؤں

نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے
جو داغ رنگ لے وہ میری جگر میں ہے
کشتی جاری عمر کی آب گہر میں ہے
جز وہ دن ہے داغ جو اپنے جگر میں ہے
پھلی ہے مردک جو مری چشم تر میں ہے
نقشہ یاد دل میں ہے نقشہ نظر میں ہے
دشمن کے دل کا داغ بھی میری جگر میں ہے
جس گھر میں ہم قیرہ گھر ہی سفر میں ہے
کشتوں کا ڈھیر چار طرہ رنگین ہے
شاہِ حجابِ خط کبر نامہ برد میں ہے

یارب امیر کے بھی گناہوں سے درگزر
یہ بھی تو آغراست غیر البشر میں ہے

یہ سب غمور خان حقیقت بشر میں ہے
 ہر دم جو خون نازد مری چشم ترین ہے
 کشاکش رقیب کا نہیں آغوش میں ہے یار
 حاصل سمجھے اُسکو جو سالک ہے عشق میں
 ہانکوں کے نیچے پھرتی ہے تصویر رانی
 کرتے ہیں اس طرف سے طے ہم رہ سلوک
 پہلو میں میرے دل کو نہ اسے درد کر تلاش
 مستی کی کیا بہار ہے و خان یار پر
 ہو درد عشق ایک مہگہ تودا کر دن
 صاف سے سوال رہائی کا کیا کر دن
 تاسد کو باقدواغ کے بھیجا ہے یار نے
 تیر قصا کو ناز ہے کیا اپنے تڑ پر
 آجاؤ تیغ باز کے پسیر دیکھ لو
 ساتی نے غمورین کیشتیں سہی

جو کچھ زبانِ محاکمہ میں پیدا شجر میں ہے
 آہ و دل میں ہے کراہی جگر میں ہے
 اسپر بھی اک کشاکش ہی ہادی جگر میں ہے
 منزل پہ جانے اُسے جو رگزد میں ہے
 پتلی ہی اک بندھی ہوئی تارِ نظر میں ہے
 سر کے آستان پر قدم رہ گزریں ہے
 دت ہوئی تباہی کا مارا سفر میں ہے
 سوسن کا پھول چشمہ آبِ گہر میں ہے
 دل میں جگر میں سینے میں پہلو میں ہیں ہے
 اُڑنے کا حوصلہ ہی نہیں بل ویر میں ہے
 خط کی نئی رسید کفِ تاسر میں ہے
 اتنا آخر تو یار کی سیدی نظر میں ہے
 میرے گلے پہ ہے کتہادی مکر میں ہے
 پردہ و مزا کہاں ہے جو تیری نظر میں ہے

✓ مخفی ہے کسی چڑھنے میں ہم ایسے

ساوے جہان کا درد چارے جگر میں ہے

✓ غنیمت کی آنکھ تو ہے لطف کی نظر سہی
 چلین گئے آپ ہی ہم ایکے نامہ برد سہی
 تمام خلق ہے واقف تمہیں خبر نہ سہی
 ✓ گھڑی ہی خبر کو چلے آؤ عمر بھر نہ سہی
 شبِ فراق کی اسے دل نہیں بھر نہ سہی

✓ حسین توجہ دہم روحِ نبین اگر نہ سہی
 پہنچ ہی جائے گا لکھیں تو اُسکو نازِ شوق
 مری طیش سے مرے دل کی بیکراری سے
 تبادلی ایک نظر میں تو کام ہو تا ہے
 یہی جہم بلا ہے تو کوئی دم میں ہے نہی

چراغے چول نہ اس گل نے قبر پر نہ سہی
خدا کا خوف تو کچھ کر جن کا ڈر نہ سہی

شگفتہ صورت گل داغ دل تو ہیں ہیں گ
جلا نہ کہ تو بڑا بھی نہ کہسا نہیں ذاب

میر ناکشی جگر میں نہیں ہے عبت
مہر دل کا گل جا کے گلا اثر نہ سہی

آج ہم بگلہ میں بکلی سے لڑا نے والے
ہو شیدا و مرے دیوانہ بنانے والے
ہاتھ تو میں ترے گھر مال بجانے والے
کیون مجھے گھر سے میں یا آئے خانے والے
دھجیاں داسن محشر کی آڑا نے والے
دو بزرگ آئے ہیں ساتھ گئے زمانے والے
بوجہ اُٹھواتے ہیں اب ناز اُٹھانے والے
دم آخر مری بگڑی کے بنانے والے
تو بیکر تو بیکر ادول کے جلا نے والے
ہوں پر پڑا و جانا دے کے اٹھانے والے
چلا آئو مری تربت پہ نہانے والے
کہ یہ کاڈ سے نہیں تابوت اٹھانے والے
بولے شمشاد نہیں کرتے میں جلا نے والے
اب بٹھائیں انہیں پردہ میں بٹھانے والے
یہ چڑے آئے گئے مجھ کو لگانے والے
میں یہ سب خانہ خرابی کے گھرانے والے
سیری تصویر کو سینے سے لگانے والے

طور پر اسے پیش دل میں وہ آنے والے
آئے ساتھ آتا ہے عمن سینے کو
خام ہوتے ہی شب وصل بجاتا ہے گھر
و کہکچ چار طنز عکس وہ اپنا بولے
ہم جو پہنچے تو قیامت میں ہوا غل آئے
جاہم نے کاٹب اعمال کو بھی دے ساتی
بولے حسرت سے وہ تابوت کو کاڈھا دیکر
ناتکب خجلت عرق شرم تھیں دو لڑن ہو
آگ کبے میں لگاتا ہے یہ کیا کرتا ہے
کشتہ چیم بری ہوں مجھے انسان نہ چھوئیں
سو عزیز آئے مگر دو بھی نہ نکلے افسوس
لاش پر میری وہ آئے تو نزاکت نے کہا
جب کہا میں نے کہ قاتل مجھے شمشاد کر دے
عصمت و خرم سے کہتی ہے جوانی اُن کی
تجہ قاتل سے میں اپنا تو وہ کھنچ کر بولی
خاک لہجہ و دم داغ وہ سے آباد ہو دل
اپنے آئینے سے وہ پوچھتے ہیں کون ہو تم

دل سے منجھلا کے یہ کہتا ہے خیال جہان

کون ہو قہر مجھے ہر وقت بلائے

کبھی راہ عدم آباد ہے ہو راہِ اسی

ہمین سے سوتے چلے جاؤ ہین جانو اے

وہم اسیہ تو عالم ذرا نکھا دے
 زمین بھی طور پر موسیٰ کی طرح راہ لے
 وہ بغلیں جہا کہیں چسپاں میان راہ لے
 مین ہوں وہ کہہ نہیں جا کے دیر کے چر
 دل و جگر کی تڑپ دیکھ کر وہ کہتے ہیں
 وہ تجھ کھینچے ہوئے کہہ رہے ہستہ مین
 ہم اسے سچ مین اٹھائے سے ترے بیوم
 مین اپنے نامہ اعمال کی بلات مین لون
 ہزار دن وعدے کیے پر نہ کی دعا اک دن
 گزرتے جاتے مین کیا جلد وصل کے دنات
 دل و جگر بھی طرفدار ہو گئے اُن کے
 کروں مین دعوتِ پیرِ مغان تکلف سے
 کرم کرے چودہ بندہ نواز بندوں پر
 کھلے جوب سے اقرار وصل کرنے مین
 لباسِ فقر کا ایسا پسند ہے مجھ کو
 لڑکھاؤ چار طرختِ خم کے ختم ہے میخوارو

پھر اس غریب مسافر کو زانوہ لے
 کبھی تو دیکھنے والوں سے بھی نکھا دے
 چرخین آنکھیں اگر عکس سے نکھا دے
 بکارتا ہوں کوئی بُتِ خدا کی راہ لے
 کہ مدعی سے بھی چاہا کہ یہ گواہ لے
 زبان کاٹ کے رکھ دوں جو داد خواہ لے
 ہماری بغض لے گزری نکھا دے
 جو تجھے رنگ پچا اے گیو سیاہ لے
 فقیر بھی ہمیں جھوٹوں کے بادشاہ لے
 مرے رقیب سے شاید چن صمد راہ لے
 مرے حریف سے جا کر مرے گواہ لے
 جو ایک رات کو زراہ کی حنا نفت لے
 بتوں کو ڈھونڈنے نخلینِ خدا کی راہ لے
 ہوا مین غرض کہ برابر کے دو گواہ لے
 بناؤں بھانڈے کے گڑھی چرخِ شاہ لے
 اکھٹب کو خرابات کی نہ راہ لے

ایسے سیکہ سرف کو یوں جانوں

کہ راہ مین کوئی مسجد نہ حنا نقاہ لے

دور کریم چمخشہ میں تاکہ راہ سے
 قنارہ جو قبل نشا ہو بہت کی باہ سے
 نشان خاک نظر آئے کافے کا بجھے
 وصال مرثیہ انتہا ہے عاشق کو
 ہر جرم باس سے قالب بین روح ٹھہری ہے
 چلا میں دشت مصیبت میں چال سوز کی
 جو دوسرے ہو تو مرگان دم واک کی طرح
 ہٹکے آئے دھندل دل اُسکے زانو پر
 اس امر سے پہنچتا ہوں دشت غربت میں
 انا روں آئندہ دل میں عکس کی صورت
 حرمیں جرم کیا ہے یہ معونے تیرے
 بٹا ہے بھرمین وہ کفر تیرے جو تو مجھ سے
 ہم اس لیلید پہ کوثر سے حبلہ کو پہنچے

گناہگاروں میں چپچپ کے بیگناہ سے
 یہ کلمہ وہ ہے جان موت سے پناہ سے
 ہوا اور بیچ میں بدوہ جو گرد راہ سے
 گہر نہ ہاتھ لگیں جب ملک نہ تھا وہ سے
 چھٹے یہ بھیڑ تو اس راہ سرد کو راہ سے
 قدم قدم پہ بجھے ڈوبنے کو چاہ سے
 ہزار تیروں میں انسان کو پناہ سے
 کسی پہلے تو اس شوخ سے نگاہ سے
 سرخ یاروں کا بوجھوں جو گرد راہ سے
 ذرا نگاہ سے اُسکی اگر نگاہ سے
 کہ مانگ لون اگر دلیس سے گناہ سے
 تو میں کہیں مر سائے کہیں تباہ سے
 کہ خایہ آگے ترے گھر کی جگہ راہ سے

یہ چاہا اسکی ہے جسے کنوین جھکائے امیر
 جھکے چاہو ذوق گر ٹروں جو چاہ سے

کہیں عزت برستی ہے کہیں حسرت برستی ہے
 تو ہے دم سیہ سانی گری بازار سستی ہے
 ہلکے میکے میں رات دن رحمت برستی ہے
 جوانی کا ہے نشہ بخود ہی خوش سستی ہے
 یہاں کیا کام تیرا یہ دستاویز کی بستی ہے
 تباہی تیغ دیکھا چاہے کسپر برستی ہے

سہ راہ عدم گوہر غریبان طرہ بستی ہے
 حقیقت دخت رز کی کیا ہے کینہ مذکی بستی ہے
 تری سید میں واقف غاس میں اوقات جستی ہے
 زمین شاہ پرستی میں سمجھ سوز اسے واقف
 غمناک شے سے نگاہیں اُن کی کشتی میں
 ہزاروں تنگدہ میں آرزو مند شہادت میں

جوانی یگیں ساتھ اپنے سارا میس سستو نکا
 دم سستی خرو کی ہنکباری دیکھا سے ساقی
 جوانی داغ دیکھا یگیں نازا سپر نہ کر غافل
 بتوں کے عشق کے اندر تک ہلکوار ساقی دی
 ہمارے مگر میں جسدن ہوتی ہے اس جوش کی تہ
 کسی کڑھ نہیں بستا کوئی گور غریبان میں
 زبان حال سے کہتے ہیں تابوت و لحد غافل
 اشاروں پر ترے منتقل میں عروا رائل چلے میں
 چنے لے چارے یہ زبان حال سے کہہ کر
 بڑا پنے ہرن سب کرے نشے جوانی کے

مرا جی ہے نہ شیش ہے نہ ساغری ہو سکتی ہے
 گنٹا ہلکی سی ہے بر جہوم کر گیا کیا ہستی ہے
 رنگ سستی طاووس کوئی دم کی سستی ہے
 ہاری بہت پرستی نرودان حق پرستی ہے
 چہر کٹ کو بری اگر پرچائے سے کسی ہے
 یہ کسی نیند سونے میں یکجہی انکی سستی ہے
 کدستے میں عدم کے بھی بلندی اٹھتی ہے
 قصا اپنی کمر ناز قطر سے تیرے کستی ہے
 شعر مانا پہنچ کر عرش پرست کی پستی ہے
 رنگین سستوں کی ہر چھکین اب فاقہ سستی ہے

ایسراک غم نہ ہوا ہے یہ شعر کا کو چ
 طباہی کے تقاروت سے بلندی اور پستی ہے

خودی سے خود دی میں ابو شوق حق پرستی ہے
 کہیں زائد کہیں کم بادہ عرفان کی سستی ہے
 ترے قربان لے مرگ غریب جلد اب پہل
 غضب کے جوش میں ہے دخترہ خیر ہو ساقی
 دل دیران کو سرے دیکھ کر کہتی ہے ویرانی
 نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چین بلبل
 نہ گبر اسے دل و لہذا اب منزل قریب آئی
 نہ جو آپ ہی میں اس سے پھر پائل دیکھا
 سخن و ناز خال رخ سے میدان محبت میں

جسے تو سستی سمجھا ہے لے غافل وہ ہستی ہے
 بقدر وسعت مشرب مقام سے پرستی ہے
 وطن کے دیکھنے کو روح دست کو ترستی ہے
 بھری مٹی ہے دیکھا چاہیے گھر پرستی ہے
 خدا آباد رکھے اس کو کیا دلچسپ ہستی ہے
 تری بہت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے
 اسی ہستی کے آگے ادھ آباد ایک ہستی ہے
 تحفہ وطن ساقی کو دقت جوش سستی ہے
 ستم کے تیر پڑنے میں غضب گولی ہستی ہے

خدا کی شان جو پائے اُنکو پیشدستی ہے
 اُنہا تک چند گھر میں برحققت ہی رہتی ہے
 اگر اکسیر کے سولوں دو ہاتھ آئے تو سستی ہے
 وہ چوٹی ارگجے کے عطر میں جھوٹ رہتی ہے
 عبادت ہندون کو دین میں آتش پرستی ہے
 بلند ہی کو بلند ہی جا شہادت کی پستی ہے
 وہ دغا گن ہے جو طائیس کو اڑا کر دھستی ہے

عبدالہم اور دست غیر ذرا لطف و مہر و شاد
 خدا جانے تراجی لگ گیا دنیا میں کیوں لیل
 قدم جس خاک پر پڑتا ہے تیرے خاکسار کا
 بلائیں لیتے لیتے ست ہر جاتی ہے مثال
 رہن کیونکر گرو اس سے آتش رنگ و گیسو
 بڑا سے آہ و ساب کنگر ہے پر عرش کی پستی
 نہیں بچتا دل پر دغا تری زلف چہچان سے

امیر آئی ہے یہ آواز ناقوس برہمن سے
 بے بندار کو توڑ دو جو شوق بیک رہتی ہے

ٹھگو کا ٹیٹھ کا ہے جا بجا جو روٹکی رہتی ہے
 دُرود پوار سے اس کو دین سستی رہتی ہے
 گنگھاروں پرنا کر جوش میں کیا کیا رہتی ہے
 خدا کی شان سپرد عوئے ایزد پرستی ہے
 ترے خلیفہ کو قائل کیا خدا کی پیشدستی ہے
 سداۃ شہر تو برقی کا بھی سنا مجلسی ہے
 سواری میں تری رتی نہال طور دھستی ہے
 عدم میں بھی انہی کیا کوئی ناگن کی رہتی ہے
 ہر دوزخ و دوزن داگونہ ہلائی تیغ کستی ہے
 خدا را یعنی ہے جہین وہ ہندی دھرتی ہے
 وہاں شوخی ہی شوخی ہے وہاں شوخی دھرتی ہے
 خراہوں پر غریبوں کے عجب بے رہتی ہے

خیر و ارا سے سافر خوف کی جا را رہتی ہے
 بہار آئی ہے ساقی عام فیض سے پرستی ہے
 تری تلوار میں جو ہر مین قاتل ابرہمت کے
 حقیقت آجنگ ثبت کی نہیں معلوم زاہد کو
 اہل آئے نہیں بائی کہ ہو جاتا ہے کام آخر
 ہادی آؤ کی گری جو دیکھی دھندلایا
 جلو میں حضرت موسیٰ سے مین دل سخت ڈھکونا
 چرنا ہے وہاں سے جہیز تران پر نہیں ہوتا
 حمیدہ قد ہے جن کا نیک و بد سے جھک کر ٹوہن
 تون کو دیکھ کر ہم کھڑے حمید پڑستے ہیں
 آری اکھوں کو کیا شبیرین جہیز آہو سے
 نہ کوئی شمع قات ہے نہ کوئی گل چڑھتا ہے

مرے دامن سے ساری روک پر غارِ غفلان کی
کدھر کر دیا خاک کو یہ دل کی کدھر دے
نفس کی آمد و شد پر نہ دم بھر زندگانی کا
نئی ترکیب پائی چشم بد کو رمان کی نگھون

جنون میرے گریبان تک نہ جری تیز دستی ہے
کہ خاک انگھون میں غل غل سے ساعت بگتی ہے
اے غافل ہی مقرر اس بہرِ خستہ جی ہے
غزلون کی ہے غوغا گر گیس شہلا کی مستی ہے

امیر اس راستے سے جو گرتے ہیں وہ کو نہیں

مخلو ہے حسین کا کہ قانون کی مستی ہے

ہم کبھی ایک جن کی نہیں سمجھتے والے
پیمبر کی خبر سے تو ہم چ نہیں رہتے والے
بند قانون میں کسی سے نہیں رہتے والے
لب لبو پہلوں سے کیا جو جیتی ہو حالِ چین
گلہ فزون کاٹے تہ گل جاتے کھاؤں
سزل گور سے دم لیکے بریں گے آگے
دل نے کرمان دہ اٹھائی میں کہ کہتا ہی وہ ترک
رہوئے ہو چکی مہر سے اب اثر میں سیجے
آکھیں آماہ میں دے نہ پے خدا خیر کرے
دستی گور فرمایا میں کسی نے نہ راہ
مستہ پے تلوار کے کھ بیٹھے کہ پوری نہ پڑی
مثل آواز نعل جابین گے صاف اے زنجیر
قدرت اللہ کی دکھلائے میں آکھیں مجھ کو
تہ حیان چو لوگی لائے تے نہ نہیں آئے
کیا ہوا میں بھی ہوں اور غیر بھی اس نعل میں

جو گئی خبر پر ہمیں کے جن کہتے والے
کبھی آئی ہے نہیں جو کہتے کہتے والے
ہم تو اے غفلت میں نہ جہن کہتے والے
باغ میں نہ تو میں دور نہ کہتے والے
وہ بکار میں مجھے ادبوں کر گئے والے
ہم مسافر میں بڑی دھڑ کے رہتے والے
آفرین او مرے بیدار کے سمجھتے والے
زندگیہ حضرت واعظ سے جن کہتے والے
اب کوئی دم میں نہ سوچ میں بتے والے
کہتے ہیں میں اس خبر کے رہتے والے
تھے دیکھے میں کہیں کو بھی کہتے والے
ہم ہر روز کی کرمان نہیں سمجھتے والے
وہ حسین تھے جو میری آکھوں میں سننے والے
پہوئے بیٹھے ہے جن پر دو گئے والے
غلہ کے آدم دابلیس میں رہتے والے

گفتگو معروف حق میں ہے یا روحانی	حق جو کہنے کا مقاب کہہ گئے کہنے والے
کو چانس دیکھ چمن کا سر ہے ہی اور قاصد	بیٹھے رہتے چمن جہان چوڑے کہنے والے
ہکو ہستی میں غریب الوطنی لائی ہے	اصل میں عدم آباد کے رہنے والے

سادہ سمجھنا نہیں رہنے دو دیوان میں گیسر
 یہی اخبار دیوان چہ میں بہتے والے

جہر گئی افشاں چمن کو کچھ سترے رہ گئے	آسمان چمن پر گشتی کے تار سے رہ گئے
ترس میں شہاب زبان میں ہے ترسے جا رہی	گنگ کی صورت فقط باقی اشارے رہ گئے
نے کے کہے بشت گردی میں ترو چوٹی کلاں	ہر قدم پہ پا ہوئے آہو چکار سے رہ گئے
چشم واقعہ پر ہے عینک سے اعظمیٰ	مستند میری میں یہ دہائی تہارے رہ گئے
سخت جانی سے جو دہلے پڑی اُس تیغ میں	چوڑے کورہ کی زخموں میں جہاں رہ گئے
برائیت کے کنارے تک پہنچا ایک بھی	دست دیا کہتے ہی یہ اکون نے طے رہ گئے
اور جینا میں تو کرتے اور تم جو دستم	میرے کاربان حوصلے باقی تہارے رہ گئے
تج کا پانی پلا دیا سبکو اُس سفاک نے	تشراب ہم ایک دریا کے کنارے رہ گئے
دل کی شب بھی نہ اٹھا مجھے لے موت ابھی	کیا غضب ظالم کیا اراں سارے رہ گئے

موت آئے یا وہ آئے یا قیامت ہوا میر
 اب یہی دو تین جینے کے سہارے رہ گئے

آگ لکھ آسکو کوئی بھی دغوار ہو گئی ہے	چلیے چمن میں ترس و بیدار ہو گئی ہے
جینے لکھا ہے نامہ شمس عالم آشا کو	جانے کو جان میری تیار ہو گئی ہے
جب یار کی گئی کو میں ناتوان چلا ہوں	پر چھائیں میری جس کو دیوان ہو گئی ہے
ہم تم چمن میں چکر جب چاندن پہنچیں	بلبل میں اور گل میں نکھار ہو گئی ہے
سب کی نظر میں ہیں وہ گول میں ہیں جہاں	خلوت کی کوٹری بھی بازار ہو گئی ہے

کچھ نکر و خب رز کی سپ بختان ہے لازم
 آگور میں تھی سے پانی کی چا بوندین
 پیاسی جوتھی ہو کی دل میں ہو بیت تھا
 و نرات ازیسیا اٹھو اتے میں وہ ہم سے
 طراونکے گیسو تھے اجدا سے ہر اب
 رنگین بیان ہوئی ہے بس یہ وصف گل میں

بیوش اب نہیں ہے ہزار ہو گئی ہے
 جس دن سے کچھ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے
 سینے سے نوک شیبہ کیوں ہو گئی ہے
 اکف ہمارے حق میں بگیا ہو گئی ہے
 مگر یہ ہے ناب بھی مسترد ہو گئی ہے
 پٹی گلاب کی اب منتا ہو گئی ہے

اک بات اہل سی ہے مگر یہ ہے میر لیکن
 ہزار بکھے میں خب و خود ہو گئی ہے

آگور اسکی یہ کو نکر کہوں غور نہیں ہے
 ہر چند جن سے ہے بیت و دور تر جسم
 جب کچھ کمر تے جن کرو رعم میلاد
 قراد کو تخلیف نہ دے کو حکمی کی
 ہم خون بگر پتے ہیں اسکتب شمر
 حورون سے یہ کبد و نہ دکھاینگے وہ جلوہ
 حین رخ محبوب سے کچھ جا بگیا بدل
 ہے میکہ درد میں سستون کلا ہی قتل
 اس بلخ سے ستوداغ بھلے گل بنو جس میں
 شکر کے نہ بل ساغر ہے پاس ادب کر
 شبنم بگر قتل ہے چمکتی ہے ترک کیوں
 بو سے سے ہے نکلا دھین کو بھی بدل

ہاں کیوں جوائی سے ابھی تھو نہیں ہے
 اشکی عادت سے مگر دور نہیں ہے
 فرات کے میں اپنا تو یہ دستہ نہیں ہے
 خیر نہ ترا عاشق ہے ہر دور نہیں ہے
 کیا آگ رہا ہے سے آگور نہیں ہے
 نظرون سے گرا نا نہیں منظور نہیں ہے
 صورت ہر نمازار ہے یہ نور نہیں ہے
 شیشہ نہیں تھر ہے جودل چور نہیں ہے
 جلیبائے ہر فردوس جہان حمد نہیں ہے
 غافل یہ سپر قیصر و فقیر نہیں ہے
 بیدار ہے داغ دل رنجور نہیں ہے
 آنکھوں سے وہ دین میں کہوں غور نہیں ہے

مردہ سا ایسا ایک سردار چن تھا

تیسرا تو کہیں دو دل رکھ نہیں ہے

جہو گریار گرفتگر عام میں ہے
نشہ بخش مجھے گردِ شیشِ ایام میں ہے
دور جاری رہے ہر وقت سے گلگون کا
دقتِ رنگ بدل دیتی ہے وِ عِلم کا
نہا ناظرِ مظلوم سے ظالم بیدار
اسمِ عظم چسپاں کو تھام رہے عجب
دل سے میرے کزبان سے تری پوچھ کوئی
آگہ خانی بند کھا لطف بھی کرا سے ماتی
جس طرف دیکھے کھولے ہوئے نوش ہو جو
آفتِ زلف میں ہے طائرِ دل خاکِ خشان
سر اسے یار لگایا کہ جگا یا حب و
پہنچا گری فرقت سے بچو لا دل میں
لب پہ تو نے جو سی۔ لکھے جسا یا لاکھا
ڈاؤ گیسو سے کہاں جو شِ جنون میں آرام
ڈالو سے مجھے بلا نوش کو خمر کے ستھ میں
سرخ دلِ ناک پھنسنے زلف پر خشان چہر کو
آگاہ روزِ قیامت نہ پھرے میرے نصیب
بے در کہیں میں بیا خاک سے انسان کو شس

جب بلاتا ہوں میں مشاہیرن کف کا مچو ہے
بے بے دلا اگر ہے تو مرے جلم میں ہے
بڑھ کے سانی بھی تیرے خطِ جام میں ہے
چال سے مہر تری گردشِ ایام میں ہے
چٹک چکا صبر یہ مردہ ابھی آرام میں ہے
سوطح کا اثر شد کے ہر نام میں ہے
غیر کیا جانے مرزا کیا ترے دشنام میں ہے
جام ہی جام ہے یا بے بھی کہیں جلم میں ہے
سرفروشی کا مزہ شکرِ سلام میں ہے
آپ دو اندر ہی قسمت کا اسی دام میں ہے
کیا بلا مہر تری چشمِ سیاہ نام میں ہے
جاسے سے دانہ انگور مرے جام میں ہے
کھل گیا شاوچ خشان کا محلِ شام میں ہے
میں ہوں آزاد تو کیا لوحِ مری دام میں ہے
یہ تو اک گھوٹا ہو سانی جو تری جام میں ہے
دام ہی دام ہے دانہ بھی کہیں دام میں ہے
جاگ اٹھے مردے یہ غافل ابھی کلم میں ہے
عاقل آغا تو سے اندیشہ پنجاب میں ہے

ہم کا نام شمس کا مخلص ہے آئیں
یہ چراغِ حق خدا داد مرے نام میں ہے

شان حق صاف بھون کے پرخ گلفام میں ہے
 ماسی اور تو انھیں میں ہے ربط و تسلی
 جو غفلت میں مرے دل کا اندھائی حافکہ
 ہے وہی دلوں پیری میں جوائی میں جو تھا
 دل دکھاتا ہے وہ عالم جو نہیں عالم میں
 روح غالب میں ہو جگر ہے رگوں میں آب
 کبھی خلوت میں زبان کی کبھی عیادت میں عیان
 ہون وہ میکش کہ دم طوف بھی پھنسل خراب
 ہوس نام میں ہی لے دل آزاد و بچس
 آفتاب نہیں پاک سے دل ہے معور
 روز کی وعدہ خلافی سے ترا وعدہ بھی

خلو خاص کی بوجہ گر عام میں ہے
 جسطح لام الف میں ہے الف لام میں ہے
 خیر ہوا وہ بیت تندرے جام میں ہے
 ایک ہی نگہ جاری سحر و شام میں ہے
 دیکھ کر شیدہ عالم بھی ترے جام میں ہے
 میں گرفتار نفس میں ہوں نفس نام میں ہے
 دختر و کبھی بزل میں کبھی جام میں ہے
 جام پوشیدہ مرے جام حوام میں ہے
 پاؤں اٹھا ہوا عفا کا اسی نام میں ہے
 پانچ بیخانون کی ہے ایک کڑی مام میں ہے
 ماتن میری طرح گردن میں ہے

منزل رجب حق قلب عصیان ہے اکبر
 روشنی سچ کی بان تیرگی شام میں ہے

غضب کی مشوہ گری رُوئے شگین میں ہی
 کہان لذت خیل پستوب سی بوس لب
 تری شبیر میں کی شرف اس قدر طاقت
 بری تھا لوث سے و حیا کفن کو کیا لگتا
 نہیں ہے نام کو بھی دل میں بوسے یزگی
 گھٹا عتاب تو پینا اباسس آرائش
 جب سالی توت ہے لے حیاتیری
 دکھا ہمارے بھی عشق ہی صبح نے رنگ

کر شمع بکے شکن یاد کی بسین میں ہی
 شمول نہ ہر سے لذت نہ انگبین میں ہی
 سکت نہ پھر ظلم صورت آفرین میں ہی
 بجا ہے لاشائے امانت اگر زمین میں ہی
 دور نگہ ناکہ ہمیشہ سے نگین میں ہی
 جبین سے چمن چرا تری تو آئین میں ہی
 چمن جو چھوٹ گیا دسہ ندرت میں ہی
 اکیر ہی صبح بھی بوجہ کے یاسین میں ہی

کمان بھی تیرے پنجیر کے کین میں رہی
حیا دامن کی طرح چشم خریگین میں رہی
تو سو طرح کی گرہ زلف مہرین میں رہی

خرو کے ساتھ ہی ابرو نے بڑھ کے دل کیا
امٹا کے آنکھ دیکھا شبِ صال سے
جو تیر یوں سے بل آخرا خدا کر کے

نہرا گرم ہو آفتابِ حشرِ اسیر
مگر تری مرے اشکوں سے پیر میں رہی

کان کی بجلی چسپاں زبردست ہو گئی
تجہ نہرا گین زبانِ برگِ سوسن ہو گئی
باغ میں لہر کے سچ سبزہ ناگن ہو گئی
چاک چولی یار کی بوسداو دامن ہو گئی
کیا نکلنا زحقی جو برقِ حسد میں ہو گئی
سج پوس گل تجھے تجھیں سدا ہن ہو گئی
کب صفتِ نرگان دریاں کی چلن ہو گئی
روستہ دتے ایک بجاو دن ایک آن ہو گئی
شام ہوتے ہی مرے گھر شمعِ روشن ہو گئی
بلبلین آئین اگر گلِ شمعِ دفن ہو گئی
باغ میں گویا زبانِ برگِ سوسن ہو گئی

کھلے جب زلفِ مشکون پر تھکے ہو گئی
بہر میں نہرا چنے حق میں سیر گلشن ہو گئی
لو ایک کس کی زلفِ وقتِ سیر گلشن ہو گئی
دھل کی شبِ دستِ وحشت ڈکیا کیا نخل
چار آنکھیں ہوتے ہی جاتے ہے صبرِ قرار
بجرا دیا دے کون اس باغ میں نازک مزاج
کب ہوا اندازہ انکے گھر کا آنکھ کو نصیب
دو دن آنکھوں نے سمانِ جرات کا دکھلا دیا
جب خیالِ زلف آیا پر گیب سینے میں داغ
جب نگاہِ روشن تھی برہانوں کا تھا ہر جہوم
اُس سی آلود لب کے وصف کا اندر عشق

میکشی میں چچہ مست سے دیے ایسے امیر
شاخِ آہو کھا کے بل شیشے کی گردن تھپی

آدھی دیکھنے کو چشمِ حشرِ آبی ہو
سحر کے پردے میں امجاڑ سیکانی ہے
جب میہا کو پکارا ہے ایل آئی ہے

شرم بجا ہے اگر عشقِ خود آرائی ہے
سریگین آنکھ دکھا کر وہ مبتلا دیتے ہیں
تنگ آکر ترے بار نے بیتابی میں

شعب کو غلت شب سدرہ بیانی ہے
 شہر میں داغ جگر لاد مصداقی ہے
 تیرہ بجی کا یہ عالم کہ گھٹا چھائی ہے
 حیران آنکھوں میں پوٹھوں میں میلانی ہے
 دو دن عالم سے جدا عالم تنہائی ہے
 دور سا غم کے محبوب کی انگڑائی ہے
 شور و محشر سے کہو اب مجھے نیند آئی ہے
 لاک الموت کو بھی ناز مسیحا کی ہے
 صبح کا ذب تری خامت تو نہیں آئی ہے

خدا سے بڑھ جائیگا اس چہرہ روشن کا فروغ
 کون کرنا ہے ادھر چشمِ قلم سے نظر
 دل کے داغوں کا وہ نقشہ کہ گفتم ہر چمن
 نکل کر لاکا شاد ہے جانا اک باغ
 بخت تک ہے نہ فرشتے کا نہ انسان کا گز
 بادۂ ذوق سے چھک جاتی ہر ساری محفل
 بس بہت بے ادبی خوب نہیں مل کرے
 سوت کو ہم جو حیاتِ ابدی سمجھے ہیں
 چیمیز کی کیون ہے شبِ وصل میں خفا و نگو

بیکسی پھرتی ہے قمری کی طرح گرد امیر
 سدرہ آزاد مراد صبح تنہائی ہے

جان بیٹے کو دامن جنگے قضا آئی ہے
 سوجھ سے گئے چشمِ تماشائی ہے
 قہار و صفت میں رسوائی ہر جاتی ہے
 لے اہل تجلویہاں تیری قضا لائی ہے
 آنکھ کی طرح طبیعت مری بھرائی ہے
 یارِ ثابت جسے کہتے ہیں وہ تنہائی ہے
 آنکھ نرگس نے ترے دیکھنے کو پائی ہے
 چشمِ بادام کے پرشے میں تماشائی ہے
 اب یہ چیمیز نہ تارا، بین نیند آئی ہے
 مجھے تھے گور کو ہم گوسٹہ تنہائی ہے

شبِ وصل گم تہا ری نہیں خرائی ہے
 طرزِ سخی لبِ میگوں نے ترے پانی ہے
 کو شاد ہے نہیں جس میں خدا کا جلوہ
 تیرا دان ہے خدا گم گم حسرت سے
 ہون وہ سیکش نظر آئی ہے جو خالی شیشہ
 زیست کیا بعد فنا گو رہیں بھی ساتھ دیا
 تیری باتوں کے بے کان بیٹے میں گل کو
 لے صبا کون سا گل ہے چمن آرا کہ پیار
 کیا نرودیتا ہے اس شوخ کا کہنا شبِ وصل
 یان نگرین کے جگر دلوں سے پریشان چو داغ

بند و عازے ہیں کس ماہ و شرم آئی ہے
سورج لے دل میں کس کا یہ جھنائی ہے
پہرون رو یا ہوں جز غم کو ہنسی آئی ہے

سخت حیرت ہو کہ ہے یار سے مجھے غلوت
دل کو مل شوق سے قدیوں کو تلے پر ایمان
تیغ قاتل کی خجالت کار بارے یہ خیال

عزت افتادگی و عجز سے باغدا فی امیر
خوش ہوں میں ذرا برسی چیز پی پائی ہے

بہت پردہ میں پردہ میں چھپا اور ہی کچھ ہے
معتشوق کی چھیروں میں مڑا اور ہی کچھ ہے
اندھ جیسا اس گل کی ہوا اور ہی کچھ ہے
اشقی ہوئی کوئل میں مڑا اور ہی کچھ ہے
دھوکا ہے مجھے اُسے کہا اور ہی کچھ ہے
مڑا ہوں میں جیسرہ ادا اور ہی کچھ ہے
آنکھیں بھی کہتی ہیں حیا اور ہی کچھ ہے
وہ بے حیا و ہم خدا اور ہی کچھ ہے
آسیب نہیں ہے یہ بلا اور ہی کچھ ہے
تازان خود اسپر کہ دلف اور ہی کچھ ہے
میں نے تو رقیبوں سے سنا اور ہی کچھ ہے
جس پہ ہے اثر غش وہ دعا اور ہی کچھ ہے
جگہ تو مر سبجان گھلا اور ہی کچھ ہے
درو اور ہی کچھ اور دوا اور ہی کچھ ہے
آنکھوں نے کہا تنگ کو حیا اور ہی کچھ ہے
آنکھوں میں ہے کچھ دل میں بیا اور ہی کچھ ہے

او بند ثابت دیکھ خدا اور ہی کچھ ہے
اے چرخ حسینوں کی جہا اور ہی کچھ ہے
نگاہ آج تو بھولوں کا مہیا اور ہی کچھ ہے
آغا ز جانی میں ادا اور ہی کچھ ہے
قاصد یہ زبان اسکی بیان اس کا نہیں ہے
آفت تو ہے وہ ناز بھی انداز بھی لیکن
چہرے کو چھپائیں وہ دن کو بھی چرائیں
عارف سے یہ کہند جو ترے فہم میں آئے
آیا مری بالین چو تو بولا یہ پرسی خوان
کی اسکی جہا پر جو وفا تو نے تو سے دل
کہتے ہو کہ ہم درد کیا نہیں سُنستے
بیدار کی فریاد کو کوئی نہیں سُنستا
معتشوق سے کرتے ہے جہا کا کوئی شکوہ
کیا خاک ہو بیا محبت کو استفا
کی میں نے بھائی ہوئی چہن کی جو تعریف
کیا جانے کسے دیکھا ہوں میں میں میں

کس سے من کروں اپنے سیمیا کی شکایت ہنس ہنس کے جو وہ دل کو مرے چیمیز جوین انداز حسینوں کے سوز نے میں ہیں کچھ اور بے لطف تو شمشیرِ قضا بھی نہیں متاقل مٹنے سے تو کہا اہل کو تھنہ گرا سے جان ہم مری گئے مر کے ہوئے خاک بھی لیکن	سمجھا ہے وہ کچھ حال مرا اور ہی کچھ ہے آج اٹکے ترپنے میں مزا اور ہی کچھ ہے بگڑ میں تو بگڑنے میں ادا اور ہی کچھ ہے لیکن ترے خیر میں مزا اور ہی کچھ ہے انکھوں نے اشدان میں کہا اور ہی کچھ ہے ظالم یہی کہتا ہے وفا اور ہی کچھ ہے
--	---

عادت تو ایسی رجمی ہے فراڈ دعا کی
پر شیرو تسلیم درضا اور ہی کچھ ہے

ہم گئے آنے کی جواں گئے نرسہ آئی ہوئے دو مری شکل جو میران نفسہ آئی غامت شبِ ذقت کی یہ چھائی مری گھر میں آتا تو پتا بھر کی شبِ صبح کا پایا کیا یہ بھری ہے کہ پورے عشق کو برسوں مہمان کی صورت سے آنکھوں میں جگہ دی	افسوس اجل مہارت دمِ پشیم آئی دیوارِ کبان سے مرے گھر میں یہ در آئی جب دو پہرائی تو میں سمجھا سحر آئی صد شکر کہ باتوں میں سفیدی نظر آئی اب تک نہیں معلوم طبیعت کہہ کر آئی دہن سے لگی گھر میں جو گر و سفہ آئی
--	---

چھائی تھی ایسی راکھی صبا ت جو نظر میں
شام آئی مرے گھر میں تو سمجھا سحر آئی

کچھ بین وصل میں پوری تو نہ خلوت ہوگی دو قدم تم جو چلو گے تو وہ رخصت ہوگی اتواں ہوں میں تو کیا جب شبِ صلیت ہوگی لڑت جو بھی لب پر نہیں لا سکتا ہوں میرے دشمن پس اراں ہوں مدد میں یکس	ساتھ کیلی ہوگی جو مری مصمت ہوگی ساتھ کیا غور کرین کھانے کو قیامت ہوگی دیکھنا میری طرف تیری نزاکت ہوگی شکر بھی میں جو کروں گا تو شکایت ہوگی غم ترا ہوگا میں ہو نکاحی حسرت ہوگی
--	---

واغلاک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے
 بے گناہوں کا کب خون اسی ظالم نے
 طیش برق کے میں طور پر اب تک چرچے
 دیکھ اسے دل کہیں دھوکا نہ حیا کا کھا
 جب کہا ضعف سے مرنا ہوں تو ہنس کر بولے
 عرصہ حشر کیا نرندہ غزا با ست کہان
 کچھ دہن سب کچھ ابھی ہے جو خفا مل آئے
 ذکر حشر آگے تھا کہ تو یہ سوچ آتا ہے
 نزع میں آپ کہاں آئے ہیں اکٹھو اٹھیے
 حشر میں میرے گناہوں کی تو ہو گی پیچھے
 دروہی اٹھ کے غیب پھر میں کہہ اٹھتا ہے

تو بہ کر لیں گے جو سے پیٹنے سو فرصت ہو گی
 نا اُمیدی سے اُمیدوں کو خشکایا ہے ہو گی
 کبھی تپتی ترے ویدار کی حسرت ہو گی
 شرم کی آدھ میں پوشیدہ خوار سٹ ہو گی
 اُس سے کیا ٹوٹ چکا دم جس میں نہ طاقت ہو گی
 جائیں گے پیٹنے چائے سے جو فرصت ہو گی
 پھر نہ آنکھوں میں مروت نہ طاعت ہو گی
 ہاں اُس روز تجھے کیسی ندامت ہو گی
 جائے جائے ہونی ہے جو حالت ہو گی
 اور گنہگار دن کے آگے تری حسرت ہو گی
 بھائی بھوتے نہ ترے دل کی طاقت ہو گی

یار آیا ہے عیادت کو تڑپ اور اُمید
 اٹھ کھڑا ہو گا وہ غمخواری جو طبیعت ہو گی

کیا کہا دم بھی نہ کھلے گا جو اُفت ہو گی
 شمع جی یون ہی جو سے پیٹنے کی عادت ہو گی
 آرزو وصل کی اس ڈیرے نہیں کر سکتا
 تو پہنچنے کا نہ محشر میں گنہگار دن تک
 ہے سب دل نہیں بھین ہوا جا تا ہے
 کچھ بھی کھلی نہ رہے فتنہ قد کے آگے
 دل کو دیجائے گی تسکین کسی کی تصویر
 ابھی بیٹھے ہو تو آفت چاہے آفت برپا

جان بھی کیا کوئی ظالم تری حسرت ہو گی
 ایک دن ہنر یہ دستار فضیلت ہو گی
 دل شکستہ مرے ہم تری فرقت ہو گی
 راہ رو کے ہوئے گھیرے ہوئے وقت ہو گی
 جھکیاں مٹی کی سی کی کوئی حسرت ہو گی
 تجھے تھے کوئی بڑی چیز قیامت ہو گی
 جان بچنے کی یہی دھرمین سورت ہو گی
 اٹھ کھڑے ہو گئے تو ایمان قیامت ہو گی

سول پر چھو نہ مرے دل کا مری جان مجھ سے
 تڑپا میں کہتے ہو خوردن تو ہے جھنڈا مشکل
 ہوسا گلا جو پس واصل تو بولے ان بان
 دختر رک کا بھی جو بن نہ بھارے جس کو
 جب کہا میں نے کہ کچھ دن ہی سے آنا تو کہا
 سبتان وصل میں عصمت کو تو سمجھا بسنگی

تم جو بے لگے خوشی سے وہی قیمت ہوگی
 کیا تباری ہی ہی انکی بھی طبیعت ہوگی
 اجڑ ہر وقت مری جان پر آفت ہوگی
 ایسی شریل کسی زاد کی طبیعت ہوگی
 خام سے پہلے ہی آئی تری شامت ہوگی
 نہ ملے گی مری دشمن جو نزاکت ہوگی

بجیے جی وہ نہ ہوا صاف تو سمجھا میں امیر
 منی دینے کے لیے گرد کہ در سے ہوگی

روزِ فرقت بھی نہیں وصل کی لذت ہوگی
 کیا خبر غمی کہ جوانی تری آفت ہوگی
 کہیے جو چاہیے سجد میں خباب دہخا
 کہتے ہیں قہر کی حالت میں تو ہوا لبِ وصل
 ایک کی ایک کو جوگی نہ خبر حشر میں
 دردِ دل کہنے لگا میں تو وہ بوسے بس ہیں
 گدگدا بھی نہیں سکتا میں شبِ وصل آنکو
 صبح سے جب یہ غریب آگ سے ٹکس رہی ہو
 تار و فرخ چکان ہے بھلے غلابِ حسن
 قہر کے زعب سے پیچھے جو بہنیں گے مجھ
 مسرتِ مردہ بھی ٹھگی نہ میرے دل سے
 دھنس دیوانہ گیسو کی بھین گرد واد
 ہنڈ کو ہنڈ ترے چوستے ہیں گنت میں

گردِ شش چشم پری گردِ شش قسمت ہوگی
 بات کرنی بھی غریبوں کو مصیبت ہوگی
 آپ سے ہم سے تو سہانے میں حقد ہوگی
 کیسے کل کیلو گے جب تم چناریت ہوگی
 لیگی جو سب کی خبر وہ تری رحمت ہوگی
 بیٹھے بیٹھے میں گے جو فرست ہوگی
 لبِ نازک کو ہنسی سے بھی اذیت ہوگی
 دن بڑھے کیا ترے سینے کی ہورست ہوگی
 غوغا ہے تو کوئی تیری ہی شرارت ہوگی
 دل بڑھائی ہوئی آگے تری رحمت ہوگی
 اسی دیرانے میں ہلکی کہن تربت ہوگی
 گنگنی چوٹی سے تھیں کاہیکو فرست ہوگی
 پتی باف ہے اب تجھ سے رقابت ہوگی

سچ کو چھٹا لکھ چوس نیستی میری صد تے اُن ہونٹوں کی جیسے پھٹکات ہوگی

بڑا رہی ہے صفت زلف نمودار سکی امیر
آگے بڑا کر بھی چوٹی کی ریاست ہوگی

ہر قدم پر جبر بھی نازی کی صورت ہوگی
ہاے کیا نزع میں اسوقت قیامت ہوگی
دل زنیٹا ہے لحد میں تو یہ آنا ہے خیال
جسلی بجلی جو جسم کی تو بولا وہ شواخ
بڑی سرکار ہے وہ میرے گزرتو ہے جن
اُن کی تصویر سے اے دل نپٹ اور نہ نہیں
بے سبب نفس کشی کیا فتنہ کرتے ہیں
دیکھ لگا مری حالت جو محنت میں تو بھر
ٹھٹھے میں آج اُدھر جاے گا وہ حشر غرام
دس کی ٹکے دعا تم نے بھی آئین کہی
چہوٹے سے قد چٹاس زلف کو جانا اِدل
چارون کا ہے ترا طنطہ منہم اک روز
سخت جانی بگے مرنے جو نہ دیکھی دم ذبح
روزِ محشر نے درازی یہ کہاں سے پائی

میں تو کیا تجھ پہ خدا تیری نزاکت ہوگی
جان جب حشر کا دل سو مری نصرت ہوگی
یوں لکھا پھین مے ہجر میں حشرت ہوگی
کسی پھین طبیعت کی خیرات ہوگی
ہاے کیا حشر میں رحمت سے لذت ہوگی
تیرے آغوشِ قصود سے بھی نفرت ہوگی
ترک لذت میں بھی انگو کوئی لذت ہوگی
کوئی گنجت ہی ہوگا جسے اُکٹ ہوگی
ہاے کیا گوہرِ غریباں میں قیامت ہوگی
اب تر صد تے تو قربان اجابت ہوگی
ابھی آفت ہے بڑ ہوگی تو قیامت ہوگی
کوس رحلت ترے دردِ دہری کی ذبت ہوگی
ہاے دسوا مرے قافل کی نزاکت ہوگی
پودہ حشر میں میری خبِ فرقت ہوگی

کبھی آئیگا وہ دل میں کبھی آنکھوں میں امیر
یسی جلوت مری ہوگی یہی جلوت ہوگی

سچ مژدہ کس رنگِ شہر کی جو رقم کی
کیا راہمیری موت نے کی خضر کی صورت کی

چکی وہ عبادت کہ یہی نوکِ کلم کی
بند آنکھ ہوئی تھی کہ کئی راہِ عدم کی

چلتی ہے کہیں خواہش دیدار دوبارہ
ہر چند وہ کم عمر بہت ہیں پر ابھی سے
ہے غیر کے سینے میں جو داغ غم اُردو
آتے ہیں بہت منزل ہستی میں مسافر

پھر ہفت سیر طور کسی روز نہ چکی
رفتار قیامت کی ہے باتین زمین ستم کی
روشن ہے صنم خانہ میں قندیل حرم کی
دیتا نہیں ہر کوئی خسر اہل عدم کی

تھا حدیثان امیر اسکی گل کا جو پس مرگ
آئی مرے مہ قدیم ہوا باغ ارم کی

خوفان مرے رونے کے سمندر میں
جنت کے جہاں میں سد ہارین پر جنت
ہر چند کہ کہیں میں ہے بوٹا سدا نکلا
قسمت سے جو پایا شرف مذمت مہدی
دورخ کے سزاوار نہ فردوس کے قابل

انجم کے چراغ آہ کی صرصر سے بڑھیں گے
اپنے قدم کو چو کوہ سے بڑھیں گے
ہونے دو جوان سرود صوبہ بڑھیں گے
پہلے قدم اپنے صدف شکوے بڑھیں گے
ہم لوگ تھپ صدف محشر سے بڑھیں گے

کام آئیں گے محشر میں امیر اشک غم شاہ
تجربہ میں یہ نظر سے درد گوہر سے بڑھیں گے

جان لیکر بھی نہیں دل سے یہ ہٹنے والے
آج تو دعوت سے آپ کو کرتی ہو گلی
کی نظر بھی تو نگاہ غلط انداز سے کی
کو سے قائل میں جو چلنا ہو چلو مشقتا تو
وہ من اس گل کا یہ کہتا ہے کہ ہکو نہ چھو
دستِ جان سے گر جان کے آڑے ہو کر
سیان میں تیغِ دو کمان سے تو گھتی ہے عصا
اپنے شقاوت سے گھر نکلتا نہ کراؤ شاہدِ گھر

تیرے گیسو میں جا ہو کے بیٹھنے والے
رندیوں حضرتِ واعظ نہیں بیٹھنے والے
تیرے تم نے نگائے تو اچھٹنے والے
باز رخصتوں کے جن سرکار میں بیٹھنے والے
ہم کالو سے بھی بڑھ کر ہیں بیٹھنے والے
اے جنوں یہ قری با حق نہیں بیٹھنے والے
اور دو چار گئے ہیں ابھی کھٹنے والے
ہیں دشمنِ برہنہ سے بیٹھنے والے

نہ بنے بیٹھے ہین ہر بات کو ٹٹنے والے
کہ درخون سے لپٹے ہین پٹٹنے والے
وام کہ باوہ فروزون سے ہین پٹٹنے والے
وہ تو پروہ نہیں چہرے سے اٹٹنے والے
بارک اللہ زبان ویکے پٹٹنے والے

خان اللہ کی اُس ہزم میں ناس بھی ہین چپ
عشق پیچھے نظر کرے اگر عاشق تہ
قیس جام میں کرتے ہین طلب دولت جم
خون ہو طالب دیدار کا یا دم اٹٹے
تھا بھی وصل کا افسار را بھی ہے انکار

رہتے دو رقم بھی دیوان کو چھانٹو نہ امیر
آپ چھت جائینگے جو شعر ہین چھٹنے والے

باجہ باندھے ہوئے برسات کھڑی رہتی ہے
دل کہیں ہو مگر آنکھ اُس کو لڑی رہتی ہے
بیچ میں شرم کی جلبن تو پڑی رہتی ہے
لوگ خرگان تو مے دل میں گزاری رہتی ہے

میرے سعادتن افسان کی جھڑی رہتی ہے
بجھڑی میں بھی میں دیدار سے محروم نہیں
اور پروہ سے نہیں ہوتے جو خوب وصل تو کیا
کس طرح کرتے ہو اور دن کے جگر میں سوراخ

وادبی عشق وہ داری ہے جہان مر کو امیر
برسون بے گور کو کفن لاش پڑی رہتی ہے

کبھی جھالے جہا بون کو نہ چھوڑا خلا ہی سے
ٹپک جائینگے آنسو بکے موتی تلج شاہی سے
مڑے اٹٹے مے سان وکبا کب نہ واپسی سے
خدا کی شان ویزن ہماٹے ہین دور راہی سے
مشابہ وام باہی گیر بھی ہے بغیت راہی سے
ہوئی ہے دخت و دریشا اب فضل الہی سے
ڈرا تھا اسعد و غہا سے وقت کی سیاہی سے
کہ بد میں مہدیان پانی کی ککریا راہی سے

جو ناک طبع ہین محفوظ ہین قبر الہی سے
یہ آب و تاب ہے دو چار دن دولت بنا بھی سے
لا کیا من و سلوئی کبھی فضل الہی سے
وہ آنکھیں دیکر کہ عاشق کو اپنے میر لیتے ہین
بنائی ظالم مظلوم کی شکل ایک نگر دونے
سنت خفاق ہون دو بول اضی کے پڑ جائے
کھل جنت میں نغمہ و نور و جنت سے میں بھاگا
کیا دیا کو یہ صحر ہماری گرم آہوں ۲

کہ جسٹ اسکی خرقاتی پر میری عذر خدی سے
ہوا دایان یوسف پاک لڑو کی گواہی سے
نکل پڑے میں لڑکے جلیج گھر کی سیاہی سے
گنہ گاری مری جیسے گی میدان بنگاری سے
گلے مل کے بہن ڈھین لیک لیک ہی سے
تبرک مل گیا ہمسکو بھی درگاہ انہی سے
کہ ہر جہاد گردن مارتا سے حکم شاہی سے

وہ مجرم چون گنہ کا عذر بھی من کر نہیں سکتا
سلامت اشک ثابت ہو رقیبوں کی نہ ڈراول
زوال حسن میں یوں چہرہ جاناں پر خطا خلا
جو پلے پہلے جسٹ دیکھ لینا حشر آنے دو
میں وہ غربت زہد چون میری غربت بھی دیکھی ہے
زبان کاٹیں جو کم بذاتی کا اسب ڈکلا بیک
خدا سے ڈر نہ کر اسے لوح عوامیل کا شکوہ

سیا بان مرگس میں اہل دہن کا خاک گزرتا ہے
پیشتی ہے ہادی خاک! میرا کیا کیا ہے

لڑتا ہے مراد اسٹے کی بد بنگا ہی سے
سیاہی روز میدان جیسے لڑا ہوا سیاہی سے
خطا ثابت کرے کن اپن ذمہ عذر خدی سے
بے جلتے ہیں گیسو پر جان تری سیاہی سے
ہر دہائی سچ مگر ثابت ہوا جموئی گواہی سے
لگائیں ہر چہ بیان مژگن کے کیا کیا کیا سیاہی سے
کہہ جسٹ ہون روئے چراغ صبح گاہی سے
بھرا ہے رنگ شاید گوار کا ذر کی سیاہی سے
کھلا ہوگا کبھی منہ تو کھلا ہوگا سیاہی سے
ٹڑپا ٹوشا پھر دا دیا ہے برق دا سیاہی سے
زنا وہ اب ہے بیتابی توانگی کم بنگا ہی سے
کہ نہ نکسوں میں چھوٹی پٹی کی سیاہی سے

وہ خوش چنگام آدائش میں اپنی بنگلا ہی سے
لڑی یوں آنکھ اپنی چشم قاتل سے تو خضر
خاموشی جوان کی چہ تو ہم بھی ٹال جائیگے
خدا سے ڈر نہ کر اندھیرا سے بھبھکا پرتنا
شباب ہے غیر سے ہمنے کہ تم پر حسن میں بیکت
مرادول اور حکر چلتے چلتے کروا چھوٹنی
زوال سن ہے اب کیون تہا سے گرو میں عاشق
شہر فرقت کا خاک کھینچ کر فحاش قدرت نے
سوال سے کہیں ساقی سے تیرے صحت کرتے ہیں
کہان میں مضطرب ہے جہان میں ادا بننے
ہمارے دل کا آئینہ سب مغل تو پہنچا ہے
سیہل لے تو ہوں پرہیز دو عالم جیسے یوں مٹن

ابھی وہ بھی دن آئے کہ وہ بٹ بٹکھو بٹکھو اسے
کہوں میں ایک دم ذہمت نہیں یاد ابھی سے

امیر اب جلد سچی سے جلو سے عدم آخر
نہائے اہل کچھ غائد کیا عذر خواہی سے

بے شبہ عشق کا کر جان جائے
اجسی نہیں احاسب عاشق کی عادتیں
خبر نہ کرے کھینچے گردن پر رکھ دیا
کہتے ہیں مگر مرا کوئی مسرت کہہ نہیں
عاشق کی لاش پر ہے کچھ اخبار غم مندور
بھکوتا ہے کوئی کہیں پوچھتا نہیں
قامنی سے جا کے وارفتہ میں کوئی کہے
اچھا ہوا کہ حضرت دل دان دھر ہو گئے
جیسا ہر دس بھیس بھی دیسا ہی چاہئے
کہتے ہیں ہوس ویکے میں آفت میں پڑ گیا
مٹی نہ دیکھئے مجھے اچھا نہ دیکھئے
جڑوا نہ آپ آئندہ خانے میں کھو لے
آخر ہوسے نہ حضرت دل تپ دان نول
آخر ہے رات وصل کی کب تک نہیں نہیں

تسراں ہونے واسے پہ قربان جائے
کہنا رقیب کا نہ کہیں مان جائے
اور بولے اچہ کہ جسے قربان جائے
مسامب جہان نہ چھوڑے ارمان جائے
صورت ذرا جتا کے پریشان جائے
پوچھے تو لا کھ مرتبہ مہمان جائے
جہنمی قلندر وں کی ذرا چمان جائے
کس نے کہا تھا جگے نگہبان جائے
جنگل کو جاک کر کے گریبان جائے
تو ہے آگ اور بھی ترسے قربان جائے
اچھا لاکے خاک میں ارمان جائے
ایسا نہ ہو کہ ہو کے پریشان جائے
مان اور دوڑ دوڑ کے مہمان جائے
بس بس خدا کو مان کے اب مان جائے

خلوت میں اسکی دل کو تو لیا جائے امیر
پر دل میں کوئی لیکے نہ ارمان جائے

پہچان پر ہے ناز تو پہچان جائے
مگر غیر کے منے سے مر جان جائے
کیا ہے ہمارے دل میں بھلا جان جائے
شعوی دشہرم دوہین نگہبان جائے

ایسا ہو جان نثار تو قربان جائے
 آج آپ ایک بات مری مان جائے
 ہاں خاک چھانٹی ہو اگر چھان جائے
 کیونکہ کہوں خدا سے گنہگار جائے
 اک بات اور بھی ترے قربان جائے
 دنیا سے جائے تو پریشان جائے
 دل سے مرے نکال کے اور مان جائے
 اہ نادر کون سے سینہ دل چھان جائے
 ہو میزبان سے رسم تو بہان جائے
 مشکل کو میری کیجئے آسان جائے

اس باکپس سے قتل ہوا میں کہ کراٹھے
 مانی میں میں نے سیکڑوں باتیں تمام علم
 کتے میں آگے درپہ مرے پائے گا کیا
 یہ رشک بد بلا ہے دم غصہ حبیب
 محشر میں بھی شہید بہت کو ہے یہ رشت
 آئے ہیں بال کھولے دم نزع اے
 جانے کو سن میں نہیں کرتا مگر حضور
 آن جنوں سے کہتی ہیں یہ محشر میں مری
 ہوں نشا خدا سے تو کہجے کو جا میں اہم
 ایسی بات چہن تو نکلتا نہیں سے

گہانہ میں کسی سے مشتاق کی امیر
 مشہور جائے نہ منور مان جائے

جاؤ کو داغ نگاہ ہے
 رنگ کے ساتھ آڑا جاتا ہے
 فیصلہ آج ہوا جاتا ہے
 دیکھے کوئی کمپا جاتا ہے
 جان جاتی ہے جب آتا ہے
 کوئی بیوقوف ہوا جاتا ہے

سچائی میں جو رہ آ جاتا ہے
 کشتہ زار ہے عاشق تیرا
 سرکھٹ میں ہوں وہ شمشیر بخت
 آئے دیکھے شرا میں نہ آپ
 دل لگی سمجھے ہو دل کا آنا
 اتنی تیزی نہ کرا سے نہ حسن

کچھ طلب کی جو اس سے تو امیر
 نکلے وہ صاف آڑا جاتا ہے

تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے

عکس آئینہ سے عطا ہر ہے

<p>وصل اُس نبض سے ہو جو کہ نصیب جان کی سبزی بنیں جانی قتل میں کس لیے ہے اپنا خیر کب سے مرنے کے بڑے کئے ملا کوئی بہانہ سرا ہے یہ دنیا</p>	<p>کچھ قتب نہیں وہ قار ہے برگردن کیا تباری خاطر ہے آپ سوجھ ہندہ حاضر ہے تدم اپنا بھی حکم دار ہے جو ہے اس گھر میں دھار ہے</p>
<p>چشم پر خون کے دیکھنے سے امیر دل کا جو رنگ ہے وہ ظاہر ہے</p>	
<p>غیر کے پہلو میں یاد دیکھیے کب تک رہے پہلو تو سب بلغم میں سوکھ کے کاٹا ہوئے نگہیں چھوئے ستا جاسے سے باہر تین گل ساقی پیا شکن کھڑے نکلتا نہیں</p>	<p>جان حزن بیکار دیکھیے کب تک رہے تکلیفوں کی بیمار دیکھیے کب تک رہے حسن عروس بیمار دیکھیے کب تک رہے نظر سے کاٹا دیکھیے کب تک رہے</p>
<p>روز سے دل و دان چھٹتے ہیں جا کر امیر یار کو ملوثی شکار دیکھیے کب تک رہے</p>	
<p>کہوں کیا کہ وہ شمع کیا آدی ہے نہیں مروج چشم ہے کسوٹی جو کبھی کہیں ہوں زمانے سے چھوٹا چترن میں مندا کی کا جلوہ دکھایا درا کی مری تنگے عزیزوں سے بولے</p>	<p>عجب چال کا گھات کا آدی ہے گھا ہوں میں اچھا برا آدی ہے وہی فی الحقیقت بڑا آدمی ہے برہمن بھی کیا باغداد آدمی ہے یہ سب ہی گڑا سے کیا آدمی ہے</p>
<p>ایسے راسکی ہے لامکان تک مانی نریشٹے سے بھی کچھ سوا آدمی ہے</p>	
<p>کوہ پیا پر چرخ مدد سے</p>	<p>کب محبوب پر ہر مدد سے</p>

ایک سیدی نگاہ پر سیری	- لاکو لاکو کھانا کھین مہرے
تو وہ ہے شمعِ انجمنِ جہر	انجمن کی ہے انجمن مہرے
خطِ عارضِ چہرہ زارِ نشار	گلِ رخسار پر چہرے مہرے
دخترِ زکوٰۃ دیکھ لے جو کبھی	کہ اٹھے شیخِ جانِ من مہرے
تیرے کپے سے گھر لگیا نسبت	- ایسی غربت چہ سودِ من مہرے

یاد آتا ہے ان کا یہ کتب
تجسس میں اسے ایسے من مہرے

حکسہ دین ہمارا گھر بنے اور ٹوٹ جائے	سے ہی دیوار بیٹے رہے اور ٹوٹ جائے
غیر نے نہ ہر کی ہے پر ہوا اس بیت کو وصل	پہلے اسے غائب کر بنے اور ٹوٹ جائے
و خطا ہے نہ نظرِ واعظ کو دہان کی ہنسی	برنگونی ہو کہیں نہ بنے اور ٹوٹ جائے
دشمن کے کیوں نہ ہو مگر ہوں ہم شے کمال	جب ہمدی خاک سے ساغرِ نوا اور ٹوٹ جائے
تج آہن کا ہے ہر کی سخت جانی سو حال	جیسے مٹی کا کوئی خیر بنے اور ٹوٹ جائے
ہوں وہ دیوانہ جو رکھوں دشمنِ دشمن میں	خارجا ہوں میں ہو دشمن بنے اور ٹوٹ جائے
کشتی سے جوشِ فضلِ گل سے ہو اس زہر پر	تو نہ لادہ بیان لنگر بنے اور ٹوٹ جائے
بیر سخی میں زنِ انسان جا بجا ہے	آن واحد میں نہ کیوں مگر بنو اور ٹوٹ جائے
دلشک سے ہوں کھینچا آئی سے کیا پوری شبیہ	یاؤں کھجور جوں گشتِ سر بنو اور ٹوٹ جائے
برہمن تجھے جہاں بُد کی کون نگینِ ولی	نستے نستے دل ترا چہرے اور ٹوٹ جائے
آگہ تیری آگے گردشِ من جسکے جا سے اگر	اک گھر میں سا قیاس بنے اور ٹوٹ جائے

ہے زمینِ سست میں بڑا کاوش اور کھیر
جیسے رنگستان میں چاہا کفر بنے اور ٹوٹ جا

یوں آئندوں سے ہے بلِ مضطر کی خرابی - برسات میں ہو جیسے کسی گھر کی خرابی

کیا پوچھنے جو مجھے مرے مگر کی خرابی
ظالم ہو جو حاکم تو ہے کشور کی خرابی
ہا پسند یہ مرعاب کی منبر کی خرابی
مصرف کے گئے ہا تو ہے زرد کی خرابی
ہوتی ہے گرہ جانے سے گوہر کی خرابی

ہے غالب و بجا کی طرح روح سے خالی
دل خاک ہوا باد جو برباد کرے عشق
وا غلط سے کہے کوئی کہ شہر یا چھوڑ
سو گئے رطبان دین عرض اک جام کے یکیش
ہر چند کہ ہو صاف سخن لاف ہے یہ جا

ہے حسرتے مضامین سوا میرانی غزل ست
ہے ناخلف اولاد سے اس مگر کی خرابی

ہم سے ہمارے طالع زمین بھرے ہوئے
اپنی بھی عاشقی کے دیان تذکرے ہوئے
گلشن پیکر سیاہ بین بادل مگرے ہوئے
زکون کیے پھون میں پٹھے چڑھے ہوئے
ہم ہر ماہ دو خون نظر سے گرے ہوئے
ہو جس سر سے پڑے نمود ہی اس سرے ہوئے
نیزوں میں دو خزاں ہیں گویا گمرو ہوئے
بحرین ہو میں غنیف دوق جبر جبرے ہوئے
نقصان نہیں جو دام میں اتھو تھے ہوئے

کیونکر زمین نہ اسکی نظر سے گرے ہوئے
زاد و قیس دق کا جیان ذکر آج
ساقی ہو رقی وے کہیں شیشے سے جلوہ گر
اللہ ہے کہ جان غریبوں کی اب بچے
جب سے پڑی ہے تلک کسی مدد و صاف پر
اللہ سے انقلاب لمانہ کہ اند نون
پلکوں کو اہ یار کی آنکھوں کو دیکھو
دیوان میں لکھو یا جو کبھی ضعف دل کا حال
گیو کا ہوس دین و لگرے کے نقد دل

کیا نہ پڑ زمین کے حال مرغ یار کے امیر
انجم میں آپ اپنی تھر سے گرے ہوئے

زبون خواہر و شان خانق جاں ہی ہو حال ہی ہے
خدا کے مگر کا غلام کا لاسیاد رنگ بلاں ہی ہے
پہر خمبہ ہے یہ شایع کہ مہر ہی ہے حال ہی ہے

جسین تھر ہے حال ابد تو جبر و محضے سے حال ہی ہے
میں خیر و خیر سے اپنی خوشی میں کثیر و ذوق حال ہی ہے
کشیدہ ہیں اس تھر کے توبہ و پروا حال ہی ہے

<p>دنگ کیا ہو جو کہ ہو نیکو کر کیا چھتا ہو جس سے یہ کہو کہ کیا کہہ گئے پُپ ہوئی فراموش ساری بھٹ بنائے وہ رہا یہ کہو کہ وہ مر گئے تھے دیکھنے کو کہے یہ رہا کہہ کہ کیا کہ میری بخشش لاکھوں ہو کر اگر چاہے میں بہن لیکن نعرے میری لینڈنگ وہ قد قیامت وہ عاتق من غضب کی تہہ پاکی خوں</p>	<p>کہا تو یہ چل ہی جو کہ کی صورت سوال ہی ہے چہ سے جن غل میں میں سہی کر گیا وہ چل ہی ہے خوشی تو ہو میرے دکھ لیکن شریک کہہ کہ چل ہی ہے عشاء کہ تو میں میں شریک گر گئے انفال میں ہے عروس دولت کو خاک جا بہن نظر میں ہی ال ہی ہے لگاؤ ناوک ہی برق ہی کہ کمان کو ابرو چال ہی ہے</p>
---	---

ترن کی انصاف ہو انا خدا سے پیری میں لگاؤ
 امیر و نیک سے انا انا و من و من کی کل ہی ہے

<p>اے حقوق گردن سینا کیے ہم وہ میکش تھے کبلی جب تک فراب صخرہ نامع بیان آئے تھے آج آئے کو تم نے دکھ لایا حال مت گئے جب جان و دل ہو وہ لگ</p>	<p>میک سے میں ہم مرے لونا کیے واسن قاضی سے سر ہو چھا کیے دیشک کچھ بیٹھ جاک مارا کیے ہم کہار سے بیٹھے نہ دیکھا کیے پسول جو بیٹھ دے تھے کیا کیے</p>
---	---

دعوت ردا کی جاوے پاس امیر
 اور میکش دور سے تاکا کیے

<p>دن جاتی کے گئے پیری سفر کا وقت ہے چشم بخشی سے قتال سے خدا کا وقت ہے وصل کی شب کچھ ابھی ہے یا عمر کا وقت ہے گھر کہاں جاؤ گئے منشا نے میں چکر سو رہو اضطراب چل چھا پیدا ہو ہنگام دم اس قدر ہر دور کیا پاؤں پھیلائے ہوئے</p>	<p>رات گزری چونک سے غافل عمر کا وقت ہے دم ہی آنکھوں میں ترجمہ کی نظر کا وقت ہے کان بجے ہیں انہی ایکسہ کا وقت ہے دمپ بڑنی ہے غضب کی اوپر کا وقت ہے ہو گیا ہوا یقین محسوس کا وقت ہے رنگ کی آواز آتی ہے سفر کا وقت ہے</p>
---	---

دھوپ سے سانس میں شہر و دو پہر کا دقت ہے
 شاخاں کو پے میں قتل نامہ ہر کا دقت ہے
 ٹھکڑا جانے دو دھندلے میں سحر کا دقت ہے
 آنکھیں ہیرائی میں اختر کے گزرنے کا دقت ہے
 بٹیاں جھلکیں تو میں بھگا بھگا کا دقت ہے
 در و دل کے بعد ہی دیو جگر کا دقت ہے
 اسے نکلا ویاس یہ تیر سے اثر کا دقت ہے
 آفتاب آیا ہے سر پر دو پہر کا دقت ہے

آب رخ میں زلف کبھی ہے دل عشاق سے
 خود بخود سینے میں کیوں مگر سے ہوا جاتا ہر دل
 روکنا ہون میں تو کہتے ہیں دو دامن کھینچ کر
 نیکامت ہے دعا سے دل سدم چار ہے
 مضطربان نے جگہ گیری میں غمزدی کو چ سے
 ایک دم بھڑا کر کو فرست تڑپنے سے نہیں
 نیم جان چہرے ہوئے قتل سو جاتا ہو در غم
 گریبان اس رخ کی ہر تکی دقتی میں موز دھلا

ہاتھ گڑی صبح آئی کرو عاقبت سے امیر
 سارے دقتوں سے یہی دھما دھکا دقت ہے

کہ جب لون سے تربت مری جھان گئی
 قضا کے گلے عجب کو بدوا گئی
 دہن سیر دکھلا کے پہنچا گئی
 بجے تیری دیوانگی کب گئی
 گلے لگے بس کو بھگ گئی
 بھگے میرے ہاتھوں سے مٹا گئی
 تڑپ آ کے کروٹ بد لیا گئی
 طبیعت ہی تو ہے ابد صرا گئی
 جہان کوئی ایسی آہن میں آ گئی
 مرے دل میں کیوں آگ بھڑک گئی
 حیا اس کو پر دے میں جٹا گئی

سبا کو یکب آج سوچ آ گئی
 ادا اس کی کیا ستم ڈھا گئی
 جہان سے مجھے لائی تھی میری عمر
 صدا خاک پتلی سے آئی کر لیس
 خدا جانے وہ تیج کیا وقت قتل
 ستم لذت نیستی نے کیا
 وہ میرا یکس ہون میں ناتوان
 مرے عشق کی وجہ نام نہ پوچھ
 غضب آگیا حبان عشاق پر
 خدا اپنی شہدی سے پھر خود تم
 راہل میں بھی میں محروم وکل

ہڑی بیوٹا عمر فرستہ تھی ہاے
 ہوئی وصل میں بھی نہ خلوت نصیب
 بلایا تو حق میں نے تجھ کو حب
 عدم کا بھی رستہ نہ سید ہار ہا
 یہ کیوں غم سے کرتی ہے عشاق سے

سافر کو رستے میں کٹوا گئی
 جو شوخی پہی تو حب آگئی
 پٹ کر ترے ساتھ کیوں آگئی
 کہ اسکی کر توجہ بل کھا گئی
 تھنا کو کعبہ ن سے اٹھا آگئی

نئے رنگ کے کپڑے گل پیر
 طبعیت جہاں رنگ پر آگئی

دو صورت تصور میں کب آگئی
 نئی چشیم سانی کو موج آگئی
 تری مسدود کیا رہی بے سوا گدا
 کہا جب تک کہ نہ مانے کچھ جام سے
 نہ آئے اگر یار پیمان مشکل
 کہا فی مرے درد کی کچھ نہ تھی
 کھلاؤں کا جوڑا تو دشمن کے گھر
 قیامت سے دعا تھا اسی تاک میں
 پیسے میں کیوں ڈوبتی تیغ یار
 چسواؤں کو دل لیکے اس زلف نے
 قیامت میں اسے پاس جو بگڑے
 مرے دل کی اندر سے بڑا دیان
 نظر تم نے کھو نکلتا اٹھا کر جو کی
 مراد دل تھا وہ پول کی ٹپکے ٹپی

پری اس کے تصویر کھچوا گئی
 مری مسدود کا جام بھینکا گئی
 ہنسی ہرے پھولوں میں کیوں آگئی
 تری بات سے دھت رز آگئی
 آج کل آنے میں تو نہ کرنا گئی
 مگر ساری مجلس کو بٹھا گئی
 اندھیری مرے گھر میں کیوں چھا گئی
 ادھر سے رونے لگی اور ادھر آگئی
 کیا آستے عرواں تو شرم آگئی
 وہ قرآن کی جھوٹی قسم کھا گئی
 مری شلخ امید نہر جھا گئی
 کہ دھت بھی تنگ آ کے گھبرا گئی
 مرد پس سارا وہ سطرہ ما گئی
 چمن میں جو ٹپکتے ہی تر جھا گئی

دوسرے آوازوں کو زبردستی اپنے دل میں ٹھونڈ
 شوخ و ہم مضرب وہ ناز میں ہم ناز و ان
 حشر کے دن دیکھ کر آغوشِ رحمت میں جگے
 کیا تو آفتابِ حشر و اعز و ان کے حقد
 اسکو اسے ساقیِ ناز دے کام کیا اسکا یہ مان
 جس و عصمت و دونوں کیا ہوں یہ لیکن ہی نہیں
 پر پختی ہے میرے آنسو گد و دشمن کی خوشی
 ہر جگہ گیر گھر کے آنا ہے پانا ہے شراب
 لینے آئی ہے اجل کس کو دم کو جلے کون
 صورت آئینہ ہر صورت سے ہے وہ آشنا
 مگر ہی ہے ہجر کے دن ہی جو روزِ وصل تھا

چھت میں کہے کی نہ کہجی کی دیوار نہیں ہے
 لمبی جتنی بات ہے بات جو یاد نہیں ہے
 پوچھتی ہے غلق تو کس کے گنگناؤ نہیں ہے
 وہ بھی اک چھوٹا سا انگارہ ان انگارہ نہیں ہے
 یہ تکلف بھی ہے کیا سیکش جو سینہ و نہیں ہے
 گھر میں وہ پردہ نشین ہے خود بانہ نہیں ہے
 ہوں میں دعا شاد و دی ہر و نمود و نہیں ہے
 دھت اسکی آج ساقی بنکے میزا و نہیں ہے
 اتنی طاقت اب کہاں فرقت کی یاد و نہیں ہے
 یاد اگر یادوں میں ہے عیار عیا و نہیں ہے
 و زمین و دشت ہے در ان میں ہر و یاد و نہیں ہے

ہے صدا حاتم کی در پر میرے آقا کے امیر
 یہ خدا کے محبوب دربار دربار و ان میں ہے

ر کا خنجر جو سب نازین سے
 یہ ظاہر ہے دلِ ناز و گہن سے
 اٹھے جب گرد و آسائیں سے
 کہاں کا پر وہ دقت و نقص بس
 بچوں گا ہر مین تو وصل کی طلب
 نہیں منہ سے جو کھلی پھر کہاں ان
 کہیں چپ کر بھی جھکو دیکھ لے گی
 آٹھابا بر ہی صفا سے گھر گشت

پھر ہی جھجھلا کے لی چین چین سے
 کہ ظالم جوٹ کھا آیا کہیں سے
 زمین کچھ لیکے اٹھے ہند میں سے
 کھل آئی کلائی آسائیں سے
 وہ جھکو مار ڈالیں گے نہیں سے
 خدا صغوار کے اس نہیں سے
 ذرا پوچھو تو چشمِ شرمین سے
 چین پیدا ہوئی چین چین سے

سوال پوسل تک کیونکر آئے
 خدے سے تسلیم اور جو واعظ
 کیا کیا دفعہ روزے حاصل میں کام
 یکے کا استاذ ہے کہ سجدے
 صبا آتی ہے اشتلاقی ہوئی آج
 جہانے آسمان کی داستانیں
 پس مرون تصور میں کسی کے
 چراؤ بھیک مانگو ان کو کب کام
 مقابل آئے ہے آنکھ اٹھاؤ
 ہضم ہے کہ کیا آئیں گی
 و انقش و نقش ہے نام تیرا
 چڑاؤ تیرا نام تم آئے ہو
 غضب کا وقت ہوئی زمین خست
 اہل ہی چنچ اٹھی ہم نے دم نہ

میا آتی ہے چشم خرمین سے
 طے دست مہمان نازمین سے
 نزاکت چمین کی اس نازمین سے
 گرے پڑے ہیں نازمین چمین سے
 کوئی پیغام لائی ہے کہین سے
 سو گور غریبان کی زمین سے
 پٹ جاتا ہوں حوت کی زمین سے
 انہیں ہٹاک نیا دل دو کہین سے
 ہنسو پوچھا اپنے خنشین سے
 چاہا اٹھی ہے چشم خرمین سے
 لے تو چمین کر لیلون گمین سے
 تمہارے ناز انہیں کر انہیں سے
 متناہین نکلا واپسین سے
 وہ چکی لی نکلا واپسین سے

ایسے دوست میں میری
 شے جو کہ حسنون کی حسین سے

جو تم ہو میرے دل میں تو لہی ہے
 ترا دست میرا دل بھی ہے
 ستم ہے نکلی پھری اس نگہ کی
 رو عشق میں جس سب گڑ پڑا میں
 پھنڈا لگا میں خیرے ناک کو ظالم

یہی گدھے لیلی کا گل ہی ہے
 ترا بیل اور میرا قاتل یہی ہے
 کبھی میں رکھنے کے قابل ہی ہے
 کہا صنف نے تیری منزل ہی ہے
 کہ حصرت میری دل کا قاتل ہی ہے

سرے دلوں ٹھکر کے منجھ سے وہ بولے
 نہیں اسکو دشوار کچھ فریج کرنا
 وہ صورت تصور سے ہٹنے نہ پاے
 سرے ناتواں دل کو دیکھا تو بولے
 اہل گورنک جب کو پہنچا کے بولی

بڑی دھوم جسکی غمی وہ دل بھی ہے
 میں ہوں سخت جان سخت کھل بھی ہے
 ترا حسن لے عشق کا دل بھی ہے
 ہلا دے گا جو عرش وہ دل بھی ہے
 مسافر ٹھہر تیری منزل بھی ہے

ایسا کرم پرین صدقے کو آئے
 کہا میری رحمت کے قابل بھی ہے

خفا جس سے عین ہی جو وہ دل بھی ہے
 ٹپ کر چین دل نے مارا تو سمجھے
 نگہباز تو غصہ عشق دم لے
 کیا محنت لالے کا تو میں یہ سمجھا
 خدا وادی امتحان میں پہنچا لے
 مری لاش پایاں کرنا ہے ظالم
 تہاشا مرے دل کے دامن کا دیکھو
 کلی بھول کی کلکے چنگی سے آئے
 عدم میں فراق احباب کا غم کیا
 مراد ہی دشمن ہے دلبر کرے کیا
 کہاں طلب ہے جو خود ہو وہ طالب
 جسے شیش سمجھا ہے لے تخت تو
 عدو کو میں اس نرم سے تو اٹھاؤں
 دل دشمن اس حور کا گھر بنا ہے

جو زندہ ہے مردوں میں شامل بھی ہے
 کر سہل کے پد یمن قاتل بھی ہے
 نہرے کا تو وقت بہن ایل بھی ہے
 کر کے شہید دن کی محفل بھی ہے
 کر مئی راوا الفتن میں منزل بھی ہے
 اوے جان شینے کا حاصل بھی ہے
 چمن پر کرنے کے قابل بھی ہے
 کہا مجھ سے کیوں کیا دل بھی ہے
 حسین آئینے سبکی منزل بھی ہے
 وہ ہے مفت بنام قاتل بھی ہے
 وہ کچھ آئے خود جذب کمال بھی ہے
 نہ توڑا بسکو ظالم مرا دل بھی ہے
 جگا اسکی طل میں ہو شکل بھی ہے
 جہنم میں فردوس منزل بھی ہے

ایسے اس سے تیرے کمرے میں
تری ہلکی چوٹ کا بسل ہی ہے

یہ رہ رہ کر نکلیا چٹکیوں سے کون تھا ہے
کر دوا اٹھ کر دوتا ہے تب کر ڈبنا ہے
بہم پر ہمیشہ دیکھیں تو کون لگتا ہے
جڑ پتا ہوتا کیوں انکھ سے آنسو نکلتا ہے
سنبھا لابی سنبھالے آکے تو وہ کب سنبھلتا ہے
دلکھا ہے رنگ اپنا جو وہ زانو بدلتا ہے
بہو خفا کا لبتا ہے سندی کب دلتا ہے
مسافر چھاؤں میں تار دلی گھر چل نکلتا ہے
بڑی سرکار میں دربار میں یہ عند چلتا ہے
پٹیل خشک سین پیار کھلو تو نہ چلتا ہے
کر پر دہن پروں سے خب کو بیکھاؤ بھلتا ہے
کو جلتی آگ میں کس شوق کو گر کر کے بھلتا ہے
کسی کے پاؤں چلتے ہیں کسی کا ہاتھ چلتا ہے
ہاؤے ڈول کا ارمان تو یوں ہی نکلتا ہے
کوئی دوزخ میں بھکتا ہے کوئی جنت میں چلتا ہے

یکس برید رو کس غلام پر اپنا دم نکلتا ہے
ترے بیار کا کام اب بڑی مشکل سے چلتا ہے
بہار آب بھٹی ہے شاید کہ ان دو گریبان میں
عز و اہانت کوئی آئی بدل پر وہ اسی ہم
تھا بیار سے عیسے انفس گبر سے چاہا یہاں
برسین و عز کا ہے یہ اس کے آٹھ جائیگا نکلے
خنا کیوں دیکھ کر اس کو سی جاتی ہے گلشن میں
چتر کٹے ہیں وہ نشان گیسو دن پر خیر ہو گئی
خدا بھی عاجزون کی عاجزی سنا ہے عشر میں
رکاو دیتی ہیں ہستی صورتیں ان خوب رو دن کی
کے سکی گرمیوں سے چٹک ہی شمع محفل میں
وزی جان ہے پر دل جگر روانے کا دیکھو
خراہ نماز پرانے گریبان چاک کرتا ہوں
جو کہتا ہوں کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہیں
تھا ہی گریبان آفت میں بھر ڈول و درون میں

عجب نقدیر بانی ہے ایسے اس فار دیناے
ہنیں آنا پھر اس گھر میں جو اس گھر سے نکلتا ہے

خدا چاہے تو رنگ گلشن عالم بدلتا ہے
خراہ یوں ہے جیسے باغ میں ملاں چلتا ہے

بہار آب بھٹی ہے اب جام سے تو نہیں چلتا ہے
نکھ پر میرے ارمان آکے خیر کا نکلتا ہے

رہا اگر بیکر میرے جنوں کو دانت ملت ہے
یہ مطلب ہے فقط اپنا صغیر قلم سے جانے سے
ڈرا تو نشکم ہو تو یہ پڑھو اس سے کیا واعظ
ہم آئی باعد پر خوش ہیں کہ گور اپنی الفت کا
کیس شادی کیسین علم فرد دنیا کی دورنگی ہے
بہنیں بیکار کوئی شے جہان میں کاک کو دیکھو
ترے نقش قدم سے دی ہو جو اسے باہر بہت
اگر چشم بصیرت ہے رفاقت میکہ سائیے سے
کیا نا کر دل نے تو آنسو بھی روان ہو گئے
ڈرا سمجھو مری امید ناحق قطع کرتے ہو
جلی عمر روان جسم زوال آیا جراتی کو
وہ شاعر زندہ ہے مشہور عالم ہے سخن جس کا
بتاے ہوجا سے بجا ز کوئی داستان یارب
الہی آگ پر پارہ ہے یا سپند ہے کیا ہے
سزا قاصی کی کیا چہرہ دایگی ستون ہو سوزاری
سستی کے پاس کچھ ہوا وہ نہ ہے یہ غیر ممکن ہے

گر بیان کو رونو کہ ہے تو دامن بھلتا ہے
کہ اچھی صورتوں کو دیکھ کر کچھ جی بھلتا ہے
کہ میری جی میں کہتا کچھ ہوں منہ کو کچھ بھلتا ہے
ہمیشہ ذکر حسن یار کے ہمراہ چلتا ہے
پہنتا ہے کفن کوئی کوئی کپڑے بدلتا ہے
زبان گنگ ہے پر کام کیا اس کو بھلتا ہے
خوش رہتا ہے کتاب پنچون کو بھلے چلتا ہے
کہ رہو حیرت چلتا ہے یہ بھی ساتھ چلتا ہے
کہ شکر جمع ہوتا ہے علم جسم بھلتا ہے
خبر کا کاشاکب کاٹنے والے کو بھلتا ہے
مگر ہے دو پہر سا چاکدن سین ہی ڈھلتا ہے
کہ نام انسان کا اولاد سے دنیا میں چلتا ہے
ہنایت صنف ہوا ہے لہنیں مجھ سے بھلتا ہے
کہ دل بچنے میں بیابانی سے دو دانت بھلتا ہے
تقریب باغبان کرتا ہے آگورا رہتا ہے
نہیں کرتا ہے مٹی بندھ بکٹتہ چلتا ہے

امیر اپنے صفائیں کو بڑی رکھ نقل بخش سے

بھلا ناکر خون سے ہوجو جاری کب بھلتا ہے

اور سے آؤ تی ہے ستون کو ہر برسات کی
آگ تلون میں لگا دے گی حنا برسات کی
ہو یہ سب سامان تو پھو کیسین غصا برسات کی

ذوق سینو علی ڈھاتی ہے ہر برسات کی
سے ہری اس فصل میں سرگرم آرایش ہنو
اہر دیا سبز ساتی یا دطرپ دھتور

نزدہ محبت علی بھی نہ وہ محبت نفی رہی
 دیوانے نہ سب باغ بہشتا شریں رہی
 نہ ہوں کسی کی کسی خبر مجھ سے بے خبری رہی
 جسے خلق جیسے برنگ گل میں منقہ جا رہی
 کوئی مرغ کیا کہم کہو کسی نہ مجال نامہ بری رہی

نگر ہے بہر حال مرغ نہ فوت اپنے خیال میں
 ہوس جہاں سے فروغ بخود دل ہے اپنے راسخ
 نہ کٹا فائدہ خود و غیر ہوئی خواب ہی میں مری بہر
 جسے کھڑے دھند کا غل خبر ہاں خبر سے کہن نزدیک
 طبیعت ان کی بگر لگنی جو گیا بیان سے جلی غیری

محبت اشتیاق امیر سخا سے دیدار تیرا رام کا
 کز میں کو چہ ملتا ہے بانے کبکٹ سی رہی

خلقات دھوپ ہے مرے دنیاہ کی
 آنکھ آج پار کی ہے تو جہاں ہے جاہ کی
 تقریر بھگو دینگے وہ کس کس گستاہ کی
 ہے ان سا فروں میں ملاقات راہ کی
 تر شاخہر شہر کے تو ختم ختم کے آہ کی
 آئے گی گشت آج کسی بیگناہ کی
 اس شکل پر حضور کو سو جی سے چاہ کی
 کبھی گیا غم نہ کسی دل میں راہ کی
 سنا نہیں ہے کوئی کسی دلو خلاہ کی
 یارب سزا ملی ہے مجھے کس گستاہ کی
 سر سچا دیکھ کر سو گز دن ایک آہ کی
 جس فرد پر نہ ہو گی نشانی گستاہ کی
 فرست لی نہ اسے دوبارہ بھلاہ کی
 پانی جو شان کچھ تری زلف سیاہ کی

اے خضر کیا سنا دل میں حال تباہ کی
 اتنی تو آنکھوں نے مرے دل سواہ کی
 کیا کیا خیر حال ہیں گستاخان ہونین
 اہل دم سے کیوں نہ ہو منزل پر سین ل
 یہ میرے دل کو پاس نزاکت تھا یا رکا
 سر مر طلب ہوا ہے خدا غیر ہی کرے
 کہتا ہے مجھ کو دیکھ کے اغیار سے وہ شروع
 زرا د بڑے قزاق سے محسوسم رہ گیا
 فرما دیکھ سے کو چہ افس میں سے کچھ
 ہم دل جلے گئے تو جینم پکا راٹھا
 قسمت جو پہلی مجھے کو چہ سے یار کے
 گزرے گی وہ نہ دار و محشر کے سامنے
 آنکھ اُس پر ہی سے ملتے ہی بان کام پر گیا
 میں نے جو کہن میں خیر فرقت کی بار بار

اللہ کیا بساط ہے میرے گتہ کی
برجی اتر گئی ہے جگر تک نکلاہ کی
اٹھ اٹھ کے قس کرتی ہو کون گرد راہ کی
ساری سیاہی دھو گئی ترو سے سیاہ کی
میں پس گیا جو اڑ کے پڑی گرد آہ کی

دشت تری وسیع میں ناچیز ترو سیاہ
بس ترا بجے عود لے ترک دیکھ تو
کسی سواری آتی ہے صحر میں آجوں
سب عیب ایک آنکھ سے مٹ گئے
ایسا کیا ہے دشت نوردی نے ناتوان

ہر کسی نے لطف کیا یا ستم آئیں
ہر کسی کی شان کرم پر نکلاہ کی

ناز کے حصے تو انداز کے قربان گئے
تم زمین جان گئے تم تمہیں پہچان گئے
مانے کی جو نہ تھی بات وہ ہم مان گئے
ہاے اس وقت کہان میرے نگہبان گئے
باتہ تو میں ترے مشاطہ سے کان گئے
کہتے ہیں کہ وہ وہ مگر غیر کے مہمان گئے
اور دس آئے دو چار جو مہمان گئے
مہربان پاس کے تجھے سب تھے قربان گئے
واہ وا آج تو حضرت تمہیں ہم مان گئے
تھے مسلمان وہ جو دنیا سے مسلمان گئے
سرفرد بھی ہیں دی نیکو جنہیں پان گئے
خاک ہم جھانتے تھے تمہیں پہچان گئے
بڑے کے لئے کو بہت دور تک مان گئے
جہانے وہ نیکو جنہم میں پہچان گئے

کیا کہیں دل سے کہیں وصل میں مان گئے
مستحان خوب وفا کا بھی جفا کا بھی ہوا
تجھ میں شب کی خوشامد بھی عجب جاوے تھی
وصل میں کہتے ہیں کوئی آواز سے آتا
چھج گئی گونج جوانی کی بگڑ کر بو سے
جب میں دوازے پہنچا ہرن کیو آواز
کبھی سوتی نہیں جوتی ہے سڑے دینا
پوچھتا کیا ہے کہ میں گئے مقتل سے کہان
شیخ بھی چپ کے یہ جہ سے ہیں اگر نابول
خمس انجام پر اسلام کا ہے دار و مدار
قتل پر میرے اٹھاتے تھے عجب تمہیں
خاکساری کے نہ خوب اٹھے دنیا میں
دل کو تاک کسی ناک نے تو اللہ سے شوق
گرمیان وصل میں کہیں آئے تو جھک کر لے

حق شناسی کی حقیقت کہ انہیں نے جان
لے امیر اپنی حقیقت کو جو پہچان گئے

چار چہرے ان گئے چار پریشان گئے
ہاتھ کھینچ کہاں بہتر سے توڑاں گئے
دل گیا اسے گردل سے نہ اراماں گئے
ایک دارا درجی قاتل ترے توڑاں گئے
وہ گئے ملنے کو دریا مان سے اڑاں گئے
بگئے گل ہو دامن جو گر سیاں گئے
کیا ہوا شوق کہاں وہ ترے لڑاں گئے
تو ہی تھا تو ہی تھا ہم جاں گئے نہاں گئے
تم جہاں چاہو چھو بہم تمہیں پہچان گئے
ناوک باز پہلے جو مرے چھاں گئے
دیکھتے ہی ملک غوث کے اوساں گئے
اور ستان خرابات کی مے پہچان گئے
تنگ کر کے کوہ پار آئے جو میدان گئے
سیکھو خوب ہو خلق کے دواں گئے
جن میں پھرتے تھے کہاں کو دواں گئے

کس بُرے حال سے عاشق تروا کہاں گئے
پوچھا کیا ہے کہاں دل جگر لے جان گئے
ہے ہی صہرت دیدار وہی شوق وصال
نیمھا لٹ کے منٹل میں یہ ہوتے ہیں صدا
آنکھ سے آنکھ ملی وصل میں تو دل نے کہا
کچھ غلبے لگ سے مڑے کے دیوانوں نے
لاش پر میری کہا آنکھ کو طالس وصل
ہو نا جان نہیں ہوتی ہے اس پہلے چین
دل میں تم آنکھ میں تم کعبے میں تم دیر میں تم
پتھوڑوں نے تری سیٹھ کو بنایا چھلنی
سان پر خنجر لگائی جو مرے قاتل نے
صافیاں لیتے ہوئے ہر کے لکے آئے
ہلکو سختی سے کہاں وادی حشت میں نجات
تجانی و قتب مشہرہ صا سے حج کو
خواہ میں بھی نظر آتی نہیں زنداں میں نعنا

و خشتوں کے وہ کہاں لطف امیری میں میرا
اب وہ میدان وہ شناساں باباں گئے

دل میں ترے ہے تو ظالم ہری سرک کسی
تیری شوکر سے ملی اٹھ کے نیاں کسی

کہتے ہیں مجھ سے کہ مجھ پر ہے یہ بہت کیسی
پیار کیا کیا زنی زنداں کو نشون نے کیا

ناوک نازکی آمد جو کہیں سن لی ہے
 پگئی پہلوں کے گجرے سے کلائی اٹکی
 خود ترے چوٹ پہ کہتے ہیں کہ ہر لے لو
 کیا بیان پہلوں کی دیکھیں جو بھی گشت میں
 حد اٹھ اٹھ کے پرخاک جو تڑپا تا ہے
 سامناں کا ہمارا جو کہیں ہوتا ہے
 تم نظر آتے ہو جگہ نہ چٹ گون کو چرخ
 دوڑتا ہے جو تڑپے گنگاروں پر
 با صبا پائی میں تو مجھ سے بھی وہ نکلے جالاک
 جلوہ گریا ہے مجمع میں نظر بزدن کے
 اسکو رخصت کر غلوں میں ہے اسکا کیا کام
 ناز سے اُسے جھنگ کر چھڑا یا دامن
 آج بیار ترا اٹھ کے عدم کو پہنچا
 اسکی رحمت سے ہے سکھ پال جنانہ کیا
 شبیر وقت خیر ملت کا پناہ جی ہے
 اورے روٹھے ہوئے ان کے گناہن جا
 سے جو دی نولے جئے جاہن ساتی نے پنی
 حُسنِ یوسف کر بہت آنکھ جاکر دیکھ

دل میں گہرائی ہوئی پھرتی جو حسرت کیسی
 نبض کی طبع تر چہی ہے نزاکت کیسی
 اور شوقوں کی ہوتی ہے اجادت کیسی
 یاد آئی مجھے اجاب کی مصیبت کیسی
 بیشی ہے جگہ دبا کر مری تربت کیسی
 ناتوانی سے لجاتی ہے نزاکت کیسی
 چھا گئی ہے یہ اندھیری شبِ فرق کیسی
 آٹھ آجاتی ہے نہ کر تری جھٹ کیسی
 سب بناوٹ کی یہ امن تھینا کف کیسی
 لت رہی ہے مری مرکز میں دولت کیسی
 دھل کی رات مری جان نزاکت کیسی
 ہاتھ سے جاتی رہی میری طبیعت کیسی
 منصف حد سے جو بڑا آگئی طاقت کیسی
 حور کو لے پئے آغوش ہے تربت کیسی
 غلتی ہے گیارہ خوب سے رنگت کیسی
 دیکھ کر تارے مرادول حسی منت کیسی
 سپرانی قسمت بھی تو نہایت رہی نیت کیسی
 پوری تصویر بن رہی ہے خیامت کیسی

کی چا اہون میں جیہ نازاٹھانے سے اہیر

کہتے ہیں دیکھو امانت میں خیانت کیسی

خرم کے ساتھ ہے آنکھوں میں شرارت کیسی

ساوگی میں تری خوشی کی ہے نزاکت کیسی

دل اڑا لیگئے دکھلا کے وہ جو بن اجمار
 روٹھے وقت خدا آئیں لیکر دیکھو
 اجمی صورت کو تری دیکھ کے دل موٹ گیا
 بہتو چلیں کے باہر ہیں نگہ شوق بہت
 گر گناہا ہے جو ابھرا ہوا جو بن اُن کا
 ناز انھو کے شانوں میں کہا بس حال وہ
 مجھ سے اور غیر سے نکلا چہ وہ کہتے ہیں
 وصل میں اُستی جوانی کا جو کس بن دیکھا
 چلتی ہے سب تری رفتار کے پیچھے پیچھے
 مار ڈالتے مجھے گھل کی بات آنے سے
 واعظا تانا تو مجھ لے کر ہے وہ ذاتِ جم
 چو گئے ہی نہیں دیتی ہے کہ سوچوں انجام
 جلتے واسے تو سے کیا جا میں تری نرم گان
 کی مرے دل نے تری زلف میں پسند فرما
 پاس کے نہ بنا نہیں ہو سے جو گئے کہنے گئے
 میں تبارا ہوں تو دل بھی ہے تبارا سب
 ہل میں بھی تو نکلتی نہیں لے پر دشمن
 لے و حرکت دیکھو نگہ میں چلتے آنے میں
 سر پکٹا ہوا میں کر دت نہیں مٹی غافل
 پس کو تھار کے صورت کو دیکھا تو کہ
 دل مری آنکھوں سے کہتا ہوں کہ تجھ پر تھلا

سینہ زوری سے کہتے ہیں خیانت کیسی
 منہ بنانے میں بگڑ جاتی ہے صورت کیسی
 پاس اندر ہے کوئے سوچا کہ ہر سیر کیسی
 تو نے چلیں کے اوپر دیکھی ہے صورت کیسی
 چکیاں یعنی ہے زمین مری صورت کیسی
 تم تو بیکاری ہو بیکار میں اجرت کیسی
 کیوں لڑے سب سے ہو چاہیں چہیت کیسی
 چکی جا میں لگ چکے تراکت کیسی
 دگنی ایک ہی غم کو میں غماست کیسی
 دیکھ نہ تری کرتا ہوں تراکت کیسی
 گئے مجھ ہی جہنم کو تو رحمت کیسی
 آنکھ کھلتے ہی سلا دینی ہے غفلت کیسی
 کیا خبر وہ خون کو کہ ہے جنس کیسی
 بولی سر پہ کے تو سے میری محبت کیسی
 لگتی مسرت چڑے کو یہ مسرت کیسی
 مسرت لے لو اسے مہرانے ہو مسرت کیسی
 دل میں خزانہ ہوئی مٹی ہی ہے مسرت کیسی
 ابھی خامی یہ ترک ہے مری مسرت کیسی
 پاؤں چلائے مجھے سوتی ہے مسرت کیسی
 اک دم چھپے تو اس محل میں کدورت کیسی
 پاس دکھلائی ہے تو نے مجھے مسرت کیسی

بات کرنے کی تو ہمت نہیں ملتی ہے ایسے
ایسی حالت میں غزل کہنے کی زحمت کبھی

دل ہی عاشق کی بڑی سوخاں ہے
جہانک ہمارا گیارہ سے دوا ہے
وہ کہ غفلت میں جوانی کو نہ کہو
اتنی باتیں کیوں سناتے تم مجھے
دیکھو دل تیرے ہیں ہوتے جان شمار
دید سے ہیں اور وہ باز سی حسن کی
بوسے لگائی کبھی مست نہیں
لگا یوں کی آواز پر بول اسنے
جتنے مشغول ہیں ہے مضمون کر
تو آج بھی سبز رنگوں پر ہے ختم
وہ کہ جو بختی سوزنی ہے دہ زلف
پسول ہارون کے کٹائے داوین
مہربانی نے سب اس کی نہیں
اکی ہے رفیقان نے پکڑی شیخ جی
جو تلون سے رات دن ڈھلتی ہے

اور کیا بچار سے کی اوقات ہے
اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے
عمر بھر میں کب بھی تو رات ہے
پیارا کرنا ہون میں رات ہی بات ہے
اگر سے کچھ نیٹے ہو کیا خیرات ہے
ان لم دیدن کی یہی اوقات ہے
یہ نئے انداز کی خیرات ہے
لو بڑا کہنا کچھ ابھی بات ہے
سب میں کب پر شیدائز کی بات ہے
پھر رات ہو نہ یہ رات ہے
دار کھنے کی یہ ابھی گھات ہے
یہ نیا سیدائشی خیرات ہے
گھاتیا ہے اس میں ہی کچھ رات ہے
کچھ خبر بھی تب دماغیات ہے
یہ نئی بدلی نئی خیرات ہے

ہے نول پر گزر اپنی امیہ
اسکے در کی بھیک پر اوقات ہے

دکلا گئے اک جھک جو رو رو پیش ہو گئے
ہر چہ دیتے دارو پیش ہو گئے

کیا کیا خیال غراب ذرا سوس ہو گئے
ہم آتے آتے ہوش میں ہی ہوش ہو گئے

حرص شراب نے ہمیں بدنام کر دیا
 بیٹھے ہم اُسکے پاس تکلف اٹھا دیا
 لذت سے آشنا ہو اول فراق میں
 صحبت میں یکشون کی نہیں بنے سبب دور
 یاوا گئے مزے جو ہیں مرگ وصل کے
 میں یوں لا عذیب ہوا جب خراہ سنج
 سانی شراب اور خرابا تیوں کو دے
 کیا جانے کیا خیال خشب وصل بندھ گیا
 طبع خاص من نے بکوعطف کیا
 یان وصل درجہ دونوں ہی میں جزدی
 سے لے جو لذت کے مستی میں تو کب
 پہنچوں اُدھر کو رخ دکھیا وصل یار میں
 سانی سے اور جام جو مانگا لا جواب
 دھر گرا اُدھر تو اُدھر کا نسب مل
 مدت سے سرائت شمشیر یار تھا
 دیکھا جد چکھو یوں سے اُس سے ناز نہ

چٹکے کے بس یاد کو بلا نوش ہو گئے
 ہوش ہوتے ہوئے ہم غوش ہو گئے
 جتنے پیچھے تھے نیش وہ سب نوش ہو گئے
 ساغر بھی مست باؤں سر جہش ہو گئے
 تربت کے گوشے حور انکا غوش ہو گئے
 جتنے چکھنے تھے عمل ہر حق گوش ہو گئے
 ہم تری جنم مت سے مدہوش ہو گئے
 باتیں جو کرتے کرتے وہ خاموش ہو گئے
 گل کما کے دست یار سے گلہوش ہو گئے
 آنکھیں غش تو جانے میں مدہوش ہو گئے
 سے پیتے پیتے تم تو بلا نوش ہو گئے
 پر یوں سے شوق لڑا کے مری ہوش ہو گئے
 آنکھیں تو کب رہی میں کہ مدہوش ہو گئے
 تڑپے ہمیں قدر کہ سبکدوش ہو گئے
 ہم فوج ہو گئے خوب سبکدوش ہو گئے
 غم پکار اٹھا کہ وہ بیوش ہو گئے

افسردہ داغ دل جو ہے پری بھی کیا میر
 لگوں پسداغ صبح کو خاموش ہو گئے

چپ چپکے جذب زست ہم غوش ہو گئے
 چمک ہو گئے تیغ سے گلہوش ہو گئے
 کیا کاٹ کر سر آب سبکدوش ہو گئے

قاضی بھی کتب بھی قریع نوش ہو گئے
 پہنچیں اُسے کشنوں کو زخموں کی چھیاں
 کاغذ بھی جہاز سے کو دینا ہے جان من

چھپتے کہاں وہ جہل میں لیکن حجاب سے
عاشق غم سے ترسواں تباری بلا کر سے
سبقت عشق ساتھ جوانی کے چل بے
دخست ہوئے وہ آخر شب غامت ہوا
مشاطہ پہلی جو شاگوش کی سستان
آئی غمی کس کی شکل خیالی کہ خواب میں
لپٹا میں اٹھکے عشق سے تو بولے فریہ
کہنے لگے جو عاشق قدان سے درود دل
اُس پائے ناز میں کا تو رنجہ بلند ہے
اُن بکلیوں سے دل میں چکتی میں بکلیاں
جن کی جگہ سر آنکھوں پہنچی دم بھٹکتے ہی
آئینے سے پٹ گئے بے اختیار آج
کب تک بغل میں پائے ہوئے دکھو میرے
ایسے سامنے میری نظر میں شبِ صال
وہ شبِ بویاں جو سراج کو چلا
بیکامین سب شوق شبِ وصل تو کہا

شہر بر نقاب ڈاکے رو پوش ہو گئے
تم کہیں بڑا کفن سیاہ پوش ہو گئے
دو چار دن وہ دلوے وہ چوٹ ہو گئے
ہم صبح سے بھی پہلے کفن پوش ہو گئے
سینہ سپردہ خال پنا گوش ہو گئے
میاختہ ہم اس سے ہم آغوش ہو گئے
مطلب کے وقت کیسی بھا ہوش ہو گئے
اوپنا لگے وہ سننے گراں گوش ہو گئے
لاکھوں کے سر تصدق پا پوش ہو گئے
تغییر کی باب وہ در گوش ہو گئے
افس کیا دباں سرودش ہو گئے
آپا پنے عکس سے وہ ہم آغوش ہو گئے
حالی یوہن ہزاردن کے آغوش ہو گئے
آنکھوں کی چلیاں وہ در گوش ہو گئے
جبریل ساتھ غامض ہرودش ہو گئے
لو تم تو بے پیچے ہوئے مد ہوش ہو گئے

دلدار کا پتا تھا کہاں جس میں میر

ہم اپنے دل کو یکے ہم آغوش ہو گئے

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے
بکھلے سجیلے جو ان کیسے کیسے
ہوئے ابغ نذرِ خزان کیسے کیسے

ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے
تری باکی جوتوں نے جن جن کے پاسے
نہل میں نہ بچے نہ بونے نہ پتے

کہتا ہوں سے آئے صبح شب وصال
 غم سے سے اپنے ہوئے دکھ تو نکو دیکھ کر
 رحم آگیا کریم کو محنت ج دیکھ کر
 اب آنکھ کیا مارے گی ستون سے دخت رز
 کیا کیا لباس شانِ کرم کے ہرین دیکھنا
 اک عمر ہو گئی شبِ فرقت کو میرے مگر
 دیکھا نگاہِ گرم سے آج آنکھ سے غیر کو
 ہے وصل میں تو ہجر سے بھی بڑے اضطراب
 معشوقِ سبز و رنگِ مٹی جب تک خمی سبز پوش
 شکوہ کیا جنا کا تو بولے کہنا لباس
 جی خواب رنگِ ہوش کیا یک سب آگئے
 آنکھوں کے آگے آگے کھڑی ہو گئی وہ گل
 ہے چیز ایک ادا و قضا اس قدر ہے فرق
 آئینہ عاشقوں سے سوا ہے ستم نصیب
 ستانِ عشق کو مصفا میں بھی عید ہے
 مقتل کو وہ چلے تو ہٹانے کو بیڑا بھاڑ
 آئینے نے جواب دیا ایسا بات کا

ہے ہے رات بھر میں تری شکل کیا ہوئی
 لوجی مری گئی نہ ہوئی کرنا ہوئی
 حاجت ہی اس غریب کی حاجت واد ہوئی
 کاشنی کے مگر میں پٹکے بڑی پارا ہوئی
 خاکِ شفا ہوئی کہیں آس بربقا ہوئی
 اب بھی جوا بند ہے تو میں انتہا ہوئی
 مقبول کس جلے ہو سے دل کی دعا ہوئی
 ترانے میں تو دوسے دوئی دعا ہوئی
 قاتلِ لباس سرخ پسند کر حنا ہوئی
 میری جنا ہی سے تو نور و منا ہوئی
 وہ فراق تیرا کچھ ایسی ہوا ہوئی
 دمِ بھر جانِ پاک سے پاک آستان ہوئی
 سیدی لغزا واد ہوئی ترجیحی قصہ ہوئی
 پہلے اسی غریب پہ مشفق ادا ہوئی
 روزے میں ہی شراب نہ کی قضا ہوئی
 تیغ نگاہِ گمبج کے آگے ادا ہوئی
 نواحِ تو کھلی کھلی سے دلربا ہوئی

جہاں ہے جو حشر میں کیوں اس قدر امیر
 اتنی ہی سی تو بات ہے کہ بددخلا ہوئی

ایک پانی پانی شرم گارہیا ہوئی
 کسی خلیف آگے مرے مگر افسا ہوئی

کچھ بھی خوشخبروں سے وہ آنکھ آخا ہوئی
 یان جان اس سے پہلے ہی نذر ادا ہوئی

کیا وصل کی گھڑی مرے حق میں بلا ہوئی
 نورِ وصل میں تو جان ہی اُسکی ہوا ہوئی
 بولا خاک پہ مہر جو زلف اُسکی وا ہوئی
 کہتے ہیں زلفِ یار سے دیا لگان زلف
 جہت یہ کہہ رہی ہے جواؤں کی قبر پر
 وہ دیکھتے ہی بزم میں محب کو بگڑ گئے
 ہیں زندہ تو فراق میں ساتی کے تلخ کام
 غافلِ نزول ہی تو کمالِ عروج ہے
 نقطے کی سیر دائرہ معرفت میں دیکھ
 میری تڑپ میں ہے ترے جلو کی آتش کب
 ہنرِ پیران میں دستِ نگار میں یار کی
 محکومِ کرمی نگہ سے اُدھر دیکھ نہ تھا
 محکومِ وہ جان کی ہے یہ محکومِ بد دلکی بھی
 بسلِ دانش اس تھے قاتلِ اوافر و شش
 مرتے تھے جواؤں پہ وہ سب مر کے رہ گئے
 سرِ شب وصال میں بھی وصل کی رہی
 کیا کیا نیاز مندوں سے ہیں بے نیاز یان
 کیوں چلے آری لے دکھائی اگر تھے آگے

تقریب کی حیا کی تو شوخی خف ہوئی
 عینِ یہ دردِ حشر کی بھی روا ہوئی
 نازل ہوا سے سر پہ یہ کالی بلا ہوئی
 کالی پر ہی کسی کی بھی تو آشنا ہوئی
 یار کو کہو آئنگ جراتی کی کیا ہوئی
 کچھ بات بھی تو کی نہیں یہ بات کیا ہوئی
 پوچھو تو دستِ راز سے کیوں پیر ہوئی
 خاکِ نقاب ہی منزلِ آبِ بے ہوئی
 حق ایتھا جہان سے دہنِ انتہا ہوئی
 قدرتِ خدا کی حد سے پیدا ہوا ہوئی
 اور چر دل کی فاتحہ میں آکر رہا ہوئی
 جو بن کا دل دکھا تو جوانی خفا ہوئی
 کیسی قصا قصا کی بھی استادا ہوئی
 بنامِ منتِ چچ میں پڑ کر قصا ہوئی
 قربان اس ادا کے یہ اچھی ادا ہوئی
 خلوت میں بھی خائے سے نکلتا ہوا ہوئی
 یان لاکھوں نوٹنے گئے وہ ان اک ادا ہوئی
 کسی طرف سے چیز کی یہ ابستا ہوئی

بجٹا اسیں روزِ اول ہی کریم لے

یان چلے منفرت ہوئی چھپے خطا ہوئی

ہم مرے جاتے ہیں تم کہتے ہو حال اچھا ہے

اچھے جیسے ہوم ریٹون کا خیال اچھا ہے

آرزو و دل کی اچھی یہ خیال اچھا ہے
 نزع میں ہیں ہوں وہ کہتے ہیں کہ غیرت ہے
 تجھے مانگوں میں بھی کہو کہ سبھی کچھ لہجائے
 یاد دل آئی تو دل سے یہ کہا صرف نے
 ایک سے ایک حبسوں میں ہے اچھا لیکن
 پھول پھل ہوں کہ نہ ہوں چاندن چمن چمن
 دیکھ نے بسیل درودانہ کی میتابی کو
 اچھی حالت ہے کسی کی نہیں دوتا کوئی
 تم زبان سے تو یہ کہتے ہو میرے دل کو
 مائیں اچھی ہیں دن لہجے میں پہنچے اچھے
 وہ دن آئیں میں اس میں تو قیاس میں جب
 چیز مانگے کی ہو بھی میں تو کس صرف کی
 چوہو میں سال میں ہے نام خدا د خیر روز
 واعظ اسکی ہی او امین تو نہیں جو دن میں
 آگیا اُس کا تصور تو پکارا یہ شوق
 جب کا انجام مصیبت و خوشی بھی ہے بُری
 آنکھیں دکھلانے ہو جو تو دکھا د صاحب
 وہ اُدھر ملک ادھر بیچ میں ہے آئینہ
 وہی نہ غم میں ہر قطرہ خون ہے داتوے
 ماؤ کا دل میرا تو دن میں میں لیکن
 ہائے ہائے ماؤ وہ قدم سے وہ نزع وہ جوہن

ہائے پورا نہیں ہوتا یہ سوال اچھا ہے
 ہر نیا ہوتا ہے کیسا جو یہ حال اچھا ہے
 سو سوالوں سے یہی ایک سال اچھا ہے
 اسکو پہنچنے سے لگا رکھو یہ خیال اچھا ہے
 تھے چڑھ جائے جو پتہ ہی مال اچھا ہے
 ہر مسافر کی نظر میں وہ نہال اچھا ہے
 اجرا چھانہ حسینوں کا وصال اچھا ہے
 آنکھیں کیوں فی جہم پگھلا مال اچھا ہے
 چوہوں کی تو سو کہتی ہیں مال اچھا ہے
 اچھے عشق کی صحبت ہو تو سال اچھا ہے
 خواب عشق کی عاشق کا خیال اچھا ہے
 ہو بڑا بھی مگر اپنا ہو تو مال اچھا ہے
 بڑھو سے قاصدی کہو دہل پال اچھا ہے
 ہئے تسلیم کیا حسن و جمال اچھا ہے
 دل میں جہم جائے الہی یہ خیال اچھا ہے
 جب کا انجام خوشی ہو وہ مال اچھا ہے
 وہ الگ باندہ کے رکھا جو مال اچھا ہے
 بحث یہ جہم گئی ہے کہ جمال اچھا ہے
 تیری تلوار کے شیرے کا گال اچھا ہے
 لاک زدا میں جہم کو کس کو مال اچھا ہے
 پھول پھل کی ہوں اچھا وہ نہال اچھا ہے

مسترمین خون کے درہا ہی میں تڑپیں تو بھلی
شہخیاں گل میں کرتی ہیں جو دکھو مایوس

پھلیوں کے لیے سو جون ہی کا جال اچھا ہے
شدم و دخی ہے تسلی کہ مال اچھا ہے

برقی اگر گری رفتار میں اچھی ہے امیر
گری حسن میں دور برق جال اچھا ہے

بھولے ہیں سے دم خصمت یہ سوال اچھا ہے
بالکسین ہو تو ارمان وصال اچھا ہے
مانگے بوسہ تو کہتے ہیں وہ دیکر دشنام
دختِ نرگس میں جو تاملی کے ہے اسکی کیا بات
ذکر طوبی ہی کا کرتا ہے ہمیشہ واعظ
اس کا انجام فراق اس کا ہے انجام ہمال
غم میں گزرے تو برا عیش میں گزے تو بھلا
کہتے ہیں خوش ہوں جو عاشق تو کرین اور آفت
دور آتا ہے مرے دل کو تسلی دینے
عمر کی جان جوانی یہ جوانی کی ہے جان
ناز کو جان کی ہے تاک ادا کو دل کی
سیرانِ مہربا ہے مہمانِ مرے کرتا ہے
نہ سہی ذوق و ناسمجھی جب کیا کم ہے
جی گئے کیوں نہ حسینوں کی جہانیں مستکر
خوب دیکھا تو جوانی کا ہے سارا جو بن
کہتے ہیں آنکھ سے واہ ہمیں سے نیکر
چٹکے دیکھو آنکھوں میں کتنے تجھے

باتہ سینے پہ ہے کیوں دل کا تو حال اچھا ہے
اچھی نیست ہو تو اچھوں کا خیال اچھا ہے
کیون جو باس کا ہوا چھاکر سوال اچھا ہے
پا سا گھر ہے رقم چوٹھی ہے مال اچھا ہے
بلغ بھر میں ہی کیا ایک نہال اچھا ہے
کون کہتا ہے کہ وقت کو ہمال اچھا ہے
نہ بڑا ہے کوئی دنیا میں نہ سال اچھا ہے
رہنے دور رہنے دو ایسوں کل ل اچھا ہے
تجھے لے دشمن جان ترا خیال اچھا ہے
بارہے میں تاک جو پودہ سال اچھا ہے
دو دن خوش فکر ہیں دو دن کھانا مال اچھا ہے
دل کی حالت ہے بری دیکھا مال اچھا ہے
کچھ نہ ہونے سے تو جیسا پوچھا مال اچھا ہے
تذکرہ جس میں ہو چھوٹ کا وہ حال اچھا ہے
حسنِ پروں کا نہ حور دن کا جمال اچھا ہے
پھر دکھاتا ہے پسینہ کو کہ یہ مال اچھا ہے
تکڑا سوچا ہے کہ میرا ہی جال اچھا ہے

لوٹ ہو دیکھ کے دل جیکو وہ قدسٹ موزوں
گر جی مہر قیامت کا بھی دھبہ نہ کاڑھے
رنگ کا سپر نہیں ہوتا ہے کسی حاسد کو
کہتے ہیں آج کو ناخن سے مرے وی تشییر
گر جی شوق یہ کہتی ہے چلو دیکھیں تو
تو بے غلجے سے تاک سن گرا غم شمس پہنچ

جسکو پہلی کہے اچھا وہ نہال اچھا ہے
چونکہ سے خلق کیا سے مہر حال اچھا ہے
خوب دیکھا تو خوشی ہی بھی ملال اچھا ہے
کل کہو گے مرے ابرو سے بلال اچھا ہے
سننے میں ملو رہے بھی ایک نہال اچھا ہے
رنگ پر ہوا زیا اے بے پر بال اچھا ہے

رنگ سے بوسا برد نہیں دیتے وہ ایمر
کیون کہا میں نے غزل میں کہ لال اچھا ہے

ہر کل کہتی ہے کلک کر ترے دھانے سے
ساقیا جاتے ہیں پیاسے ترے پھانے سے
تبت بے بیشہ میں تبت جی مرا گہر تارے
حسرتیں دیکھیں مرے دل میں تو ہلو شہرِ حاصل
دخست زنا م خدا اب ہے جو ان لے ساقی
لا مکان کے چرکا ہن میں لکھے ہیں اوصاف
دل مرا تو ڈھلا آج مرے ساقی نے
رحم ان پر تو کرٹھنے سے کسی توان کو
شیخ جی رہتی ہیں کیوں سرخ شہزادی نگہیں
میرے ہی دل سے پڑی خانہ خرابی کی بنا
کہتے ہیں اگل لگے شوق کو ترے ظالم
دھس کر نے نگاہ میں چھپا کر ساقی
میں نے زلفوں کی شاکی کو کہا چپ بھی رہو

دیکھ کلی سے پری جا کے پریمانے سے
- گھومت دو گھومت چمکتے ہے پیمانے سے
آنکھ کے کیسے کو چلا جاؤں گا جی نے سے
پیشی میں کیوں ہے جا میں مرو دیوانے سے
کبھیں مستی میں ٹھکرائے نہ میخانے سے
ٹھٹھکتے ہیں وہ کو کچھ مرو دیوانے سے
- مے پلائی تھی تو لٹے ہوئی پیمانے سے
ہیں غلب میں تری انگلیں تو ٹھکانے سے
خشبو کیا لال پری آتی جو سجانے سے
گھر تباہی کا سچا باد رسی دیوانے سے
جلکے سب رنگے چمکتے تو گل کھانے سے
- کہو! جھک کے پکیا شیخے نہ پیمانے سے
دم اٹھتا ہے اس آگے ہوئی آستانے سے

دل چڑایا ہے تو نکمیں نہ چسراؤ دیکھو - چوری کھلنے کا ہر دہر کے گھبرانے سے
 شمع ہی آئے تھے زندان میں تو لکیر کھینچ کر
 پاس آئے ہی جلا پھڑک کے رکھ دی جاتی ہے - شمع کی آگ کو کیا لاگ ہے پروانے سے

کل نظر آئے تھے جاتے ہوئے سجدہ کو ایسر
 آج دیکھا تو چلے آئے میں بیجانے سے

مکتب جمین نہ خط کھینچ پانے سے
 ہائے محرومہ ناکیوں میں سزا پانے سے
 آئی میں جنگ بڑانے ترے دیوانے سے
 لیتا جا تھوڑی سی لکھت مرے بیجانے سے
 ہر مین پیسے چھلکتے ہوئے پیمانے سے
 آج کل آ رہا ہے کہاں اٹھکے ترے ٹھکانے سے
 اور ابھرے ترے جوبن کے ابھرانے سے
 ٹھنڈے ٹھنڈے ابھی ٹھکے میں خشکانے سے
 تو بہ توڑی ہی تو ٹوٹے ہوئے پیمانے سے
 دروہ دل تجکو برا کیا مرے تڑپانے سے
 ٹوٹے ہشیار مین جوبیر کے ہین دیھانے سے
 غم مرے پاس بچے بھی جو مرے کھانے سے
 تم جلو بی کے مین آیا ابھی بیھانے سے
 رشک مطلق نہیں پروانے کو پروانے سے
 تیری بیدری ہی جی جی تھی ترس کھانے سے
 کامافون کا لیا رہنے جل فسانے سے

دائیں جانے کے باہر بنوں بیھانے سے
 بولڈا غصے ہی مین پہنچل وہ کھینچانے سے
 زمین مٹی نہیں تیری تہا پر چہ یان
 تھنڈی چاہیے کوثر کے لیے کچھ زاہد
 غیر کو دیکھ کے ساتی نہ زمین دیکھا کر
 نگہ شوق کی زور آور یوں کو دیکھا
 داغ تو دل میں مرے ترے لوکھن ہی سوتھے
 دیکھ لے دل نگہ گرم سے سوخت نہ دیکھ
 دی بھی سے شمع کو ساتی نے تو تھنڈے ساتھ
 وہ نو مشوق ہے ترانے مین لٹا رہے غم
 کہتے ہیں وصل مین دیکھے کوئی بل پھرا کی
 میرے غمو کو جو گھر سے مین نہیں مین کیا دل
 زاہد و عطا کی مجلس سے کسے ہے انکار
 شمع سے کہتے ہی اک ساتھ ٹپٹ جاتے ہیں
 نیہان کر کے مجھے چھوڑ چلا اوستا
 درد دل تنگ پیجا دل بیدرو آن کا

تو ہی میری دغا اس سے جازد اٹھو اسے
 ہر میان پر لون کی اٹھتی نہیں جڑ شانے سے

ایسے کا لطف تو یاد دہی کو دم تک ہی میرا
 بیٹھ جاتا ہے دل حباب کے اٹھ جانے سے

کہ پری جگے آؤی جاتی ہے جانے سے
 یہ بھی کھا لو لگا جو فرصت ہوئی غم مٹانے سے
 روزِ پیغام چلے آئے ہیں بتانے سے
 آ کے شیشے کو بلا دیتی ہے پیمانے سے
 تم بھی تو وصل میں خوش ہو کر مڑ پڑانے سے
 اکبر بھی ہوئی میری تر سے شربانے سے
 اٹھ کے کیوں مینہ گئے جاؤں مینہانے سے
 میں بہت غرض ہوں شب بھر کو بھٹکانے سے
 آیا سیلاب جو روتا ہوا دیرا سنے سے
 بھگو کیا کام ہے اب خیر کے ٹھکانے سے
 راہیں زلفوں میں نکلواؤ ہیں دھانے سے
 آخری وقت ہے کیا فائدہ ترسانے سے
 آؤں جاے کہیں پہاڑ کو پرانے سے
 کام نکلے پڑا دل کے پھل جانے سے
 یہ صدا آتی ہے گنگوڑ کو پہاڑیک دھانے سے
 کہیں یہ مال ملا جاتا ہے لہجہ جانے سے

دخترِ رزائگی جے سائی کسی دیوانے سے
 داغ پر داغ ویسے جاتا ہے دم لڑاے چرخ
 بہت دم میں بھی نہیں چین سے رہنے دیتے
 ساقیا دخترِ رز بھی ہے عجب مشاہد
 قتل کے وقت میں مڑ پڑو کہا غرض ہو کر
 کی بھی ہجرتوں میں ترفیع تری شوخی کی
 شیعہ بھی آٹھے تو نفرش نے دم لیکے کہا
 خوب جی بھر کے تصور کا دوسے موقع ہے
 ترے دیوانے پر کیا جانے وہاں کیا گزری
 شب غم کہتی ہے میں پڑ چکی جڑے گریں
 جاتے ہیں کہ دل آئین کو اٹھایک سو ایک
 کہکے یہ شربتِ دیدار پلایا دم نزع
 غم سے شمع بھی جاتی ہے تیرے آگے
 نگہ چلن سے وہ کہے کہ تماشا ہے کوئی
 گنگوڑ و بھین گے گئے میں مڑ پڑا لون کے
 چاہ کی اسکے سے جو بن کر جو دیکھا تو کہہ

دیکر جو کس دل چٹھی نے کیا ہے کہ امیر
 دہی آواز چلتی ہے دیرا نے سے

گرم اندک کا اکھاڑا ہے تو میخانے سے
 عکس کی جھپپی ہوئی شکل تو آئینے میں دیکھ
 دل ہے دیوانہ گیسو تو پہن لے بڑی
 رات جو تازہ بکلا گل کر مرے دل کی کھلی
 کہہ رہے دل دیوانہ ہی سے گیسو کی
 آن کی پیٹ کر نہیں آج نہ دو بکلا بوسہ
 دھوکے دیتے نہیں آنکھوں کو جیادانوں میں
 اعتبار آپ نے وعدے کا خود اپنے کھو یا
 کہتی ہے دل کی خب آن کی حیا کو شوخی
 خانقاہوں میں جو یہ پھرتی ہے بیکی بسکی
 دیکھ پایا ہے انھیں حضرت صاحب نے کہیں
 قاضی شہر ہو یا شیخ حرم کوئی ہو
 انک ہے داغ مرا انک ہے پانی میرا
 اک ذرا سی حرکت کی بھی سکت مجھ میں نہیں
 توہ ثقی ہے ضرور آج کسی اوسچے کی
 بوٹیں ہناتی تیرے خاک کے سینوں پہ بھی سانپ

رقص پر یون کا کوئی یکے لے جانے سے
 شرم اسکو بھی تو آئی تر سے شرم آنے سے
 آن ہے عشق کے بانگوں کی بھی جانے سے
 سکرائی تری چلی کے سنگ جانے سے
 متبرک ہے پیسچ رسی دانے سے
 دل کی یہ منہ کہہتا نہیں بیلا نے سے
 چھلین کرتے ہیں جھلا دوسرے دیوانے سے
 نرہ اتنی ہی تو خیر قسم کھانے سے
 آج حاصل نہیں کچھ بھیجنے شرم آنے سے
 تو یہ بھی پی کے گر غلی ہے میخانے سے
 اب میں بکھا جو غرض ہو مر جو بکھانے سے
 جو نہ موت نکالو اسے میخانے سے
 اور واقف ہوں نہ بانی کو نہ میں دانے سے
 غش چغش آؤ میں اب ہوش میں بھی آنے سے
 تو یہ توہ کی صدا آتی ہے میخانے سے
 یہ انشاہ جلاشیں زلف کی لٹکانے سے

سیر کہنا تو غزل کچھ نہیں دشوار کیا
 خوف یہ ہے کہ نکل جائے نیپانے سے

تو تقدیر بن کر لای ہے
 تو سون کس لیے چولی کھڑی ہے
 لا ہے دل جو انکلاش سولہ لای ہے

جب آنکلاش شاہ طہان پر پڑی ہے
 لب جانان پستی کی دھڑی ہے
 غضب کی موت الفت میں پڑی ہے

مہی پر چھوٹا نشان کی بڑی ہے
 پہنچی کیوں ہے جو سلی سے لڑی ہے
 پہنچی ہے یگر دن ہی تک اسکی
 شبِ غم بچہ سے بیٹھا جائے کیونکر
 کلی کو باغ میں چیدار ہے کس نے
 خدا اس زلف و کاکل سے بچائے
 بہت جلدی نکرتا دل دم دھج
 شبِ غم کیسی ہی چھوٹی ہو دھوا
 ادا گا بک تھنا گا بک کہ مر جائے
 نہیں نکلی چلی جاتی ہے دن رات
 لیا ہے بوسہ نیت تلپٹ کر
 قضا ہی نے تپ دیکھی مٹی میری
 فلک کو بھونکتی ہے آہ دل کی
 بڑی جھگڑا ہے اسکی حیا بھی
 بلا کر خاک میں آئے ہر کس کو
 بنیں کھنٹی گرو بن تب کی
 ہوا ہے کس بلا کش سے وہ ہر دم
 نچاؤ ناز ہوتی ہے ہر آدم
 اجل آئی ہے نذر اُٹکے کرین کیا
 تمہارے لب میں باغِ حسن کو بھول

کئی ہیرے کی ظلم میں جرمی ہے
 یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے
 مرا جی دھت رز سے کچھ بڑی ہے
 تری تصویر تو آگے گھڑی ہے
 صبا یہ منہ پیسے کیوں پڑی ہے
 بلائے جان ہو جو چھوٹی بڑی ہے
 یہی تو حاصلِ عمر اک گھڑی ہے
 مگر تری قیامت سے بڑی ہے
 عجب جھگڑے میں جان اپنی بڑی ہے
 مری عمرِ رداں بھی اک گھڑی ہے
 لڑا دی جان تب قسمت لڑی ہے
 اُسی نے جا کے قاتل کی جڑی ہے
 ذرا سی شمع کو زاتنی بڑی ہے
 اگر اک اک بوسہ پر پیر دن لڑی ہے
 یہ کیسی گرد و امن پر پڑی ہے
 یہ عالم اسکے دل کو بھی کڑی ہے
 کہ زلف یا دستِ مہون پر پڑی ہے
 سلامی کو صفتِ نرگان گھڑی ہے
 ہماری جان تو ختم میں پڑی ہے
 تبسم ان کی نازک پنکھڑی ہے

امیر امتیاز چیمہ ڈاکو سر شام

اگر شب بھر پیار کرنے کو بڑی ہے

شب بھر چل آگے جب بھر پڑی ہے
 نظر کس چشم پرستان سے لڑی ہے
 نظر جس دن سے اس رخ پر پڑی ہے
 زمانے بھر کی آنکھ اس سے لڑی ہے
 وہ جیسے مین مگر تیرہی چڑا ہے
 اُدھر عکس اور اُدھر متا ہے وہ خویش
 مرے مین جہنگن مین شمع سے بول
 جھکتے ہی نہیں مسجد سے واعظ
 گرد بنید لب کی کھل ہے گی
 مرے گھر بھر کے دن دھوپ یار
 مری میت کو کھڑا کر دے
 لگا دے ساتی نے دکھا کر
 زبان دی بہرِ رمل اور خودی لو لے
 مرزا اس کی گھر سے بھی ہے کشہ
 پست کر سوتی ہے دفاس جو جوتی
 اُتھاؤں جو ہون کا کہہ راس ہے
 بہنیں اس تین کے قبے مین جھٹا
 نکل سکتی نہیں حسرت مشہرِ مصل
 ہو مین ترے چکیاں اسے چشمِ طربار
 خضر ہی عمر مین دنیا سے مین کم

تو کیا گیا خرم شوخی سے لڑی ہے
 کسی آنکھوں کو لیے نگاہ بڑی ہے
 کرن سوچ کی آنکھوں کی لڑی ہے
 جذبہ دیکھو یہی وقت بڑی ہے
 سیجا پاس اجل سر پر بکڑی ہے
 یہ دوا نگون مین کیا بحث پڑی ہے
 پر پہلا نہ ان کی پسند کڑی ہے
 خدا کے گھر مین مال بھی لڑی ہے
 وہ کھو لو جو گردل مین پڑی ہے
 جی ہے یا گڑی ہے یا جڑی ہے
 کہاں کی نیند تھک بھٹ پڑی ہے
 کہاں پھول کی جا پسند کڑی ہے
 مین سج کتا ہون یہ چوٹی بڑی ہے
 چھری نھڑے جی تھک کی لڑی ہے
 یہ میری جان کے چھ پڑی ہے
 جوانی عروسی نیا لڑی ہے
 دہن کے کان مین انہی پڑی ہے
 کہ وہ چتون نھری تھکے کڑی ہے
 بتا تو آج تو کس سے لڑی ہے
 یہ بڑھیا ساری دنیا سے بڑی ہے

سنگہ جائے کہاں سینے سے اٹھ کر
ادا قاتل ہے الزام اسکے سر پر
نہیں ملکوں کی اوچل میں وہ بھلی
کیلی بھی جیلی ہی ہے وہ آنکھ
پہنتے ہیں وہ بیٹھے گھر میں جاگل
ہنسنے میں جب دیان جنس میں
نہ توڑ و نہ گیس میں رکی آس
پہنچتے ہیں سب اس منزل پر مرکز

یہیں تو حسن کی دولت گزری ہے
تصا کیا منت میں مری پڑی ہے
وہیں چلن میں شرابی کھڑی ہے
مگر دیکھا تو شہر میں پڑی ہے
قیامت وہ ہے گھبرائی کھڑی ہے
تو اک تلواری اور اسے چڑی ہے
مصاصیکے ہو کب سو کھڑی ہے
عدم کی راہ بھی کتنی کر ڈی ہے

امیر اپنی نظر میں فقیر شاہی
فقیروں کی سی ٹولی بھوڑی ہے

چکائے میں کیا دارغ جگر و رسائے
جائے پیش دل مری کس کس کو بلانے
پر وہ درغ محبوب سے آشنا ہے تو اسے
بان ہاتھ اٹھایا ہے دعا کے لیے میں نے
بیل جو ہوئی فریح تو غنچے پہ چارے
لوہل میں تیاہی دل ہو گئی دُونی
کس کس کے چلے ہو زشبہ دل میں بھیر
بیل ہی مجھے چوڑگیا غنیمت تن
برا کے مرنے دل کو جگر تک آتے تین
کو حقو سامی کی نگائے زمین عامی
کا ہنگامی غری کو نقاب اسے نہ دی

ان چولون میں اور آگ لگا دی ہو مبالغے
تندر تری ملن مجھ سے چھپا یا ہے تصانے
یہ پھول کھلایا ہے نیا بار صبا نے
تاخیر سے دان ہاتھ اٹھایا ہے دعا نے
چوڑا ہے شگوفہ زیب باد صبا نے
کی اور ملک درو محبت کی دوائے
چکے دیے خوشی نے تو کی چال حیا نے
انسوس و فاجہ سے نہ کی اسکی جفا نے
کیا کام لیا بھی بھوہن سے حیا نے
رجست کو جھپٹائے ہیں بخشش کے پلانے
شب کو تو بھلا سی ڈالنا عیا نے

برسات میں بھی یہ خاموش رہتا تھا دُعا پوری
 اُس سب خانی پہ گلے کٹ گئے کتنے
 گھبرائی ہوئی تنگی کبوت پھرتی ہے ہر سمت
 آئی ہے دم نزع مرے مگر شبِ فرقت
 اک آن میں جب بھر دیے جلِ مثلِ تو میں کہا
 اُس دستِ نگار میں کو کیا ہے جو بھجوا کا
 تو بکر و تو بکھین میخانے سے ہستی
 کبوت مرے مگر سے خلقِ ہی نہیں ہے
 اُس گل کے جو باغوں کو بنانا تھا بھجوا کا
 افسرے میری مشبِ ہیران کی سیاہی
 لٹکوا جو کیا سنگدلی کا تو وہ بوسے
 ہر گام پہ لغزش تھی دو عشق میں لبیک
 گھبرا تو بہت لعلِ بختان نے بکے لبیک

پھیٹے دیے کیا کیا مری تو بک کو گھٹانے
 پیسے میں ہزاروں ہی کے دل سپرد خانے
 کیا جانے دیا برق کو کیا حکم گھٹانے
 گھبرا ہے پڑے وقت میں جس کالی طونے
 واقف تری رحمت سے کیا سب کو گھٹانے
 دل میں مرے اک آگ لگا دی جو خانے
 گورے اسے بکلی کے لگائے ہیں گھٹانے
 باسن مرے سکھ کو بنایا ہے جو نے
 لالے کا لہو چوس لیا برگِ جٹانے
 سو بار پکارا مجھے گھبرا کے بلا نے
 بہت بھکونا یا سرے تبار سے ہی خدا نے
 پھلے تو سنبھالا میں تسلیم درخشا نے
 اب تک تو اس آفت کو بچا یا ہے خدا نے

دل چکے امیر آئے قدم تک بھی نہ پہنچا
 اور بوسے لیے انھوں کے بھی چکے خانے

سیکھی ہے اداسی مریجان قصانے
 یہ خوشخبری نزع میں دی مجھ کو فغانے
 ساتی کے تصور سے بیانِ گلِ نشین انھیں
 بت کہتے ہیں سن سُنکے عکسِ جو رجحانے
 نادم ہو ہوا جرمِ چہ رحمت کا چواچھ
 مشرقی جفا کار میں عشاق و منادار

آئے ہی مرے پاس لگی جان چرانے
 بھیجا ہے عیادت کو تری بکھو ادا نے
 ہشید کیا بھکونے چو مشربانے
 پیدا ہی کیا ہے انہیں کا رن کو خدا نے
 کی میری خفا مت مرے اقرارِ خفا نے
 ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے

انک کو بکھے ترے دیوانے خون میں
 پامال کیا لاش کو شربت کو بھی روندنا
 بے موت بکھے تیغ تفاق ہی نے مارا
 قدم چڑھ کر ہی تیرے تو چہرہ سر نہ اٹھایا
 ہرین تھکے ناز میں سب زندہ احباب وید
 اس شان سے اس شام میں پھولوں میں دودا
 تیرا گہ ناز سے ہر دم بچکے جو نکلے
 گردِ نظر بار نے بیزاروں کو مارا
 سر پہلے ستم بکھو ستمگار بسایا
 بمجنبتائی ہے تنگ آئی ہے ہر لڑائی سے
 محشر میں بھی اٹھا تو وہ مخور ہی اٹھا
 اندر سے ہم آغوشی تا شیر کی حسرت
 جوڑا جو کھلا دوڑ چسے سینکڑوں نختے
 مانگی ہے دعا وصل کی کیکے کو لپٹ کر
 بخیا کیا تجھے مرے ہوش اٹھا کر
 لے لی تری چوڑی نے مری آؤ کی تاثیر
 گزرا ہے جب دامن کو چڑھیو ہر مبادل
 خاموش چلے جاتے ہیں دنیا سے ہزاروں

جھلے پنا چھائے ہیں مجاہد کعبہ پانے
 کی خوب دغا تھکے ترے جو روح جانے
 پوچھا نہ جھانے نہ قضا نے نہ ادا نے
 کیا برقی کو روند لے تری لغزش پانے
 شمشیر قضا تو لے کے رکھ دی ہے ادا نے
 نذرین انھیں دین اٹھکے مرزا اہل عرب نے
 غزے سے پھری یکے کیا فوج ادا نے
 اک زہر کی بجلی انھیں دی تاکہ شفا نے
 دہرہ دہرہ ستم چھپ کیا میری دعا نے
 کو ساہے پر عرش بکھے جا کے دعا نے
 تاکا جسے تیری نگہ بدستہ پانے
 سجدے کیے ہیں باب احباب پر دعا نے
 لین بڑھ کے بلا میں ترے بالونگی بلا نے
 بوسے دیے ہیں نہ کامر کی میری دعا نے
 دو کام کیے ایک بگڑ ہو مشر پانے
 جو بکھلی دو چین لی دشمن کی دعا نے
 روکا ہے جو آفت نے تو نوکارت بلا نے
 کیا جاسیے کیا کہہ یا چکے سے قضا نے

دکھلا کے ادا بکھلا میرے واسے کیا مل

پیدا آخر درد کب میری دوا نے

قدم کوئی کہاں رکے بدھ دیکھو ادھر مل ہے

دیکھتے ہیں کھلا اتور دروازے چٹکل ہے

ترقی شکل ہوا ہے اسان سے پہلے یہ شکل ہے
 شب و صبح دو اسکا چنگیلا پن دیکھ کر بولے
 کہیں ایسا نہ ہو تجھ پر بھی کوئی وار مل جائے
 بلا و اعراض عشرین سے ساری غلامی کا
 نہ کر عشق کو جسے پرہ آنکھیں بند کر مینون
 جسے تو رو ہے تیرا تجھے جسکین یہ بیہوشی
 صد بھی واسے قسمت مذم نام میں جو ساتھ آنکے
 دل میں مرا قاتل مراقت تل نہ کہہ اسکو
 جھٹ ہے تاک جھاک لے شیخ جنگو دختہ زندگی
 مجھے تو سیکرے میں خاتوا ہون کا مزہ آگیا
 کہیں اسکی یاد میں ہر دم وہ میری گھات میں ہر دم
 فسانہ دگیا من جھبت کا زمانے میں
 لہا میں کھینچ دے یارب زمین کو سے جانا کی
 فدا نوح پاکے اٹھالے لیا ہوسے تو وہ بولے
 جہاں تو باسینہ عاشقوں کا پار ہے بیڑا
 لہا میں لیکے دم جاتا ہے میدان قیامت میں
 سر سے پٹنے پر رکھ کر تہ کہتا ہے وہ شوقی ہے

مگر قاتل خود گناہ اس کی مجرمین کو پس ہے
 غریب فاق کا مارا نمرود بیکس ہی دل ہے
 نقابا ہت جا کہ تجھ جلا پرورد سوکت قاتل ہے
 بڑی ہی دھوم کا جلسہ قیامت کی یہ محفل ہے
 کہ یہی آنکھ کی جلی ہے آنکھ غوش محفل ہے
 مرے پہلو میں بھی دل پرورد پہلو میں بھی دل ہے
 چارے پہلو میں میں کھبت آنکھ ناچھی شامل ہے
 اسے اللہ کے ایک عالم کا وہ قاتل ہے
 بھلائے عمر اس تو عمر سے شادی کو قاتل ہے
 مراقب سب کے بے اللہ دانوں کی یہ محفل ہے
 دل میں قاتل ہے دل قاتل میں سب ہے
 نہ مجنون ہے نہ سہی ہے نہ نات ہے نہ محل ہے
 کہ میں ہوں ناتوان اور ان ہوا غور منزل ہے
 کیسے نہ لگانے میں یہی تو ہوسکو شکل ہے
 نیا دیا ہے اس دریا کی زمین اسکا سال ہے
 یہی منزل بنیں اور اس کو آگواک منزل ہے
 یہی مل ہے جود خنی ہے یہی دل ہے جود سب ہے

امر خستہ جان کی سنگین آسان ہون یارب
 تجھے ہر اے آسان ہے اسے ہر بات شکل ہے

کڑے دہر ہون میں مٹی ہوئی آواز ساں ہے
 مجھ بھی جو تو اچھا ہے اگر اچھوں میں شامل ہے

اور خستہ اور اور دھڑ بے اہل محفل ہے
 سب صحابہ کرم انسان کے زمرہ میں اہل ہو

چلے نہ ہو کر تو ہی تو پہر سنان ہے قتل
نقاب نمی تو کیا حاصل حیا آنے تو آنکھ آنے
ابھی مسجد سے تریج میں کوئی جو رحمت سے
جدھر دیکھو آدھر سوتا ہے کوئی پاؤں پیلائے
کلیجے سے لگا آنکھوں سے نل تانہ زود بھر کر
سنگا کر آئے کیوں سانسے کی جوت کھا بیٹھا
گری ہے ٹوٹ کر تو یہ بھی جاہم ہے بدامی ناہم
کسین نازوں کی تلواریں کسین غمزہ کی چیلان ہیں
وہ شوق قتل سے مضطر ہے یہ شوق شہادت سے
اسی جہر سے ہے ہر دلعزیز آئینہ دنیا چین
نہ ہے جنت جہان کوئی جگہ لا دشت میں اٹھا
بڑا ہے آدھ سا باب اثر اغوش ہے مکو لے
گرہ میں دیکھیے گیسو کی باجوڑ سے کی شمی میں
ہیں کیا کام تو ہے کہ رند لا ابالی ہیں
چنگاہ غر سے دیکھے اگر انسان تو کسین ہوں
ویسے جھٹش کو چر کے کسی شمسیر ہم نے

ترسے ہی دم سے تو اسے بیخ فائل نگہ محفل ہے
بڑا گہرا تو یہ پردہ ہمارے اُن کے حائل ہے
کہ پہلی رات ہے پہلا سفر ہے پہلی منزل ہے
زمانے سے راگ گور غریبان کی محفل ہے
لے سکوں سے لٹا ہوا ہے یہ تو ہرا دل ہے
تو اپنا آپے شمن ہے تو اپنا آپ فائل ہے
یہ کسی پار ساقی اب جو یہ غوار میں خفا ہے
یہ صبح ہے حسینوں کا کہ جلاؤں کی محفل ہے
ہنیں کھٹکا کر ان میں کون کون کمن فائل ہے
اُنکی نکل خفا ہے یہ جس سے مقابل ہے
تو دھڑا قیس یہ کہہ کر کہ وہ پہلی کاغس ہے
بہت ہی تیری خفاقی اس قدر تیری نل ہے
نہ بیچے میں مرا دل ہے نہ بلو میں مرا دل ہے
یہ زوی عصمت تو ناہد اپناؤں ہی کو قابل ہے
زنا سلا کی قدرت کا نثر نا آنکھ کا بل ہے
کر گل میں خون میں تر خندہ گل خیم بسل ہے

خبر کب حال میر احسان ہر حالت میں ہو چکا
صنم جھٹک جھٹک کے لیتے ہیں خدا کا گل شاہ

وہ کہتے ہیں کہ وہ میر آجیا کیا بیجا دل ہے
خزانی اہل محفل دختہ بد سید محفل ہے
جہاں دیتی ہے حسرت مل کی وہ کر سائل ہے

سنگا اُس گلی سے ہو کہ بھی عاشق کو شکل ہے
خدا رکے چراغ جام سے یہ خاند ہے روغن
خوابی یار میں خبر کیت یاں آ کے ہلکاری

چشمی کھینچی تو پھر اپنی کمر میں ٹوٹے کچن نکلی
 جہان ایسا ہی ہے قسمت پہنچتا ہے دین انسان
 سر سے دل کو حسین تجھ میں آنی دیکھ کر پوے
 لب جان بخش پر نام عدو ہے منہ لگاؤں کیا
 یہی کرٹ بہ لہو سے یہی اٹھاٹھ کو شبلا سے
 گھیا طوب حرم کو قیس تو آواز پسماندہ
 کسی کلمات بھر چلتا درخش بھر کھڑا رہنا
 اُدھر بے قیل کی لذت اُدھر بے وصل کی لذت
 محب کیا اگر اٹھا کر سختی زقت ہوا مگر سے
 قیہر دہل میں دو دن کو ہے آئینہ حیرت
 مرید عشق تجھ تک آکے کس طرح لے عیسیٰ
 بہت جانے سے مطلب قسین کو یہی خبر کسکو
 قریب انسان نہیں بُت کے بجا و لاکھ پیدائے
 تبارے کس خال رخ سے ہو سارا جہان روشن
 سخی کا دل ہے ٹھنڈا گرمی روز قیامت میں

ارے یہ تو کلیجے میں مرے دہن کو قابل ہے
 جھنگ سکتا نہیں کوئی گزشتہ راہ کا دل ہے
 یہاں دیوانے کا کیا کام یہ بیرون کی محفل ہے
 مرے آبِ بقیہ میں نہ رہی تھوڑا سا شال ہے
 غم و ہمدیون کا درد دل تو مجھ کو حاصل ہے
 ارے نادان یہ قیاسی نہیں قیاسی کا حاصل ہے
 ترے زورِ قدم لے شمع محفل تیری منزل ہے
 گھر پر تین ہے سینہ ترزا نوے قاتل ہے
 کوئی لہو نہیں جتن نہیں انسان کا دل ہے
 اُدھر دم سے مقابل ہے اُدھر مجھ کو مقابل ہے
 اُدھر سے اب اُدھر کرٹ بدلنا انگوٹھ مل ہے
 کہ نادب ہے کہ مراد کس طرف قیاسی کا حاصل ہے
 وہ صورت و وہ ہی ہی پیدا کر لینے کے قابل ہے
 اسیکا نام تو دل میں سویدا آنکھ میں گل ہے
 کہ سر پر چتر جھٹ سایہ دامانِ سائل ہے

امیر اللہ حافظ ہے جو دم ناز میں دل کا
 کہ شو جلاؤ دینِ خضر بکعت ورا یک سہل ہے

مرے میں خلد میں اب خلدِ آخیاں کے لیے
 غضب کی شانِ بخالی ہے آخیاں کے لیے
 اب ان خستہ میں یہاں ہے آخیاں کے لیے
 غریب لیکے چراغِ آبی آخیاں کے لیے

بلا پہ مہر کیا طیش جاو دان کے لیے
 چھری دلائے میں عاشق کو مرغِ جان کیلئے
 بگی جو بیرون سے جان پہنسا میں جو روئین
 اندر میری دے میں بگی کو بھی ترس آئی

خدا نے وہ نہ سہی دیکھ تو لب بھگو
 کہ چمکتی ہے خنجر سبھل نہیں سکتا
 حضور کے ہیں دشمن بہت اجازت ہو
 نزعے مزے کے تعلق بن زخم و خنجر میں
 ادا ہی تیری ہے قائل قضا کے پرے میں
 حال ہوسہ جو چپکے سے بھی کیا تو کہا
 بزدلشکر کہ بچکان سے دل ہوا آباد
 بجلا رہی ہے چٹنگے کو شمع سے یہ کہو
 گلاؤں آنکھوں سے چھوٹ نہ لنگہ سود کو
 پتہ کس کے آئی جو بھلی حزب کے دل لے گیا
 جو خانہ بانغ کی کلیاں بھی چمکین تو بولے
 جواب دہی ہے طاعت بھی اسے پیری میں
 خدا جو پوچھے گا کیوں جان دی جوتی میں
 میں امتحان میں پورا ہوا تو پچسہ کہیے
 میں ہوں وہ سوختہ جان حشر کہیں لے بھلی
 اجازت اپنی نزاکت سے لی ہے یا یوں ہیں

اسٹھی لگاہ تو غصہ سہیا نکے یہ
 ادا آپ آئے ہیں عاشق کے سٹھا نکے یہ
 تو پا سان ہوں میں شبکو پا سانکے یہ
 زبان دہن کے لیے جو دہن زبانکے یہ
 بدل کے بیس یہ آئی سے استھا نکے یہ
 شہر رنگائی ہیں چائین تری زبانکے یہ
 خدا نے بھیج دیا دارغ اس مکا نکے یہ
 زبان درازی تھنیر بے زبانکے یہ
 کہ ان لبوں سے میں ہو کو امتیاس نکے یہ
 دو برق نے قدم آو شرف نکے یہ
 یہ کس نے ہو سے صبا میری آستانکے یہ
 بہت کھسے ہیں یہ دن جان ناتانکے یہ
 دکھا کے جلو کہو لگا کہ اس جوانکے یہ
 ذرا سمجھ کے تقاضا ہوا ستانکے یہ
 سمجھ کے غلو آٹھا لاؤن آٹھیا نکے یہ
 غل کھڑے ہو سے سرکار امتھانکے یہ

ہے اب امیر سے کیوں غنبر کی تاکید

جہاں جی نے نودی ہے زبان خدا نکے یہ

زمین خاک آڑالی سہتا نکے یہ
 آپ چمکے ہیں جو ہوسہری زبانکے یہ
 کہ ایک ڈال تو رہنے دجو آٹھیا نکے یہ

امیر روتی ہے امت شہر زبانکے یہ
 نکلی زبان مری کے دستا نکے یہ
 چمکے سینے سے اسے اکو برق سے کہہ آ

پکارتا ہے وہ جو بن ابھر کے سینے میں
 مرا خدا تو تواسے ناتوان ہوں میں
 نیکیے تم ہو جیسے جو تم ز سبیلے تم
 غضب کی لاگ تھی کجنت برق کو کج سے
 نہت آئے نہ غش آئے نہ کاسیا و کر
 اکلمہ نرب کا ناسان کرے جو عاشق ہو
 کہو کہ آ کے رہے میرے پاس تب میں
 وہ اسٹانہ ہو گا بربگ نقش قدم
 پسند میں بھی ہے اسکو رنگ فتنہ گری
 یکنگسی چلی جو جوتی سے قتل عام کہہ
 کہو کہ پیر معان جام جم کو رہنے دے
 چلی جو ناز سے بے سرخو کیے ہر سو
 زمین کو جسے عباد آسمان ہم سے خلافت
 وہ دل جو فذل کر نیب نظر آئے
 وہ بال گو نہ حکے بھانسی عیث بناتے زمین
 جہا کے شوق میں جسے گزر نہ او ظلم
 اجل کا قلم ہو اپنے پہر میں قلم گور
 دل اور تصور جانانی میں ربط لازم ہے
 شباب آتے ہی آندھی کی طرح دل آیا

کہ بیقرار ہوں میں بھی اسی جوا نکے لیے
 یہ آسرا ہے عصا جان ناتوان کے لیے
 پھر اور دل کو میں دکھ چوڑوں کی گئی انکے لیے
 چمن کو چوڑنگ ورا ایک اتشیا نکے لیے
 غضب کی قید میں لگائی میں باجی نکے لیے
 یہی تو ہے پیر و از سر بخ جانکے لیے
 اواس منچی ہے کیوں کیسی مکانکے لیے
 قدم قدم پہ قدم میں نے پسبانکے لیے
 کہ عطر فتنہ خریدتا ہے عطر دانکے لیے
 جھنوراب میں یہ تیار یان کہا نکے لیے
 بہت ہے دختر زمیر کا استھانکے لیے
 پٹ کے بو سے تری تیغ خوشنایکے لیے
 نہ ہم زمین کے لیے میں نہ آسمانکے لیے
 کہان سے لاون میں اس شیخ و لسانکے لیے
 بلائے جان میں یہیں جان ناتوانکے لیے
 کوئی تو طرز رستم چھوڑا سمانکے لیے
 یہ دونوں کھولے تھے منہ ایک ناتوانکے لیے
 مکان مکین کے لیے ہی مکین مکانکے لیے
 بیار آئی تو جھونکے بھی کچر خزانکے لیے

امیر نام بھی ہو ساتھ ساتھ انکوں کے
 جس میں خطر سفر میں ہے کاروان کے لیے

جوش کہتا ہے خون بسل سے
 کچھ پری سی ہے وہ نگہ دل سے
 پوجو پیکان تیر تامل سے
 سنجہ کین ہوئے نہ خبر یاد
 لے چکے دل تو ہنس کے فرمایا
 رات کی صحبتیں جو یاد آئیں
 غیر اور ادعا سے جان باری
 بزم منت کی کچھ بھی ہے تصور
 دل میں پرتی ہیں وصل کی باتیں
 کیوں نہ ترے کنا و کب تو تل
 اس ادا سے وہ آئے وصل کی رات
 جون میں وہ سخت جان کہ سو کر نہ
 میر محفل خبر نہیں ہوتا
 حال مینوں کے خاک اڑا لے گا
 صفت دیدہ نگا کیا میں جان کی چیز
 کام یار دن میں کیا تحلف کا
 آئندہ دیکھ کر وہ شرمائے
 ڈوبی ہے کس غریب کی کشتی

دو دو ہاتھ آج ہو گئے تامل سے
 تیغ روشنی ہوئی ہے بسل سے
 مشورے ہو رہے ہیں کیا دل سے
 یہ جہوٹا منہ کا مشکل سے
 پیارا باب کیجیے گاکس دل سے
 اُٹھ گئی شمع رو کے محفل سے
 کیا مرے گھر سے ہوئے دل سے
 رنگ سیکر تہدی محفل سے
 ہنسن آتین زبان تک دل سے
 چھینے لیتی ہے سوت بسل سے
 کہ محل آئین حسین دل سے
 عذر کرتی ہے تیغ قاتل سے
 اُٹھے جاتے ہیں لوگ محل سے
 کہتی ہے اُٹھ کے گرد محل سے
 عمر جاو یہ لونگیا تامل سے
 بے تحلف اُٹھا دو محفل سے
 آنکھ نیچی ہوئی مقابل سے
 سر چٹکتی ہیں موحین ساحل سے

دل یہ دنیا سے سرو چکا میر

ہوئی شندی غفل بھی مشکل سے

چھین لے نگ خون بسل سے

تہدی کہتی ہے دست تامل سے

جان چھوٹے گی مر کے قاتل سے
 گر مرے تشبیہ وارہ کال سے
 خون بہل نہیں بہا دم ذبح
 ترپین دیوانے اور وہ چپ بیٹھے
 قیسیت کی کو گو دین لینا
 عمرین گزری ہیں شوگرین کھاتے
 آئندہ خانے میں جو وہ آئے
 نیکے جیبتی وہ حور کی بوسے
 وہ مسافر ہوں میں کہ بسکد غفر
 وہ جو بے پردہ سا مٹے بیٹھے
 کیا خبر بعد مرگ یاروں کی
 دل جو تلوون سے تو نے مل نکالا
 جنگے بیٹھے کوئی تو یوں بیٹھے
 میرے پہلو سے تو نہ اٹھا اے درد
 کیا میں یہ چشم قیس کے پردے
 ایک اسکو دیا تو دس پاسے
 ساتھ داکون نے ساتھ چھوڑ دیا
 کیکے لیک مغفرت دوڑے
 وہ کلیجہ پکڑ کے بیٹھے گئے

مشکل آسان ہوگی مشکل سے
 سمجھے تعریف او پر ہی دل سے
 سندی چھوٹی ہے وہ قاتل سے
 پکڑی اٹھ چکی سدا س سے
 سیکہ لے پردہ ہا سے محل سے
 منزلوں دور بھی ہوں منزل سے
 جو کھلے رنگے سفابل سے
 کبھی اچھی مگر بُرے دل سے
 لے گئی غرب آ کے منزل سے
 پردے سب اٹھ گئے مودل سے
 ساتھ چھوٹا ہے پہلی منزل سے
 یہ ہوا کس طرح تر سے دل سے
 لاغری تھے نہ کوئے قاتل سے
 پیار کرتا ہوں میں تجھے دل سے
 لپٹے ہی رہتے ہیں جو گل سے
 جھک کے لایو کریم سائل سے
 دور لیجا کے جھکے منزل سے
 تو یہ غاصی کرے اگر دل سے
 آہ نخلی نہیں ابھی دل سے

ہو زمین لاکھ سہل لیکن آئینہ
 ہوتے ہیں اچھے شے مشکل سے

تری صورت کچھ ایسی کلاک قدیمت کھین نکل
 الہی نقل پر ہے وہ اتارے ہیں کیوں امتنا
 دل مجنون سے نکلی آہ یا حبیبی کوئی چمکی
 شریک حلال عاشق بیکسی میں کون ہوتا ہے
 کیا اقوام بھی اس نے تو وہ انکار ہی ٹھہرا
 اسی دن کے لیے آنکھوں میں مجھے بکھو چلا تھا
 اڑا کر لگتی دل لگ نگہ میں سادی مغل کے
 وفا کی داد دیتے ہیں بھی شرعیہ دین دین
 چھپے بیٹھے ہے اپنی جگہ بے عیقل سے
 ہوا وید اس کا خواب میں باقی تصور میں
 وہ کہتے ہیں یہاں تو ہو گئی بلکان جان اپنی
 سرے ہاں بران سنگ دل بید ہوجا آشا
 ترے انکار نے اسے جان دل کو کوریا چھلنی
 کیا خون اس نے کن کن حسرتوں کا گول میٹھا کر
 ترے انکار کے انداز نے بھی مار ہی ڈالا
 ابھی کس شبیدہ ناز نے سدا پنا کٹوایا
 سوالی وصال پر انکار میں ہی وہ بھانے ہیں
 جب لاکت ہرے باخون کو تانی لے کیا زخمی
 تیرے بھانے کھڑا خاک کیا دھڑ دھڑ کے پیسہ
 نہ جھوٹا سا نشان کا میری ترست پرچی آؤ میں
 نکلی دل سے یا ہر وصال میں بھی وہی صورت

کہ اسکی ہر ادا سے شان صورت آفرین نکلی
 بدن سے جان نکلی یاد ہیں سے آفرین نکلی
 کہ غل سے تڑپ کر سب عمل نشین نکلی
 جو نکلی ہی تو کچھ دوسرا آہ آتش میں نکلی
 مری قسمت سے اسکی بان بھی وہ پردہ بہرین نکلی
 بڑی توبہ مروت اسے لگاؤ واپس میں نکلی
 بڑی ہی شوخ دید تیری چشم شہر گین نکلی
 دہن پر ویسے نکلی زبان سے آفرین نکلی
 نہ دل سے مر جا نکلی نہ منہ سے آفرین نکلی
 کوئی حسرت کہیں نکلی کوئی حسرت کہیں نکلی
 اور اب تک حسرت وصال کے دل کا نہیں نکلی
 جب حسرت بھری مک آہ وقت واپس میں نکلی
 اتنی رچی کی نکلی جب ترے منہ سے نہیں نکلی
 بڑی کٹر بڑی ظالم تری چیر جیسے نکلی
 آدھ منہ سے نہیں نکلی راہ و جان زمین نکلی
 کنگے باؤں فردوس جہن سے حور عین نکلی
 جو نکلی ہی تو چمکیاں کی پردہ میں نہیں نکلی
 کہ منہ سے ان نکھنے کی جگہ بھی آفرین نکلی
 ستم کو نے میں استاد آسمان کی بھی زمین نکلی
 بڑی پہنچا ہنی وضع کی جبین جیسے نکلی
 تری حسرت تو تجھ ہی می سوا پردہ نشین نکلی

جنون اپنا کسانا ساتھ چلی اور دامن کا
غش آیا دھل میں جھکے بولی ناز کی اُسکی

گر میان کو نچتے دیکھ کر کیوں آستین نکلی
کہ کو مجھ سے بھی ان کی ناتوانی ناز میں نکلی

امیر ابرار جو وہ جون ملا دل کا پتہ جاکو
یہی دونوں اُسکے چور تھے چوری نہیں نکلی

خبر ہے نش چمکس جو فکے آنے کی
غائے ہیں وہ مانگ اور دل یہ کہتا ہے
نکات پیسے میں مین ہر ہے کیوں تر پٹیل
وہ بار بار نکات میں اور سر جو کرتے ہیں
شب وصال میں اُس شوخ کو بلا کے شراب
باز برق نے چل پیر کے مشق کی سیکن
یہ وضع جھکے نہیں ہے پسند جب ابھی
نہ جوک وقت کو پا کر کہ ہے یہ ممشوق

کہ جان ابھی کو چھڑاتی جا کے آنے کی
نکل رہی ہے سرک یہ بلا کے آنے کی
پر پھیاں تو نکلی ہیں ہوا کے آنے کی
دکھاتے ہیں مجھے گلیاں نضا کو آنے کی
میں مار میں روک رہا ہوں حیا کے آنے کی
اداعہ آئی ترے سر کے آنے کی
اداعہ نکالی ہے تیرے چہرے کے آنے کی
بھئی اسید نہیں جس سے جا کے آنے کی

ٹھٹھان برق جھکی تو یاد آئی امیر
اداکسی کی وہ پردہ اٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوچتی ہے نئی سوچتی ہے
قصین حور سے شمع ہی سوچتی ہے
یہ آتا ہے جی میں کہ کوثر پہ چلیے
جنا کو دنا کہیں نہ سمجھوں میں نامح
بیان تو مری جان پرین رہی ہے
جو کہتا ہوں اُن سے کھل نکھیں ملاؤ
کہا میں نے پاس آؤ تو نہیں کہہ

میں روتا ہوں اُن کو ہنسی سوچتی ہے
مجھے رشک حور اک بری سوچتی ہے
نما باغ میں دور کی سوچتی ہے
مبت میں ابھی بڑی سوچتی ہے
قصین جان میں دل لگی سوچتی ہے
تو کہتے ہیں حکو ہی سو سوچتی ہے
ابھی آج تو دور کی سوچتی ہے

دم نزع بھی نکلتی مین اُسکو آنکھیں
 بیان تو سب آنکھوں مین اندھیر دنیا
 شبید وصل آخربے ایدل پست جا
 جو کی مین نے جوین کی تعریف بولے
 برسی ہونہ شمس ابھی کسی کی
 پڑا ہے بیان دیدہ و دل کارونا
 غمنا گھر کے آتی ہے بے غل غل
 یہاں دل ہے صد چاک پتی تین چہرین
 کسی زلف سے ہر طرح جا پست
 بڑا دھتورہ ز کو کبھی کون نہ واعظ
 کمر کی رعایت شبید چل کیسی

جو کچھ سو جھتی غنی وہی سو جھتی سبے
 دان اُن کو سر پر مٹی سو جھتی ہے
 تجھے اب خوشی نا خوشی سو جھتی ہے
 نصین اپنے مطلب ہی کی سو جھتی ہے
 کہ جو سو جھتی ہے بڑی سو جھتی ہے
 نصین آسنہ آوسی سو جھتی ہے
 تو متواون کو میکشی سو جھتی ہے
 نصین کنگھی جوئی ابھی سو جھتی ہے
 نہ بگڑی نہ دل کو بنی سو جھتی ہے
 بڑے کو بھلی بھی بڑی سو جھتی ہے
 کہیں ایسے مین ناز کی سو جھتی ہے

امیر ایسے دیو و معنوں مین لاکھوں
 نئی بات کوئی کبھی سو جھتی ہے

بِالْغَیِّ مَیَّ

